ماہنامہ محدث لاہور 2001 تا 2020 کے عائلی مضامین کا تحقیقی

جائزہ

(سیشن 2019 تا 2021)

www.KitaboSunnat.com

مقالہ نگار:

ام کلثوم (5013)

نگران مقالہ:

ڈاکٹر عبد الغفار

اسسٹنٹ پروفیسر

شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑا، اوکاڑا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

UNIVERSITY OF OKARA

A Public Sector University Established under Government of the Punjab Act XIII of 2016

2-KM Multan Road Renala Khurd By Pass, Okara-Pakistan

Department of Islamic Studies

http://uo.edu.pk/department-of-islamic-studies

Ref No: UO/ISL/2021/ Dated: 30-08-21

TO WHOM IT MAY CONCERN

UME KALOOM Roll No. F19-MPHILISM-5013 Session 2019-2021 has completed her Thesis of M.Phil Islamic Studies entitled:

"ماہنامہ محدث لاہور 2001 تا 2020 کے عائلی مضامین کا تحقیقی جائزہ"

She is allowed to submit the thesis.

Dr. Abdul Ghaffar
(Supervisor)
Department of Islamic Stuidies
University of Okara, Okara

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقالے کا دفاع اور منظوری کا فارم

شعبہ علوم اسلامیہ، یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ میں ماسٹر آف فلاسفی برائے ایم فل علوم اسلامیہ میں ڈگری کی تکمیل کے لیے یونیورسٹی آف اوکاڑہ میں: "ماہنامہ محدث لاہور 2001 تا 2020 کے عائلی مضامین کا تحقیقی جائزہ" کے عنوان سے مقالہ کو قبول کیا گیا ہے۔

مقالہ کا عنوان: "ماہنامہ محدث لاہور 2001 تا 2020 کے عائلی مضامین کا تحقیقی جائزہ"

مقالہ نگار: ام کلثوم رول نمبر: 5013

رجسٹریشن نمبر: 19-UO-5881

مقالہ کمیٹی:

ڈاکٹر عبد الغفار

نگران مقالہ

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف اوکاڑا

یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

بیرونی ممتحن

نام:

عہدہ:

تاریخ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حلف نامہ

میں مسمّاۃ "ام کلثوم "حلفیہ اقرار کرتی ہوں کہ یہ تحقیقی و علمی مقالہ بعنوان:

"ماہنامہ محدث لاہور 2001 تا 2020 کے عائلی مضامین کا تحقیقی جائزہ"

برائے حصول سند ایم فل علوم اسلامیہ ہے۔ مقالہ ہذا نگران مقالہ کی زیر نگرانی میں لکھا گیا ہے۔ یہ میرا ذاتی تحقیقی کام ہے۔ اس سے پہلے اسے کسی تعلیمی ڈگری کے لیے جمع نہیں کرایا گیا۔

مقالہ نگار

ام کلثوم

یونیورسٹی آف اوکاڑہ

سیشن: 2019-2021

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تصدیق نامہ

میں تصدیق کرتا ہوں کہ یہ مقالہ بعنوان:

"ماہنامہ محدث لاہور 2001 تا 2020 کے عائلی مضامین کا تحقیقی جائزہ"

برائے حصول سند ایم فل علوم اسلامیہ میری زیر نگرانی میں مکمل کیا ہے، میں اس کے انداز تحریر، اسلوب تحریر اور معیاری تحقیق سے مطمئن ہوں۔ میں اس مقالہ کو ایم فل کی ڈگری حاصل کرنے کے لیے پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔

نگران مقالہ

ڈاکٹر عبد الغفار

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ

یونیورسٹی آف اوکاڑہ، اوکاڑہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتساب

والدین کے نام

کہ جن کی شفقت، علمی راہنمائی اور پر خلوص دعاؤں نے مجھے اس مقام پر پہنچایا۔

ام کلثوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اظہار تشکر

رَبِّ أَوْزِعْنِيٓ أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ ٱلَّتِيٓ أَنْعَمْتَ عَلَيَّ(النمل:۱۹)

"اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری نعمت کا شکر ادا کر سکوں جو تو نے مجھے عطا کی"

میں سب سے پہلے اللہ رب العزت کا شکریہ ادا کرتی ہوں کہ جس کی بے پایاں عنایتوں ہی سے اس تحقیقی کام کی تکمیل ممکن ہو سکی۔

يا رَبِّ لكَ الحمدُ كما ينبغيْ لجلالِ وَجهكَ وَعظيمِ سلطانكَ

بے شمار درود و سلام اس ذات اقدس پر کہ جنہیں کائنات کے لیے ہدایت و رحمت بنا کر بھیجا گیا اور جن کے فرامین نے زندگی کی تاریک رات کو روشن و منور کر دیا۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میں تہہ دل سے اپنے استاد محترم جناب ڈاکٹر عبد الغفار صاحب اسسٹنٹ پروفیسر یونیورسٹی آف اوکاڑہ کی مشکور ہوں جنہوں نے کورس کی ابتداء سے لے کر موضوع کے انتخاب تک تحقیقی کام کے ہر مرحلہ پر شفقت و رہنمائی فرمائی اور ان کی ماہرانہ نگرانی کی بدولت یہ تحقیقی کام پایہ تکمیل کو پہنچا۔

میں اپنے محترم والدین کی شکر گزار ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میرے لیے وسائل فراہم کیے اور میری ضروریات پوری کیں اور ان کے دلی جذبہ، کوشش اور رہنمائی کی وجہ سے میں نے اپنا تعلیمی سفر طے کیا۔

میں شکر گزار ہوں اپنے چھوٹے بھائی ڈاکٹر محمد شکیل کی جنہوں نے بے پناہ مصروفیت اور ذمہ داریوں کے باوجود قدم قدم پر میری رہنمائی کی اور مشکل میں قابل قدر تعاون کیا اور تحقیقی کام کے دوران میرے لیے کتابوں کی فراہمی کو یقینی بنایا۔

انتہائی شکر گزار ہوں اپنے رفیق حیات محمد ارشد کی جنہوں نے تحقیقی کام کے دوران ہر طرح کا تعاون مہیا کیا اور ایک دوست کی طرح میرا ساتھ دیا۔

میں شکر گزار ہوں اپنی دوست میمونہ کوثر اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیات کی جنہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر ایک مخلص دوست کی طرح میرا ساتھ دیا۔

شکر گزار ہوں ان سب ہستیوں کے لیے جن کے ہاتھ میرے لیے دعا کی خاطر بلند ہوئے۔ بے شمار چاہنے والے میرے لیے مصروف دعا رہے۔ اور ہر اس فرد کا شکریہ ادا کرتی ہوں جن کی ذات بالواسطہ یا بلاواسطہ کسی بھی طرح میرے تحقیقی کام میں معاون بنی۔

اللہ رب العزت سے دعا گو ہوں کہ وہ راقمہ کی اس حقیر سی خدمت کو قبول و منظور فرمائے اور میرے لیے صدقہ جاریہ اور موجب بخشش و نجات بنائے۔ اور میرے جملہ معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ (آمین)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمہ

ابتدائے اسلام سے علوم دینیہ کی تعلیم وتدریس وترویج واشاعت میں دینی رسائل وجرائد کا کردار انتہائی نمایاں رہا ہے۔ جو کسی صاحب بصیرت سے پوشیدہ نہیں بلکہ یہ کہنا غیر مناسب نہیں ہو گا کہ دین اسلام کا انتقال جس کی حفاظت کی ذمہ دار اللہ تعالی نے خود اٹھائی ہے انہی رسائل وجرائد کے وجود اور کوششوں سے ممکن ہوا۔ آج اگر اسلام چہار سو پھیلا ہوا ہے تو اس میں ان رسائل کا خاصہ کردار شامل ہے۔ جو انھوں نے محدود وسائل بے سروسامانی کے باوجود کیا۔ اور تاحال کر رہے ہیں۔ اسی کردار کی بدولت تاریخ اسلام کی وہ تمام قد آور شخصیات جن کے کارہائے نمایاں پر دنیا فخر محسوس کرتی ہے۔ اسی چشمہ سے فیض یافتہ نظر آئے ہیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی شہر لاہور سے شائع ہونے والا رسالہ ماہنامہ محدث ہے۔ ماہنامہ محدث لاہور ایک علمی دینی وتحقیقی رسالہ ہے جو دین اسلام کی اشاعت وترویج میں اہم کردار ادا کر رہا ہے اور معروف عالم دین ڈاکٹر حافظ عبد الرحمٰن مدنی کی زیر ادارت شائع ہو رہا ہے۔ اپنے علمی ودینی معیار کے اعتبار سے ماہنامہ محدث صف اول کا جریدہ ہے۔ اس کے مضامین میں تنوع کے ساتھ ساتھ اجتماعیت کا رنگ نمایاں ہے۔ اس میں قدیم علمی مباحث کی بجائے امت کو درپیش زندہ مسائل کے حل میں رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ عصر حاضر کی ضرورتوں کو سمجھنے اور ان کے لیے راہ عمل کی طرف رہنمائی فراہم کرنے میں شاید اس کا کوئی ثانی ہو۔ اس علمی جریدہ نے مختلف حوالوں سے اپنی خصوصی اشاعتوں میں فکری رہنما کا کردار ادا کیا ہے۔ یہ رسالہ علمی ودینی جرائد میں نمایاں مقام رکھتا ہے۔ اور دیگر رسائل میں منفرد اور جداگانہ حیثیت کا حامل ہے۔

موضوع کی اہمیت:

اسلام کی نظر میں جہاں مرد وعورت کی تخلیق کا مقصد معاشرتی زندگی کی رونق کو دوبالا کرنا ہے۔ وہاں اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ انسان کی عائلی زندگی کو مضبوط اور مستحکم بنایا جائے کیونکہ عائلی نظام کے استحکام کا دیگر نظام ہائے زندگی کی درستی کا دارومدار ہے۔ عائلی زندگی خاندان کی بنیاد ہے۔ اور معاشرتی زندگی کا ابتدائی پتھر ہے۔ جس سے سارا معاشرہ تعمیر کی قوت حاصل کرتا ہے۔ خاندان میں مرد وعورت اور میاں بیوی بھی شامل ہیں ان تمام لوگوں کا آپس میں گہرا اور مضبوط تعلق ہی پورے معاشرے کے اطمینان وسکون کا باعث بنتا ہے۔ ان رشتوں کی مضبوطی کی بناء پر عائلی زندگی مضبوط ہوتی ہے۔ آج کے اس پرفتن دور میں امت مسلمہ بے شمار عائلی مسائل کا شکار ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس بات کا جائزہ لیا جائے کہ ماہنامہ محدث میں شائع ہونے والے عائلی زندگی سے متعلقہ مضامین کا کیا کردار ہے۔ یہ تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ یقینا امت مسلمہ کو درپیش عائلی مسائل کے حل میں رہنمائی فراہم کرے گا۔ مقالہ نگار نے اس موضوع کا انتخاب اس لیے کیا ہے تاکہ ماہنامہ محدث کی علمی خدمات کا جائزہ لیا جاسکے۔ اور دیگر دینی رسائل وجرائد میں اس کا کیا امتیاز ہے واضح کیا جاسکے۔ اگر اس رسالہ میں عائلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضامین کو دیکھا جائے تو واقعی یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ اس رسالہ کی اہمیت کو واضح کیا جائے تاکہ اس سے بہتر انداز میں استفادہ کیا جاسکے۔ موضوع کی اسی اہمیت کے پیش نظر مقالہ نگار نے یہ موضوع منتخب کیا ہے۔

سابقہ تحقیقی کام کا جائزہ:

دین اسلام کی ترویج واشاعت میں دینی رسائل وجرائد نے نہایت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ان رسائل وجرائد پر ایم فل اور پی ایچ ڈی کی سطح کے مقالہ جات لکھے جاچکے ہیں مثلا

ماہنامہ ترجمان القرآن کا اشاریہ (1977 تا 1993) مقالہ نگار: فہمیدہ صدیق، نگران مقالہ: مسسز نگہت منصور، ادارہ یونیورسٹی آف پنجاب لاہور، 1993۔

ماہنامہ المذاہب لاہور ایک جائزہ، محققہ: درخشاں ذوالفقار، نگران: ڈاکٹر محمد عبد اللہ، علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی۔

مجلہ منہاج خصوصی شمارے (تعارف وتجزیہ)، محققہ: سونیہ مبارک علی، نگران ڈاکٹر عبد اللہ، علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی۔

جہاں تک اس موضوع کا تعلق ہے جو راقمہ نے اپنے ذمہ لیا ہے اس پر اس سے قبل کام نہیں ہوا۔ اس پر تحقیقی کام کی ضرورت تھی۔

اہداف ومقاصد:

اس تحقیق کے اہداف ومقاصد درج ذیل ہیں:

1. دینی رسائل وجرائد میں ماہنامہ محدث کی اہمیت کو اجاگر کرنا۔
2. اس میں شامل ہونے والے عصری عائلی مسائل کا تجزیہ ومطالعہ کرنا۔
3. عصر حاضر میں عائلی مسائل کے خاندان پر اثرات ونتائج کا جائزہ لینا۔

بنیادی سوال:

ماہنامہ محدث میں شائع ہونے والے عائلی زندگی سے متعلقہ مضامین امت مسلمہ کے مسائل کو حل کرنے میں کیا کردار ادا کرتے ہیں؟

فرضیہ تحقیق:

- ہمارا معاشرہ عمومی طور پر عائلی زندگی سے متعلقہ مسائل کے حوالے ناواقف ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- موجودہ عائلی نظام میں خرابیاں موجود ہیں۔ عائلی زندگی کے فرائض کے بارے میں تربیت کا اہتمام موجود نہیں ہے۔
- زوجین میں باہم حسن سلوک کا فقدان ہے۔

اسلوب تحقیق:

اس موضوع پر تحقیق کے دوران حسب ذیل اسلوب اختیار کیا جائے گا:

- موجودہ تحریری مواد اور حاصل شدہ مواد کو منضبط کر کے ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ جو ضمنی فصول پر مشتمل ہیں۔
- دوران تحقیق بنیادی ماخذ تک رسائی کا انتظام کیا گیا ہے۔
- تحقیق کرتے وقت تجزیاتی و تحقیقی مطالعہ کا اہتمام کیا گیا ہے تا کہ پوری وضاحت ہو سکے۔
- حوالے فٹ نوٹ میں دیئے گئے ہیں۔
- حوالے دیتے وقت پہلے مصنف کا نام، پھر کتاب کا نام بعد ازاں جلد نمبر اگر ہے تو، پھر صفحہ نمبر، جلد اور صفحہ نمبر کو 1/35 کے انداز میں لکھا گیا ہے۔ حدیث کا حوالہ دیتے ہوئے کتاب کا نام اور باب کے نام کے بعد حدیث کا نمبر درج کیا گیا ہے۔
- متن میں مصنف کا نام آنے کی صورت میں دوبارہ مصنف کا نام درج نہیں کیا گیا
- آیت کا حوالہ دیتے ہوئے سورت کا نام اور آیت کا نمبر درج کیا گیا ہے۔ مثلاً الفاتحہ:5
- مقالہ کے آخر میں گفتگو کو سمیٹتے ہوئے خلاصہ بحث تحریر کیا گیا ہے۔
- آخر میں مصادر و مراجع درج کیے گئے ہیں۔

مقام و سہولیات:

یہ تحقیقی کام شعبہ علوم اسلامیہ یونیورسٹی آف اوکاڑا کے اساتذہ کرام کی زیر نگرانی کیا گیا ہے۔ اس کام کے لیے مندرجہ ذیل سہولیات سے استفادہ کیا گیا ہے۔ لائبریریاں، رسائل و جرائد، انٹرنیٹ وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ابواب وفصول:

یہ مقالہ تین ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اوّل: ماہنامہ محدث کا تعارف ہے۔ یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں 'مجلس التحقیق الاسلامی' کا قیام اور خدمات بیان کی گئی ہیں۔

فصل دوم ماہنامہ 'محدث' کے آغاز وارتقاء پر مشتمل ہے۔

فصل سوم میں ماہنامہ 'محدث' کے اغراض ومقاصد بیان کیے گئے ہیں۔

باب دوم: عائلی نظام کا تعارف واہمیت سے متعلق ہے۔ یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے۔

فصل اوّل میں عائلی زندگی ارتقاء اور اہمیت

فصل دوم میں عائلی نظام کی اہمیت اور اسلامی تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔

فصل سوم میں عائلی مسائل کی وجوہ اور اسباب بیان کیے گئے ہیں۔

باب سوم: ماہنامہ محدث میں شائع ہونے والے عائلی مضامین کو بیان کرنے کے بعد ان کا تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ یہ باب تین فصول پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں نکاح سے متعلقہ مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

فصل دوم میں طلاق سے متعلقہ مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

فصل سوم میں متفرق عائلی مسائل کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان کا تحقیقی جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست

باب أول: ماہنامہ محدث کا تعارف 1

فصل أول: مجلس التحقیق الاسلامی کا قیام اور خدمات 2

'مجلس التحقیق الاسلامی 'کا قیام اور خدمات 3

'مجلس التحقیق الاسلامی 'کا قیام: 3

'مجلس التحقیق الاسلامی 'کی خدمات: 3

'مجلس التحقیق الاسلامی 'کی لائبریری(المکتبہ الرحمانیہ):.....................................4

جامعہ لاہور الاسلامیہ: 4

المعہد العالی للشریعہ والقضاء:..5

موسوعۃ قضائیہ:Encyclopedia of Islamic Judgments..................................6

'مجلس التحقیق الاسلامی 'کی ویب سائٹ:www.kitabosunnat.com:.........................6

تراجم و تصانیف: 7

ماہنامہ 'محدث' : 7

فصل دوم: ماہنامہ محدث کا آغازوارتقاءاور مجلس ادارت 8

ماہنامہ محدث کا آغازوارتقاء: 9

مجلس ادارت: 13

فصل سوم :ماہنامہ'محدث' کے اغراض و مقاصد 17

ماہنامہ'محدث' کے اغراض و مقاصد..18

ا۔عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل : 18

(۲)علوم قدیم و جدید سے واقفیت اور مذہبی روایات کی پاسداری: 21

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳)رواداری کا جذبہ اور حمیت و غیرت دینی کا حسین امتزاج: 22

تبلیغ دین میں حکمت عملی مگر حلال و حرام کے امتیاز میں رواداری سے اجتناب: 23

(۵)آئین و سیاست کا امتزاج: 25

(۶) جاہلیت اور باطل کا تعاقب عین جہاد: 26

باب دوم: عائلی نظام کا تعارف واہمیت 29

فصل اول:عائلی زندگی ارتقاء و اہمیت 30

لغوی مفہوم : 32

اصطلاحی مفہوم: 33

عائلی نظام کا آغازوارتقاء: 34

عائلی زندگی۔۔۔۔نفسیاتی ضرورت : 37

عائلی زندگی۔۔۔۔روحانی ضرورت : 37

عائلی زندگی۔۔۔اوّلین معاشرتی نظم: 38

تعمیر اقوام کا بنیادی ادارہ : 38

فصل دوم: عائلی نظام کی اہمیت اور اسلامی تعلیمات 40

مختلف معاشرے اور عورت کی حیثیت : 43

عہد جاہلیت میں عورت کی حیثیت : 45

عائلی زندگی میں عورت کا مقام اور اسلام : 45

فصل سوم: عصری عائلی مسائل۔وجوہ واسباب 49

عصری مسائل سے مراد 50

عصری کا مفہوم: 50

عصری عائلی مسائل کی نوعیت اور دائرہ کار کا تعین: 50

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عائلی زندگی کی تشکیل سے متعلقہ مسائل:.....51

عائلی ادارہ کی تنظیم سے متعلقہ مسائل:.....52

زوجین کی علیحدگی سے متعلقہ مسائل:.....52

عصری عائلی صورت حال:.....52

پاکستان اور عصری صورت حال:.....53

عائلی مسائل میں روز افزوں اضافہ:.....56

عائلی مسائل میں اضافہ کی وجوہات:.....57

اسلامی تعلیمات سے بے نیازی:.....57

عائلی فرائض سے عدم توجہی:.....58

حسن سلوک کا فقدان:.....59

قوامیت کا نامناسب استعمال:.....60

بلاوجہ غیرت اوراشتعال:.....60

ازدواجی فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی:.....61

عورت کی گھریلو ذمہ داریو ں سے لاپرواہی:.....61

عورت کی ملازمت:.....62

زوجین کے انتخاب کے معیار:.....63

علاقائی رسوم و رواج کی پیروی:.....64

دیگر اقوام کے ساتھ معاشرت کے اثرات:.....65

حقوق نسواں سے خواتین کی ناواقفیت:.....66

پیچیدہ عدالتی نظام:.....67

دونوں خاندانوں کا معاندانہ رویہ:.....68

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عائلی بگاڑ اور شیطانی حربے: 69

ذرائع ابلاغ کے اثرات: 71

باب سوم: ماہنامہ محدث کے عائلی مضامین کا تحقیقی جائزہ 74

فصل اوّل:نکاح سے متعلقہ مسائل 75

نکاح کی تعریف: 76

نکاح کا حکم: 76

ماہنامہ محدث میں نکاح کے موضوع پر چھپنے والے فتاوٰی جات: 77

(1)نکاح نامے پر دستخط کر کے زبان سے قبول نہ کرنے والے دولہا کا نکاح 78

تحقیقی جائزہ: 80

(2)بلا اجازت لڑکی کا نکاح 81

تحقیقی جائزہ: 82

(3)مزنیہ عورت کی بیٹی سے نکاح کی شرعی حیثیت 83

تحقیقی جائزہ: 84

(4)مساجد میں نکاح کی شرعی حیثیت 85

تحقیقی جائزہ: 89

فصل دوم:طلاق سے متعلقہ مسائل 90

طلاق کا مفہوم: 91

ماہنامہ ''محدث ''میں طلاق کے موضوع پر چھپنے والے مضامین: 92

(1)تین طلاقوں کا مسئلہ کتاب و سنت کی روشنی میں 93

دلائل قرآن کریم : 96

دلائل احادیث مبارکہ: 97

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا اکٹھی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا اجماع کے خلاف ہے؟ 98
تحقیقی جائزہ: 101
(2)عورت کو حق طلاق تفویض کرنا شریعت میں تبدیلی ہے 103
علمائے احناف کا فقہی جمود، خُلع کا انکار 106
فقہائے احناف کی شریعت سازی 106
کون سی شرطیں قابل اعتبار یا ناقابل اعتبار ہیں؟ 107
عہدِ رسالت کا ایک واقعہ اور فیصلہ کن فرمانِ رسول ﷺ 107
پہلا اشکال اور اس کی وضاحت 109
تحقیقی جائزہ: 114
(3)مجبوری کی طلاق کا شرعی حکم 117
طلاق کی شرعی تعریف 118
اَحناف اور ان کے مؤیدین کے دلائل 121
تحقیقی جائزہ: 125
(4)غصّہ کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم 127
غضب کی تعریف 127
غصے کی حالتیں 127
مذکورہ دلائل کا جائزہ 129
فریق ثانی کے دلائل 130
راجح موقف 131
خلاصہ 131
تحقیقی جائزہ: 132

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)ایک مجلس کی تین طلاقیں اور بھارتی سپریم کورٹ کا فیصلہ 133

مذاہب اربعہ کا متفقہ موقف... تاکید کے طور پر "تین طلاقیں ، ایک ہی طلاق ہے"! 135

فقہ حنبلی کا فتوٰی: 136

فقہ ظاہری کا فتوٰی 136

مسلم ممالک میں طلاق کا قانون 137

تحقیقی جائزہ 139

(6) طلاق کے ضروری مسائل و اقسام 141

طلاق دینے کا صحیح طریقہ اور غلط طریقے سے پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کا حل 141

طلاق اور اس کا طریقہ 143

عورت کو اپنا رویہ صحیح رکھنا چاہیے! 145

طلاق کی قسمیں 145

احناف کی بیان کردہ طلاق کی تین قسمیں 146

'طلاقِ حسن' طلاق کی بد ترین قسم ہے! 146

تحقیقی جا ئزہ: 148

خلع کی تعریف: 150

(7)کیا عورت عدالت سے خلع حاصل نہیں کر سکتی؟ 151

خلع ... قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں 153

خلع (یعنی افتراق)اور طلاق میں فرق 157

تحقیقی جائزہ: 159

فصل سوم:متفرق عائلی مسائل 161

(1)اسلام میں نسب ونسل کا تحفظ 162

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نسب کا تحفظ الہامی شریعتوں کا ہی امتیاز ہے!..... 163
نسب صرف 'باپ' کے لئے..... 164
زنا کی صورت میں 'نسب' کس کے لئے؟..... 166
فقہا کا نقطہ نظر..... 167
ولد الزنا کس کو دیا جائے؟..... 168
قیافہ، ڈی این اے (v)وغیرہ کی حیثیت..... 169
قرعہ اندازی..... 172
تحقیقی جائزہ:..... 173
(2)حلالہ ملعونہ مروّجہ کا قرآن کریم سے جواز؟..... 176
تحقیقی جائزہ:..... 183
(3)"غیرت کے نام پر قتل" اور شریعت اسلامیہ..... 185
'غیرت' کی تعریف..... 185
غیرت کے نام پر قتل کو قتل عمد قرار دینا...؟..... 186
قتل عمد کی سزا کے لیے مقتول کا معصوم الدم ہوناضروری ہے..... 187
سفارشات..... 188
خلاصہ..... 189
تحقیقی جائزہ..... 190
(4)شادی بیاہ کے رسوم ورواج..... 193
دکھلاوے اور نمودونمائش کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟..... 196
دین دار عورت، دین داروں کے لیے فتنہ نہیں ہے!..... 197
تحقیقی جائزہ..... 201

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)رجم کی حد... سنتِ نبویہ کی روشنی میں 203
ا قوالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 203
فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم..... 204
تحقیقی جائزہ..... 208
ماحاصل / نتائج 209
ماحاصل / نتائج..... 210
سفارشات / آراء و تجاویز 213
رسائل وجرائد..... 215
فہارس..... 216
فہرست آیات 217
فہرست احادیث 220
فہرست اماکن 223
فہرست اعلام 223
مصادرومراجع..... 227

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل: ماہنامہ محدث کا تعارف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اوّل: مجلس التحقیق الاسلامی کا قیام اور خدمات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'مجلس التحقیق الاسلامی' کا قیام اور خدمات

ائمہ و محدثین کی روایات کی حامل 'مجلس التحقیق الاسلامی' کتاب و سنت کی تعلیم اور تبلیغ و اشاعت کا ادارہ ہے۔ جو اسلامی فکر کی نشر و اشاعت سے مسلم تہذیب و تمدن کے حامل معاشرہ کا خواہاں ہے۔ تاکہ ملحدانہ خیالات اور لادین رجحانات پر قابو پاکر نور ایمانی اور اخلاقی اقدار کو فروغ دیا جائے۔ اس طرح صحیح معنوں میں ملت اسلامیہ کی تشکیل سے دین فطرت کا نفاذ ہو اور انفرادی اور اجتماعی کوششوں کو اس نقطہ پر مرکوز کر کے کتاب و سنت کی تمام مروجہ آئین و قوانین پر بالادستی بحال ہو سکے۔ مجلس کی نظر میں عوامی زندگی میں بامقصد اور مفید تعلیم کے لیے قدیم و جدید علوم کا امتیاز ختم کرنا ہو یا حکومتی سطح پر وضعی قانون اور اسلامی شریعت کی ثنویت دور کرنا، اللہ تعالیٰ کی آخری اور مکمل کتاب زندگی 'قرآن کریم' کو آئین بنائے بغیر ممکن نہیں جس کی واحد الہامی تعبیر حدیث پاک ہے۔ اسی فکر و منہاج کا ترجمان مجلس کا آرگن 'محدث' ہے۔

'مجلس التحقیق الاسلامی' کا قیام:

حافظ عبدالرحمٰن مدنی، حافظ ثناءاللہ مدنی اور مولانا عبدالسلام کیلانی، تینوں اشخاص باہم گہرے دوست اور جامعہ اسلامیہ مدینہ یونیورسٹی سے فارغ التحصیل ہیں۔ مذکورہ حضرات جب مدینہ یونیورسٹی میں زیر تعلیم تھے تو اسی دوران آپ کا ارادہ تھا کہ پاکستان واپس جا کر وہ ایسا تحقیقی مرکز قائم کریں جو الاعتصام بالکتاب والسنہ کے اصول پر وحی کی روشنی میں آزادانہ تحقیق کرے۔ چنانچہ مدینہ یونیورسٹی سے سند فراغت حاصل کر کے جب یہ حضرات واپس پاکستان آئے تو اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کی غرض سے ۱۹۷۰ء میں ادارہ قائم کیا۔ جس کا نام غور و فکر اور بحث و تمحیص کے بعد 'مجلس التحقیق الاسلامی' طے پایا۔ ادارے کے نام سے اس کا مقصد واضح تھا کہ یہاں اسلامی موضوعات پر ریسرچ ہو گی۔ اور تصنیف و تالیف کا کام بھی ہو گا۔ 'مجلس' کا قیام، نظریاتی، علمی و فکری لحاظ سے اسلام کی خدمات کے لیے عمل میں آیا۔[1]

'مجلس التحقیق الاسلامی' کی خدمات:

چوالیس سالہ عرصہ میں 'مجلس التحقیق الاسلامی' نے دین کی اشاعت و ترویج کے لیے جو گرانقدر خدمات سر انجام دی ہیں ان کی مختصر تفصیل کچھ یوں ہے:

---

[1] ماہنامہ 'رشد' جلد ۲۱، شمارہ ۱، لاہور، جامعہ لاہور الاسلامیہ، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۲۔۸۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'مجلس التحقیق الاسلامی' کی لائبریری (المکتبہ الرحمانیہ):

علم و تحقیق کے کام کے لیے لائبریری ایک ناگزیر ضرورت ہے۔اس ضرورت کے پیش نظر 'مجلس التحقیق الاسلامی' نے اپنے دفتر[1] میں ایک عظیم لائبریری، مکتبہ رحمانیہ کے نام سے قائم کی ہے اس لائبریری کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں موجود کتب میں 80٪ سے زائد عربی زبان میں ہیں اور تمام تر کتب کا تعلق قرآن و سنت کے متعلق علوم سے ہے۔ یہاں ۳۵ ہزار سے زائد کتابوں کے نسخے موجود ہیں۔ تفاسیر کی تعداد سینکڑوں میں ہے۔اور سب کی سب عربی میں ہیں۔اس کے علاوہ اصول تفسیر، حدیث، اصول حدیث، علم الرجال اوار فقہا اربعہ کی تصنیفات اور ان کی تشریحات یہاں موجود ہیں۔ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ایک شخص کتاب و سنت پر کوئی تحقیقی کام کرنا چاہتا ہے تو اس ایک کتب خانہ میں تمام مسالک اور تمام فقہا کی بنیادی کتب دستیاب ہو سکتی ہیں۔ 'مجلس التحقیق الاسلامی' کا یہ عظیم کتب خانہ اس حوالہ سے بھی نادر ہے ملک کی معروف یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی، ایم فل، اور ایم اے عربی اور اسلامیات کے طلباء تحقیق کی غرض سے اس لائبریری کا رخ کرتے ہیں۔اور اہم بات یہ ہے کہ ان طلباء کی رہنمائی کے لیے یہاں ریسرچ سکالرز بھی موجود رہتے ہیں۔اس لائبریری کا بڑا امتیاز اس کا شعبہ رسائل و جرائد ہے۔ جس میں اس وقت ایک لاکھ سے زائد رسائل و جرائد موجود ہیں۔ آٹھ سو ٹائٹل یہاں موجود ہیں۔اور بہت بڑی تعداد میں ایسے رسائل بھی ہیں جن کی مکمل جلدیں محفوظ ہیں۔ کمپیوٹر کی سہولت کے باعث کم و بیش ۲۰ ہزار کتب مکمل طور پر ڈیجیٹل حالت میں موجود ہیں۔لائبریری کے شعبہ رسائل و جرائد کی محنت شاقہ کے نتیجے میں ملک کے ۶۰ اہم رسائل کے اشاریے تیار شدہ حالت میں دستیاب ہیں۔[2]

جامعہ لاہور الاسلامیہ:

یہ دین کی اعلیٰ تعلیم و تربیت کا ادارہ ہے۔ جو ۹۱ بابر بلاک گارڈن ٹاؤن لاہور میں واقع ہے۔ یہ مدرسہ رحمانیہ سے ارتقائی مراحل طے کرتا ہوا جامعہ لاہور الاسلامیہ تک پہنچا ہے۔ یہ 'مجلس التحقیق الاسلامی' کی تمام تر تعلیمی اور تربیتی مساعی کو لاہور جیسے علم و ادب کے مرکز میں منضبط کرتا ہے۔ یہ دینی مدارس کو جدید تعلیمی تجربات کی روشنی میں مختلف مراحل میں منظم کرنے کی ایک تحریک ہے۔ جامعہ لاہور الاسلامیہ پاکستان میں مروجہ دینی اور دنیاوی نصاب ہائے تعلیم کا امتزاج کر کے ایسا مثالی نصاب و نظام تشکیل دیا گیا ہے جو عالم عرب کی مشہور یونیورسٹیوں کے ساتھ ہم آہنگ ہے۔ جامعہ ہذا کا مدینہ یونیورسٹی، ام القری یونیورسٹی

---

[1] مجلس التحقیق الاسلامی کا دفتر ۹۹ جے ماڈل ٹاؤن لاہور میں واقع ہے

[2] انٹرویو: ڈاکٹر محمد حسن مدنی، مدیر ماہنامہ 'محدث'، لاہور، بمقام: شعبہ علوم اسلامیہ شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مکہ مکرمہ اور امام محمد بن سعود یونیورسٹی ریاض کے ساتھ معادلہ ہے ۲۰۱۳ء سے جامعہ مذکورہ میں ایم فل علوم اسلامیہ کی کلاسز کا باقاعدہ آغاز ہو چکا ہے۔[1]

المعہد العالی للشریعہ والقضاء:

جنرل ضیاء الحق کے دور میں نفاذ شریعت کا نعرہ بڑے زور و شور سے بلند ہوا اور اس کے لیے اسلامی عدالتوں کا قیام عمل میں لانے کا اعلان ہوا تو اسلامی قانون کے ماہرین کی ضرورت بھی سامنے آئی۔ عدالتی میدان میں رجال کار کی فراہمی اور انہیں شریعت سے روشناس کرانے کے لیے 'مجلس التحقیق الاسلامی' نے جامعہ لاہور الاسلامیہ کے زیر اہتمام ۱۹۸۱ء میں المعہد العالی للشریعہ والقضاء(Institute of Higher Studies in shariah and judiciary) قائم کی۔[2]

ادارے نے شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز جو ان دنوں سعودی عرب کے مفتی اعظم تھے، کے تعاون سے سعودی یونیورسٹی کے سکالرشپ منظور کروائے تاکہ علماء اور قانون دانوں کی عملی کمزوریاں دور کر کے مزید تعلیم کی غرض سے سعودی یونیورسٹیز میں بھیجا جائے۔ اس امتزاجی تعلیم کی غرض سے ایک سالہ سرٹیفکیٹ کورس اور دو سالہ ڈپلومہ کورس کرائے گئے جس کی بنیاد پر انہیں سعودی یونیورسٹیز کے لیے منتخب کیا جاتا۔ علماء اور قانون دانوں کے الگ الگ کورسز کرائے گئے۔ علماء اور قانون دانوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے لیے کئی کلاسز اکٹھی بھی ہوئیں۔ بقول عبدالرحمٰن مدنی ہمارے پہلے بیچ[3] سے جو حضرات سکالرشپ پر سعودی عرب کی مختلف یونیورسٹیز میں گئے ان کی تعداد ۵۸ تھی۔[4]

المعہد العالی للشریعہ والقضاء میں شریعت اور قانون کی اعلیٰ تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کے مستقل اور مہمان اساتذہ میں یونیورسٹیز کے پروفیسرز، جج صاحبان اور ماہرین قانون کے علاوہ ان علماء کی تعداد زیادہ ہے جو پاکستان میں دینی تعلیم مکمل کرنے کے بعد سعودی عرب اور مصر کی یونیورسٹیز سے اپنے مضامین میں اختصاصی تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ اور علمی و تعلیمی میدان میں وسیع تجربہ رکھتے ہیں۔[5]

---

[1] 'محدث'، جلد ۱۱، شمارہ ۹، لاہور، مجلس التحقیق الاسلامی، جولائی ۱۹۸۱ء، ص ۶۶؛ ایضاً، جلد ۳۸، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۶ء، ص ۱؛ ایضاً، جلد ۱۱، شمارہ ۹، جولائی ۱۹۸۱ء، ص ۱۷؛ ایضاً، جلد ۳۸، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۶ء، ص ۱

[2] 'محدث'، جلد ۲۱، شمارہ ۵، مئی ۲۰۰۳ء، ص ۸۶

[3] المعہد العالی للشریعہ والقضاء کے پہلے بیچ میں ۱۸۷ علماء، وکلاء اور ججز تھے

[4] 'رشد'، جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۵۔۸۹۶

[5] 'محدث'، جلد ۱۲، شمارہ ۸، ۷، مئی، جون ۱۹۸۲ء، ص ۸۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موسوعۃ قضائیہ: Encyclopedia of Islamic Judgments

معہد العالی کے قیام اور تحریک کے باعث قانون کے ماہرین کی ایک بڑی تعداد 'مجلس التحقیق الاسلامی' سے وابستہ ہو چکی ہے۔ چنانچہ 'مجلس' نے عظیم منصوبہ تیار کیا کہ عہد رسالت سے لے کر دور حاضر تک اسلام کے نام پر ہونے والے فیصلے جمع کیے جائیں۔ اس منصوبے پر عمل درآمد ۱۹۹۵ء سے تاحال جاری ہے۔ اس کام میں 'مجلس' سے منسلک علماء کی ٹیم کے ساتھ جسٹس (ر) خلیل الرحمٰن، جسٹس (ر) رفیق تارڑ (سابقہ صدر پاکستان)، جسٹس (ر) عبدالقدیر، جسٹس (ر) قربان صادق، جسٹس (ر) منیر مغل پیش پیش رہے ہیں۔ اس پراجیکٹ کا نام الموسوعۃ قضائیہ رکھا گیا ہے۔ منصوبہ مذکورہ پر 'مجلس' نے انتھک کام کر کے عہد رسالت اور خلفائے راشدین تک کے ادوار کے عدالتی فیصلے جمع کیے جا چکے ہیں اور مزید کام جاری ہے۔ اس منصوبے کی نظر ثانی اور دوسری زبانوں میں منتقلی کرنے کے لیے 'مجلس' کے ساتھ سعودی عرب، سوڈان اور مراکش بھی کر رہے ہیں۔[1]

'مجلس التحقیق الاسلامی' کی ویب سائٹ: www.kitabosunnat.com:

'مجلس التحقیق الاسلامی' ماہنامہ 'محدث' اور 'مجلس' سے متعلقہ حضرات کی اپنی ویب سائٹس موجود ہیں۔ 'مجلس التحقیق الاسلامی' کی اپنی ویب سائٹ کا نام www.kitabosunnat.com ہے جو مندرجہ ذیل خدمات سرانجام دے رہی ہے:

(۱) اردو زبان میں آن لائن اسلامی لٹریچر پر مبنی بہترین اور مستند مواد کی فراہمی

(۲) موضوعاتی انڈیکس کے ساتھ ہر موضوع پر چند علماء کی تصانیف و مضامین

(۳) کتب اور مضامین کی فری ڈاؤن لوڈنگ کی سہولت

(۴) شرعی رہنمائی کے لیے آن لائن فتویٰ کی سہولت

(۵) تلاوت قرآن کریم، نظمیں، تقاریر و دروس پر مبنی آڈیو، وڈیو سیکشن

(۶) مختلف آن لائن اسلامک سافٹ ویئر اور آن لائن لائبریری

(۷) آن لائن ماہنامہ ''محدث'' ہفت روزہ '' الاعتصام'' اور ماہنامہ ''رشد''[2]

---

[1] 'رشد'، جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۸

[2] ایضاً، ص ۹۰۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تراجم و تصانیف:

بین الاقوامی سطح پر اسلام کے تعارف اور اسلام پر ریسرچ کے کام کے آگے بڑھانے کے لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلامیات کی اہم تصانیف کا ترجمہ ایک زبان سے دوسری زبان میں ہو، تاکہ زبان کی اجنبیت اسلامی مفکرین کے خیالات کے استفادہ کی راہ میں رکاوٹ نہ بنے۔

'مجلس التحقیق الاسلامی' نے اصول تفسیر، حدیث اور فقہ پر اساسی لٹریچر مہیا کرنے کا پروگرام بنا رکھا ہے۔ اس پروگرام کے تحت مذکورہ موضوعات پر تحریر کردہ بنیادی تصانیف کے اردو تراجم کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اس ضمن میں حدیث کی دو جلدوں پر مشتمل مشہور کتاب تدریب الراوی (جلال الدین سیوطی) کا اردو ترجمہ جس کی مراجعت کئی اہل علم سے کروائی گئی ہے، چھپ چکا ہے۔ اسی طرح فقہ کی جامع ترین کتاب ارشاد الفحول (شوکانی) کا اردو ترجمہ اصول فقہ کے مخصص استاد مولانا زید احمد سے کروایا گیا ہے جو نظر ثانی اور اضافہ کے ساتھ تیار ہے۔[1]

کتب مذکورہ کے علاوہ چند دیگر مطبوعات درج ذیل ہیں:

'جادوگروں کا قلع قمع کرنے والی تلوار'، تعدد ازواج اور متعلقہ مسائل، ماہنامہ 'محدث' کا سود نمبر، ماہنامہ 'محدث' کا خلافت و جمہوریت نمبر، ماہنامہ 'محدث' کا رسول مقبول نمبر (۲ جلدیں)، ماہنامہ 'محدث' کا فتنہ انکار حدیث نمبر، حجیت حدیث از شیخ ناصر الدین البانی۔

ماہنامہ 'محدث':

'مجلس التحقیق الاسلامی' نے اپنے تحقیقی کام کا آغاز دسمبر ۱۹۷۰ء میں ماہنامہ 'محدث' کے اجراء کے ساتھ کیا۔ دوسرے لفظوں میں 'محدث' 'مجلس التحقیق الاسلامی' کا عملی و تحقیقی آرگن ہے۔ یہ ایک علمی و اصلاحی مجلہ ہے۔ اس میں شائع ہونے والا تحقیقی کام بلا امتیاز مسلک شائع ہوتا ہے۔ یہ جریدہ علمی حلقوں میں ایک مقام رکھتا ہے۔ 'محدث' کے آغاز کے متعلق حافظ عبد الرحمٰن مدنی کہتے ہیں:

> "ہم نے ۱۹۷۰ء میں ہی ایک ماہوار مجلہ 'محدث' شروع کر دیا تھا جس میں اجتماعی فتویٰ کے علاوہ تحقیقی مقالے بھی شائع کیے جاتے۔ مزید برآں ہماری کوشش ہوتی کہ ہر بات حوالہ کے ساتھ درج کی جائے 'محدث' کے نام کا تقاضا بھی یہی تھا۔"[2]

پس معلوم ہوا کہ 'مجلس التحقیق الاسلامی' اشاعت دین کے لیے کوشاں اور سرگرداں ہے۔

---

[1] 'رشد'، جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۹

[2] 'رشد'، جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۴

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم: ماہنامہ محدث کا آغاز وارتقاء اور مجلس ادارت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ محدث کا آغاز وارتقاء:

اردو زبان میں علمی و دینی رسائل موجود ہیں پھر بھی خالص محدثانہ منہج پر شائع ہونے والے رسائل کی کمی ہے۔اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ تحقیقی ذوق اب کم ہی رہ گیا ہے۔ایسے میں کسی علمی و تحقیقی مجلہ کے لیے مقالات کا فراہم ہونا اور مسلسل فراہم ہوتے رہنا دشواری نہیں ناممکن بھی ہے۔لیکن اس کے باوجود یہ علمی ضرورت ہی نہیں خالص دینی ضرورت بھی ہے۔اس کی تکمیل کی لازماً کوشش ہونی چاہیے۔دوسرے یہ کہ ادارے کے علمی کام کو آگے بڑھانے اور اہل علم سے ربط پیدا کرنے کا یہ ایک باوقار اور موثر ذریعہ بھی ہے۔اس کے بغیر تحقیقی اور تصنیفی ادارہ کی شناخت ہی مشکل ہے۔

بہر حال جب یہ بات طے ہوگئی ہے کہ 'مجلس التحقیق الاسلامی' کے ترجمان کی ضرورت ہے تو اس کے نام پر غور ہوا اور 'محدث' کے نام سے اس کا ڈکلیریشن حاصل کیا گیا۔یوں دسمبر ۱۹۷۰ء میں ماہنامہ 'محدث' کا اجراء ہوا۔[1]

'محدث' کے لیے خوش آئند بات یہ ہے کہ اس کو اپنے آغاز سے ہی علماء وفضلاء اور ملک کی معروف یونیورسٹیوں کے سکالر کا قابل قدر تعاون حاصل رہا ہے۔انہوں نے بعض قدیم مسائل کی وضاحت فرمائی ہے موجودہ حالات میں جن کی رہنمائی کی شدید ضرورت تھی۔اس طرح 'محدث' کو بہت ہی وقیع، قابل قدر مقالہ نگاروں کا تعاون حاصل ہے اور ان کا ایک حلقہ وجود میں آگیا ہے۔'محدث' میں جن معروف علماء سکالرز کے مقالات ومضامین شائع ہوتے ہیں ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

(۱)ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنی (مدیر اعلیٰ ماہنامہ 'محدث')

(۲)حافظ ثناء اللہ مدنی (فاضل مدینہ یونیورسٹی، شیخ الحدیث جامعہ لاہور الاسلامیہ)

(۳)مولانا عزیز زبیدی (سابق استاد جامعہ لاہور الاسلامیہ)

(۴)حافظ صلاح الدین یوسف (مصنف تفسیر احسن البیان)

(۵)مولانا عبدالرحمن کیلانی (مصنف تفسیر تیسیر القرآن)

(۶)ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر (چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ سرگودھا یونیورسٹی)

(۷)مفتی محمد عبدہ الفلاح (مصنف تفسیر اشرف الحواشی)

(۸)ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر (سابق استاذ الحدیث، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

(۹)مولانا عبدالغفار حسن (سابق استاذ الحدیث جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ)

(۱۰)ڈاکٹر حافظ محمود اختر (چیئرمین شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور)

---

[1] 'رشد'، جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محدث کے مضامین و مقالات مبسوط ہوتے ہیں۔ بعض مقالات قسط وار بھی شائع ہوتے رہے ہیں۔ اس کے دامن علم میں اب تک تقریباً دو ہزار مقالات و مضامین نے جگہ پائی اور مقالہ نگار حضرات کی تعداد ۳۵۰ کے لگ بھگ ہے۔ جبکہ علوم الحدیث پر لکھنے والے مضامین نگاروں کی تعداد اے ہے۔

ان مقالہ نگار حضرات کی فہرست یہ ہے:

1. پروفیسر عبدالقیوم
2. محمد اسحاق زاہد
3. ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر
4. مولانا کریم بخش
5. ڈاکٹر حمید اللہ عبدالقادر
6. غازی عزیر
7. ڈاکٹر غزل کاشمیری
8. علی احمد چوہدری
9. ڈاکٹر حافظ محمد زبیر
10. زبیر علی زئی
11. ڈاکٹر محمد نعیم
12. محمد امین
13. عبدالحمید خان عباسی
14. محمد رفیق اثری
15. پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی
16. عبداللہ دامانوی
17. ڈاکٹر اسرائیل فاروقی
18. مفتی محمد عبدہ
19. ڈاکٹر حافظ عبدالرحمٰن مدنی
20. محب اللہ راشدی
37. زاہد الراشدی
38. ثناء اللہ بلتستانی
39. ضیاء اللہ برنی
40. عبدالمالک مجاہد
41. خالد بدرالدین
42. ظفر اقبال ملک
43. محمد سرور
44. عبدالشکور ظہیر
45. عمران ایوب لاہوری
46. ریاض الحسن نوری
47. عبدالمجیب
48. قاری محمد موسیٰ
49. محمود الرحمٰن فیصل
50. مولانا مسعود احمد
51. سمیع اللہ فراز
52. حافظ مبشر حسن
53. محمد اسحاق زاہد
54. مفتی محمد صدیق
55. مولانا کریم بخش
56. پروفیسر سلیم چشتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

21. پروفیسر ثناءاللہ خان
22. عصمت اللہ
23. مولانا عزیز زبیدی
24. محمد اسلم صدیقی
25. مولانا ابراہیم کمیر پوری
26. محمد زکریا الزکی
27. حافظ صلاح الدین یوسف
28. محمد خالد سیف
29. مولانا اکرام ساجد
30. فیض الرحمٰن ثوری
31. ارشاد الحق اثری
32. خالد ظفر اللہ
33. محمد دین قاسمی
34. علیم الدین چشتی
35. محمد لطیف چوہدری
36. عبدالخالق محمد صادق
57. غازی عزیر
58. صفی الرحمٰن مبارک پوری
59. علی احمد چوہدری
60. عبداللہ عابد
61. محمد رفیق چوہدری
62. ایم۔ایم۔اے
63. عبدالقدوس سلفی
64. شفیق مدنی
65. مولانا عبدالرشید عراقی
66. منظور احسن عباسی
67. مولانا عبدالرشید اظہر
68. رمضان سلفی
69. عبدالغفار احسن
70. عبدالسلام کیلانی
71. عطاءاللہ صدیقی

موثر رسائل و جرائد نے جہاں 'محدث' پر تبصرہ فرما کر اپنے حلقوں میں اسے متعارف کرایا وہاں اس کے ادارتی مقالات، مجلس التحریر اور قلمی معاونین کی علمی نگارشات کو اپنے مجلات میں شائع فرما کر دوسروں تک اس کی آواز پہنچائی۔[1]

مذکورہ بالا حوصلہ افزا امور نے ادارے کی انتظامیہ کو اعتماد و یقین کی دولت سے مالا مال کیا تاہم ان مشکلات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا جو مجلہ مذکورہ کو آغاز اجراء میں پیش آئیں جو کہ ابتدائی مراحل میں اکثر رسائل کو پیش آتی ہیں مثلاً مالی اور انتظامی مشکلات، قارئین کی محدود تعداد، کاغذ کی قیمت میں روز بروز اضافہ وغیرہ۔ نیز یہ کہ ادارہ پر 'محدث' کی اشاعت کے علاوہ جامعہ لاہور

[1] جن جرائد نے 'محدث' کے مضامین شائع کیے ان کی چند مثالیں ہفت روزہ، المنیر، فیصل آباد، رضاکار، لاہور، فاران، کراچی ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الاسلامیہ کی ذمہ داری بھی ہے۔[1] لیکن مسائل مذکورہ کے باوجود 'محدث' کامیابی سے شائع ہوتا رہا ہے۔ اور اس کی مقبولیت کا عالم یہ ہے کہ اسے علمی حلقوں کی ضرورت سمجھا جانے لگا ہے۔ اپنے مشمولات کے اعتبار سے 'محدث' میں ابتداء سے اب تک ہمہ گیر موضوعات پر مضامین و مقالات شائع ہوئے ہیں۔ یہ مضامین فکر و نظر، ادیان مذاہب، تحقیق و تنقید، حدیث و سنت، فقہ الحدیث، کتاب و حکمت، تاریخ و سیر، تذکرۃ المشاہیر، یاد رفتگان، دار الافتاء، اسلام اور سائنس، افکار و آراء، شعر و ادب، تبصرہ کتب وغیرہ کے موضوعات کے تحت شائع ہوتے رہے ہیں۔ ماہنامہ 'محدث' میں موضوعات کی ہمہ گیریت کے پیش نظر جس بھی شعبہ ہائے زندگی سے متعلق مضامین شائع ہوئے ہیں ان میں اسوہ رسول اور حدیث و سنت میں پیش کردہ منہج کو پروان چڑھایا گیا۔ بقول ڈاکٹر محمد حسن مدنی کہ حدیث کے مراد دو اصل حدیث بذات خود نہیں بلکہ صاحب القرآن، ذات رسالت مآب اور آپ کا پیغام ہے جسے اصطلاح میں حدیث کہتے ہیں۔ گویا محدث صاحب قرآن کے پیغام کو پروان چڑھانے کا کام سرانجام دے رہا ہے۔ اسی طرح جب رسالت مآب ہی مرکزی حیثیت رکھتی ہے تو آپ کی سیرت کو پھیلانا، آپ کے پیغام کا شعور پیدا کرنا اور منصب رسالت کی اہمیت اجاگر کرنا، رسالت مآب پر ہونے والے حملوں اور شبہات کا ازالہ کرنا، آپ کے لائے ہوئے دین پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کے خلاف دین کا دفاع کرنا، 'محدث' کا نصب العین رہا ہے۔[2]

محدث کے اجراء کو اہل علم و قلم نے علمی دنیا کے لیے فال نیک قرار دیا اور اس علمی مجلہ کو اپنے آغاز سفر سے ہی داد تحسین اور اس کے مشمولات کو پذیرائی حاصل ہوئی۔ مثلاً:

(ا) ہفت روزہ 'ایشیاء' لاہور، ۱۱ اکتوبر ۱۹۸۱ء نے 'محدث' کی بابت لکھا:

> "یہ مجلہ ملک کی علمی و اصلاحی کوششوں میں ایک قابل قدر اضافہ ہے۔ پرچے میں نہ صرف خالص دینی موضوعات کا التزام بھی موجود ہے۔ علم دوست حضرات کے لیے یہ مجلہ باعث مسرت ہے۔ کتابت اور طباعت کے اعتبار سے درجہ اول کے مجلات میں شمار ہوتا ہے۔"[3]

ماہنامہ 'البلاغ' کراچی نے 'محدث' پر یوں تبصرہ کیا:

> "رسالہ 'محدث' کے مدیر اہل حدیث مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے ہیں لیکن رسالہ کا موضوع اور عمومی مزاج مسلمانوں کے باہمی اختلافات کو اچھالنا نہیں بلکہ

---

[1] 'محدث'، جلد ۲، شمارہ ۱، دسمبر ۱۹۹۱ء، جنوری ۱۹۷۲ء، ص ۳

[2] انٹرویو: ڈاکٹر محمد حسن مدنی، مدیر ماہنامہ 'محدث'، لاہور، بمقام: شعبہ علوم اسلامیہ شیخ زاید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب، لاہور

[3] 'محدث'، جلد ۱، شمارہ ۱۰، نومبر ۱۹۷۱ء، ص ۱۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشترک دینی اقدار کا تحفظ، اسلام پر حملہ آور ہونے والے فتنوں کا دفاع اور مغربیت کے طوفان کا سد باب معلوم ہوتا ہے۔ ہم اس پرچے کا تہہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہم اس کامیابی کے لیے دعا گو ہیں"[1]

مذکورہ بالا تاثرات اور آراء سے واضح ہوتا ہے کہ 'محدث' کا خیر مقدم ان معاصرین نے خندہ پیشانی سے کیا جو انداز فکر اور طرز فکر میں اس کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے مکاتب فکر نے بھی بخل سے کام نہیں لیا بلکہ تحقیقی اور اصلاحی سلسلہ میں اس کے منصفانہ اور معتدلانہ طرز عمل کو داد دی۔ اس سے 'محدث' کے عزائم کو اور تقویت ملی ہے۔

بزرگ دوستوں اور دینی حلقوں کی طرف سے مخلصانہ دعائیں، تحسین و تبریک، مفید مشورے اور بے لاگ تبصرے 'محدث' کے لیے حوصلہ افزا اور معاون بنے۔ اہل علم و قلم نے اپنی قیمتی نگارشات سے اس کو مزین فرمایا۔[2]

محدث کے مسلک کی درست ترجمانی اور ان کی خدمات پر مسلسل سلسلے اس مجلے کی پہچان ہیں۔ ائمہ محدثین کی علمی، فکری روایات اور تحریک کا امین ماہنامہ 'محدث' ۴۴ سال سے علم و ثقافت کے مرکز لاہور سے شائع ہو رہا ہے۔

مجلس ادارت:

ماہنامہ 'محدث' لاہور، ہندوستان سے نکلنے والے رسالے جس کا نام 'محدث' ہے کی ہی ارتقائی شکل ہے۔ جامعہ رحمانیہ دہلی سے نکلنے والے رسالے 'محدث' کو پروان چڑھاتے ہوئے تقسیم ہند کے بعد دوبارہ ماہنامہ 'محدث' لاہور کے نام سے پاکستان میں معروف عالم دین اور دانشور حافظ عبد الرحمٰن مدنی نے اس کا اجراء کیا۔ یہ تحقیقی رسالہ دسمبر ۱۹۷۰ء سے اب تک کامیابی و کامرانی سے شائع ہو رہا ہے۔[3]

حافظ عبد الرحمٰن مدنی کا تعلق برصغیر کے معروف علمی خاندان 'روپڑی' سے ہے۔ اس خاندان کی علم حدیث کے فروغ میں خدمات تعارف کی محتاج نہیں۔ حافظ عبد اللہ محدث روپڑی جو اپنے وقت کے محدث تھے موصوف کے حقیقی چچا ہیں۔ پاکستان میں اہل حدیث کی تنظیم و ترقی کے لیے اس خاندان کی خدمات ملک گیر ہیں۔[4]

---

[1] ماہنامہ 'البلاغ'، جلد ۵، شمارہ ۱۰، کراچی، دسمبر ۱۹۷۱ء، ص ۶۲

[2] 'محدث'، جلد ۲، شمارہ ۱۰، دسمبر ۱۹۷۱ء، جنوری ۱۹۷۲ء، ص ۲

[3] www.kitabosunnat.com، 'محدث' کا اجمالی تعارف

[4] ہفت روزہ 'زندگی'، جلد ۱۷، شمارہ ۴۰، لاہور، ۱۵ تا ۲۱ فروری ۱۹۹۸ء، ص ۳۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موصوف حافظ صاحب اسلامی قانون قضا میں سند کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کے معزز جج صاحبان آپ سے علمی استفادہ کے لیے رجوع کرتے ہیں۔ اس ووقت سینکڑوں کی تعداد میں ڈسٹرکٹ، سیشن اور سول ججز کے علاوہ بیوروکریسی کی ایک بڑی تعداد آپ کی شاگرد ہے۔[1]

'محدث' کی ایک خاص بات یہ ہے کہ اپنے آغاز سے لے کر آج تک موصوف اس کے مدیر اعلیٰ رہے ہیں۔ اتنے طویل عرصہ سے حسن وخوبی کے ساتھ ادارت کے فرائض سر انجام دینا اللہ رب العالمین کا بے پایاں احسان اور فضل ہے۔

ادارے پر اللہ تعالیٰ کا ایک اور انعام اور فضل یہ ہے اسے اپنے آغاز سفر سے ہی دو مدنی فضلاء اور اجل علماء حافظ ثناء اللہ مدنی اور مولانا عبد السلام کیلانی کی مخلصانہ رفاقت نصیب ہوئی۔[2] ان حضرات کی مساعی جمیلہ 'محدث' کی مقبولیت میں اہم کردار کی حامل رہیں۔ مولانا عبد السلام کیلانی 'محدث' کے آغاز کے کچھ عرصہ بعد وفات پا گئے۔ آپ کا شمار بانیان 'محدث' میں ہوتا ہے۔ حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب، 'مجلس التحقیق الاسلامی' کے دارالعلوم، جامعہ لاہور الاسلامیہ، میں عرصہ دراز سے شیخ الحدیث کی حیثیت سے فرائض سر انجام دے رہے ہیں۔ اور 'محدث' کے دارالافتاء کے سرکردہ رکن ہیں۔ قارئین 'محدث' ان کے چشمہ علم سے ابتداء سے آج تک فیض یاب ہو رہے ہیں۔ 'محدث' میں تحریری خدمات سر انجام دینے کے علاوہ آپ کی دو مشہور تصنیفات 'فتاوٰی ثنائیہ مدنیہ' اور جائزۃ الاحوذی فی التعلیقات السنیہ علی سنن الترمذی، (ترمذی شریف پر عربی میں تعلیقات پر مشتمل ۴ مجلدات میں) چھپ کر منظر عام پر آچکی ہیں۔[3]

حافظ ثناء اللہ مدنی کے علاوہ مولانا عزیز زبیدی (م ۲۰۰۳ء) ابتداء میں ہی 'محدث' سے وابستہ تھے۔ موصوف، معروف عالم دین اور نامور قلم کار تھے۔ بے شمار علمی و دینی خدمات کے علاوہ ادارہ 'محدث' سے آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ 'محدث' میں آپ نے بہت لکھا اور ابتدائی چند سال اس کی ادارت کے فرائض بھی سر انجام دیے، 'محدث' نے اپنے پہلے شمارے (دسمبر ۱۹۷۰ء) میں آپ کے لکھے اداریے سے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ آپ تصنیف و تالیف کا وسیع تجربہ رکھتے تھے۔ آپ کی عربی زبان میں لکھی ہوئی صحیح بخاری کی شرح (تعلیقات زبیدیہ، ۵ جلدیں) مخطوط، 'مجلس التحقیق الاسلامی' کی لائبریری میں محفوظ ہے۔[4]

اس کے علاوہ 'خیر البشر' (۹۴ صفحات)، التلویح بتوضیح التراویح (۲۵۰ صفحات)، 'اسلام کا ضابطہ تجارت' (از عبد الرحمٰن کیلانی کی تہذیب) آپ کے نمایاں تصنیفی کارنامے ہیں۔ ماہنامہ 'محدث' کے علاوہ 'المجاہد' (وار برٹن شیخوپورہ)، 'حرمین' (جہلم)، 'فاران' (کراچی) میں آپ کے بیسیوں مضامین چھپ چکے ہیں۔ علاوہ ازیں موصوف ۱۸ مارچ ۱۹۸۸ء تا ۱۸

---

[1] ہفت روزہ 'زندگی'، جلد ۱۷، شمارہ ۴۰، لاہور، ۱۵ تا ۲۱ فروری ۱۹۹۸ء، ص ۳۳

[2] 'رشد' جلد ۲۱، شمارہ ۱، مارچ ۲۰۱۰ء، ص ۸۹۲

[3] مدنی، حافظ ثناء اللہ، فتاوٰی ثنائیہ مدنیہ، لاہور دارالاشاد، بدون سنہ، ص ۲۳

[4] 'محدث' جلد ۳۵، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۳ء ص ۲۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنوری ۱۹۹۱ء ہفت روزہ 'اہل حدیث' (لاہور) کے مدیر بھی رہے۔[1] موصوف (مرحوم) نے 'محدث' کو علم و تحقیق کے موجود معیار تک لانے میں کلیدی کردار ادا کیا ہے۔ مذکورہ بالا علماء کے علاوہ بوقت اجراء' پروفیسر ثناء اللہ خان (شعبہ علوم الاسلامیہ جی سی یونیورسٹی لاہور) چوہدری عبد الحفیظ اور مولانا عبد الغفار اثر مجلس تحریر کے رکن رہے۔[2]

جنوری ۱۹۷۱ء سے مولانا عبد السلام کیلانی اور مولانا عبد الغفار اثر نے بطور معاونین خدمات سر انجام دینا شروع کیں۔ جبکہ مجلس التحریر میں حافظ ثناء اللہ خان، حافظ سیف الرحمٰن، عزیز زبیدی اور مولانا عبد الرحمٰن عاجز شامل رہے۔[3]

مولانا عزیز زبیدی کے ساتھ ادارہ 'محدث' کے ایک اور اہم بانی رکن مولانا اکرام اللہ ساجد (م ۲۰۰۶ء) موصوف ایک محنتی عالم اور بلند پایہ مصنف تھے۔ ماہنامہ 'محدث' کے آپ کم و بیش ۱۰ برس (۱۹۷۴ء تا ۱۹۷۶ء، ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۸ء) مدیر معاون رہے۔ آپ کے جاندار اداریوں کا قارئین نہ صرف شدت سے انتظار کیا کرتے تھے بلکہ اشاعت کے بعد عرصہ دراز تک ان کا تذکرہ لوگوں کی زبانوں پر رہتا۔ موصوف کو 'محدث' کے علاوہ ماہنامہ 'ترجمان الحدیث' (لاہور) اور ماہنامہ 'حرمین' (جہلم) میں بھی ادارتی فرائض سر انجام دینے کا موقع ملا۔[4]

جولائی ۱۹۸۱ء میں ایک مرتبہ پھر 'محدث' کی مجلس ادارت میں تبدیلی رونما ہوئی اور حافظ حسن مدنی، پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی، مولانا رمضان سلفی، مولانا عبد الرحمٰن کیلانی اور مولانا عبد القیوم لقمان اس کے رکن بنے۔[5]

حضرات مذکورہ میں، پروفیسر سعید مجتبیٰ سعید منکیرہ، ضلع بھکر (فاضل مدینہ یونیورسٹی) ملک کے معروف سکالر ہیں۔ موصوف 'محدث' کے آغاز سے ہی ادارے کے ساتھ وابستہ ہیں اور راہ علم و تحقیق کے راہی ہیں۔

مولانا عبد الرحمٰن کیلانی (م ۱۹۹۵ء) ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ آپ کی شخصیت اپنے آپ میں ایک تحریک تھی۔ آپ کی علمی و تحقیقی خدمات برصغیر کے علماء کی تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ موصوف صاحب التصانیف تھے۔ آپ کی چند مشہور تصانیف یہ ہیں۔

(۱) تیسیر القرآن (تفسیر قرآن مجید ۴ جلدیں)

(۲) الموافقات للشاطبی (اردو ترجمہ جلد اول)

(۳) مترادفات القرآن (لغت القرآن)

---

[1] 'محدث' جلد ۴۲، شمارہ ۶، جون ۲۰۱۰ء، ص ۶۱۔۷۷

[2] ایضاً، جلد ۱، شمارہ ۱، دسمبر ۱۹۷۰ء، ص ۱

[3] ایضاً، جلد ۱، شمارہ ۲، جنوری ۱۹۷۱ء، ص ۱

[4] 'محدث' جلد ۳۸، شمارہ ۹، ستمبر ۲۰۰۶ء، ص ۶۴

[5] ایضاً، جلد ۱۹، شمارہ ۱، ۲ جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴)خلافت وجمہوریت(اسلامی سیاست)

(۵)شریعت وطریقت(تصوف)

(۶)آئینہ پرویزیت(حجیت وحفاظت حدیث)

عبدالرحمٰن مدنی کے صاحبزادے حافظ حسن مدنی کی 'محدث' کی اشاعت میں تندہی، لگن اور دلچسپی کے پیش نظر آپ کو ۱۹۹۵ء میں بطور معاون مدیر اور بعد ازاں مدیر مقرر کیا گیا۔[1] موصوف جامعہ پنجاب لاہور، شعبہ علوم اسلامیہ میں بطور اسسٹنٹ پروفیسر تدریسی خدمات سرانجام دے رہے ہیں اور تاحال 'محدث' کے مدیر کے طور پر علم و تحقیق کی اشاعت وترویج کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ موصوف کے ساتھ 'مجلس ادارت' میں ڈاکٹر نضر ،ڈاکٹر حمزہ مدنی اور ملک کامران طاہر (پی ایچ ڈی سکالر) خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔[2]

[1] 'محدث'، جلد ۲۶، شمارہ ۱۰، جولائی ۱۹۹۵ء، ص ۱

[2] ایضاً، جلد ۴۷، شمارہ ۳، جون ۲۰۱۵ء، ص ۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم: ماہنامہ 'محدث' کے اغراض ومقاصد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ 'محدث' کے اغراض ومقاصد

ماہنامہ 'محدث' ایک بلند پایہ، علمی، دینی اور اصلاحی مجلہ ہے۔اس کے مضامین ایک مخصوص طرز فکر کے حامل ہوتے ہیں۔دراصل وہی اس کی خصوصیات و محاسن ہیں اور اسی طرز فکر کو فروغ دینا 'محدث' کا نصب العین اور مقصد ہے۔اجرائے 'محدث' کے مقاصد درج ذیل قرار پائے۔

(۱)"عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں۔۔۔لیکن تعصبات سے بالاتر ہو کر افہام و تفہیم امت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

(۲)علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں۔۔۔لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوسی بتانا امت کی تباہی ہے۔

(۳)غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے۔۔۔لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرت اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

(۴)تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمت عملی کو نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے لیکن حلال و حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و مسائل کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

(۵)آئین وسیاست سے بے گانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے۔لیکن

جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

(۶)جاہل کو دور سے ہی سلام کر دینا عباد صالحین کے اوصاف میں داخل ہے۔۔۔لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کو تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔"[1]

ا۔عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل:

عناد اور تعصب قوم کے لیے زہر ہلاہل کی حیثیت رکھتے ہیں۔۔۔ لیکن تعصبات سے بالاتر ہو کر افہام و تفہیم امت کے لیے رحمت کا باعث ہے۔

[1] 'محدث'، جلد ۱۰، شمارہ ۱، ۲، جنوری ۱۹۹۰ء، ص ۶۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عصر حاضر مسلمانوں کے لیے زوال اور پستی کا دور ہے۔اس زوال اور پستی کی ایک بڑی وجہ باہمی عناد و تعصب اور گروہی اختلافات ہیں۔ باہمی عناد و تعصب اور اختلاف و اختراق مسلمانوں کی فوز و فلاح کی راہ میں نہ صرف رکاوٹ ہیں بلکہ انہوں نے عالم اسلام کی عمارت کی بنیادیں کھوکھلی کر دی ہیں۔ قاضی عبد النبی کوکب لکھتے ہیں:

" مسلمانوں کی کامرانیوں اور سربلندی کا راستہ روکنے والی رکاوٹوں میں ایک خوفناک رکاوٹ، اختلاف و اختراق (عناد و تعصب) کی تباہ کن کشیدگی ہے جو احتیاط و انصاف کا دامن چھوڑ کر ہمارے مختلف فرقوں نے اپنے درمیان پیدا کر رکھی ہے۔صورت حال یہ ہے کہ ہر فرقے کے تبلیغی سٹیج پر انتہا پسند عناصر کا تسلط قائم ہو چکا ہے۔ یہ لوگ اپنے طبقے کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے دوسرے فرقوں پر غلط بیانی، مبالغہ آرائی اور تند کلامی کے مہلک ہتھیاروں سے لیس ہو کر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ان حضرات کے ہاں مجادلانہ توتکار کا نام تبلیغ اسلام ہے اور ناروا متعصبانہ گروہ بندیوں کا نام خدمت دین ہے۔اس غلط طریق کار سے جو دور س نقصانات ملت اسلامیہ کو پہنچ رہے ہیں لازم ہے کہ تمام مخلصین اسلام ان کی طرف توجہ کریں اور اپنے گھر کی گرتی بنیادوں کو کھوکھلا ہونے سے بچالیں۔"[1]

انسان، انسان ہے باہم الجھ پڑنا بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔ کبھی لڑ بھی پڑے تو فرمایا:

وَأَصْلِحُواْ ذَاتَ بَيْنِكُمْ[2]

" پس باہم تنازعات کی صورت میں ایک دوسرے کی اصلاح کر دیا کرو۔"

باہمی اصلاح اور مصالحت کیسے ممکن ہے اس کا طریقہ اور حل یوں بیان ہوا:

فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ[3]

" باہمی تنازعات ہو جائیں تو انہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف لوٹاؤ۔"

یعنی تنازعات اور اختلافات جس بھی نوعیت کے ہوں کتاب و سنت میں ان کا حل تلاش کرنا مومنین کا شعار ہے۔ جبکہ اختلافات کی بنیاد پر عناد پیدا کر لینا اور منافرت پھیلانا اسلامی طرز عمل کے خلاف ہے۔باہم افہام و تفہیم سے مسائل حل نہ ہو

---

[1] 'محدث'، جلد ۲، شمارہ ۵، مئی ۱۹۷۲ء، ص ۴۳

[2] الانفال ۸:۱

[3] النساء ۴:۵۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکیں یہ ہو نہیں سکتا۔ جب پیش نظر یہ بات ہو کہ بے جا تعصب سے بچتے ہوئے مل بیٹھ کر افہام و تفہیم کا رویہ اختیار کر کے صحیح اور درست موقف اپنا کر اختیار کرنا ہے تو پھر تنازعات اور جھگڑے خود بخود ختم ہو جایا کرتے ہیں۔ 'محدث' نے اپنے آغاز اجراء سے لے کر آج تک اپنے شائع کردہ مقالہ جات میں، موضوعات میں، موضوعات کے چناؤ اور نفس مضمون کے اعتبار سے باہمی عناد و تعصبات کو رد کرتے ہوئے افہام و تفہیم کی راہ دکھائی ہے اور اجتہادی آراء کو دوسروں پر جبراً ٹھونسنے کے جاہلانہ اور ظالمانہ رویے کی تردید کی ہے۔

ابو الحسن علوی لکھتے ہیں:

> " ٹھوس تاریخی تجزیے پر علمی اختلاف کرنا اور تحقیق میں آزادی کی روش اختیار کرنا ایک معاشرے کے شعور و ارتقاء اور روحانی ترقی کے لیے از بس ضروری ہے۔ جہاں علمی اختلافات کو تعصب کا رنگ دے کر کفر کے فتوے لگائے جائیں اور معاملہ قتل و غارت تک پہنچ جائے اسی طرح آزادی اظہار اور حریت فکر کو مختلف حربوں سے دبایا جائے تو ایسا معاشرہ افتراق و انتشار کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ شیعہ و سنی کا مکالمہ ہو یا بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث کے درمیان بحث و مباحثہ اسے صرف علمی مباحثہ و مکالمہ تک ہی محدود رہنا چاہیے۔ اور اس کی بنیاد پر تشدد کی پالیسی اختیار کرنا یا اپنی اجتہادی آراء دوسروں پر جبراً ٹھونسنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے جو پورے اسلامی معاشرے کے لیے شدید نقصان دہ ہے۔"[1]

'محدث' کے منصفانہ اور معتدلانہ طرز فکر و عمل کو فروغ دینے کے لیے اعتراف میں اکبر رحمانی، مدیر ماہنامہ 'آموز گار' جلگاؤں (مہاراشٹر) انڈیا کی طرف سے ادارہ 'محدث' کو بھیجے گئے مراسلے میں بتایا گیا ہے کہ رسالہ ظاہری و باطنی دونوں اعتبار سے اعلیٰ اور معیاری ہے۔ مندرجات و مشمولات کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ مسلک اہل حدیث کا ترجمان ہے لیکن دیگر مسالک کے خلاف عناد و تعصب کی جھلک کہیں نظر نہیں آتی۔ دینی مسائل کے علاوہ ریاست کے مسائل پر بھی فکر انگیز مضامین و مقالات شائع ہوتے ہیں ہر جگہ رویہ دکھائی دیتا ہے۔[2]

---

[1] 'محدث'، جلد ۳۹، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۷ء، ص ۸۲

[2] ایضاً، جلد ۱۳، شمارہ ۶، جون ۱۹۸۳ء، ص ۴۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مذکورہ بالا مقاصد کے پیش نظر 'محدث' میں ایسے بہت سے مضامین شائع ہوئے ہیں مثلاً' خود غرضی اور تعصبات ملی وحدت کے لیے عظیم فتنہ ہیں' (اداریہ)[1]' اسلام کا پیغام امن اور امت مسلمہ میں اتحاد، از عبدالرحمٰن السدیس (خطاب: مترجم: کامران طاہر)[2] نجات شیرازہ بندی میں ہے۔ جبکہ فرقہ بندی ہلاکت، از ابو شہزاد[3]' امت بنو انتشار سے بچو، از مولانا محمد یوسف (خطاب / مرتب عبدالعزیز کھلنوی)[4]

(۲) علوم قدیم وجدید سے واقفیت اور مذہبی روایات کی پاسداری:

علوم جدیدہ سے ناواقفیت اور انکار، انسانی ارتقاء کو تسلیم کرنے میں بخل کا درجہ رکھتے ہیں۔۔۔ لیکن قدیم علوم اسلامیہ کو فرسودہ قرار دینا اور مذہبی روایات کے حاملین کو دقیانوس بتانا امت کی تباہی کا سبب ہے۔

علم کی اہمیت روز اول سے آج تک مسلمہ ہے۔ اسی علم و دانش کی بدولت انسان مسجود الملئکۃ بن کر اشرف المخلوقات کہلایا۔ دور قدیم ہو یا دور جدید دنیا میں غلبہ و ترقی انہی قوموں کا مقدر بنی جنہوں نے نہ صرف قدیم علوم سے استفادہ کیا بلکہ جدید اور عصری علوم میں بھی مہارت تامہ حاصل کر کے دنیا میں اپنی عظمت کے جھنڈے گاڑے۔ عصر حاضر میں مسلمانوں کے زوال اور محکومی کا ایک اہم سبب علمی پستی ہے۔ قدیم و جدید علوم کا حصول اور ان میں اوج کمال کو پہنچنا امت مسلمہ کا شیوہ اور امتیاز رہا ہے۔ آج بھی ویسے ہی طرز عمل کی ضرورت ہے۔

کامران طاہر خطاب، السدیس، بعنوان اسلام کا پیغام امن اور امت مسلم میں اتحاد، کے حوالے سے لکھتے ہیں:

> " اس دور میں مسلم امہ کا نفع بخش علوم میں ترقی کرنا از بس ضروری ہے چاہے وہ علوم شریعہ ہوں یا عصر حاضر کے دیگر مفید علوم تاکہ امت مسلمہ جو ہمیشہ سے میدان علم کی قائد رہی ہے۔ اپنے آپ سے جہالت و لاعلمی اور اغیار کی دست نگری کا طعن مٹا سکے۔"[5]

علامہ شبلی نعمانی 'سیرت النبی' میں رقم طراز ہیں:

> " غزوہ بدر کے قیدیوں کی رہائی کے لیے فدیہ کی رقم مقرر کی گئی تھی ان میں سے جو نادار تھے۔ وہ بلا معاوضہ ہی چھوڑ دیے گئے تھے لیکن جو لکھنا پڑھنا جانتے

---

[1] 'محدث'، جلد ۳، شمارہ ۲، ۱۳۹۳ھ، ص ۳۔۱۶

[2] 'محدث'، جلد ۹ ۳، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۰۷ء، ص ۳۹۔۴۴

[3] ایضاً، جلد ۲۵، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۹۴ء، ص ۷۹۔۹۹

[4] ایضاً، جلد ۳، شمارہ ۴، اپریل ۱۹۷۳ء، ص ۲۸۔۳۳

[5] ایضاً'، جلد ۹ ۳، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۰۷ء، ص ۴۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھے انہیں حکم ہوا کہ دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھائیں تو چھوڑ دیے جائیں گے۔ چنانچہ
سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے جو کاتب وحی تھے، اسی طرح لکھنا سیکھا تھا۔"[1]

واقعہ مذکورہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی نظر میں تحصیل علم کس قدر ضروری تھا۔ اسلام بجا طور پر جملہ مباح علوم کی اور بالخصوص سائنس و ٹیکنالوجی کی افادیت کو نہ صرف تسلیم کرتا ہے بلکہ دائرہ اسلام میں رہتے ہوئے اس کی ترویج کو متقضائے شریعت کی تکمیل تصور کرتا ہے۔ اسلام سائنس اور جدید علوم کو نظام قدرت میں مداخلت قرار نہیں دیتا بلکہ ایک سچے اور کھرے مسلمان کے ساتھ دنیا میں مروجہ علوم کا ماہر بھی اسے درکار ہے جو اسلام کے پیغام کو جدید ذرائع کی وساطت سے غیر مسلموں تک پہنچا سکے۔

'محدث' نے قدیم و جدید علوم کشمکش کے پیش نظر دونوں کے امتزاج کے فکر کو فروغ دیا ہے۔ اس کے مضامین میں قدامت پسندی اور جدت پسندی کے اعتدال کی جھلک نظر آتی ہے۔ جہاں قدیم علوم اسلامیہ کی تعلیم، مثبت انداز میں نمائندگی اور ان کے دفاع پر مبنی مقالے شائع ہوتے ہیں وہاں اشاعت و فروغ دین میں عصری علوم و فنون کی ضرورت و اہمیت بھی اجاگر کی جاتی ہے۔ اس ضمن میں علوم اسلامیہ پر شائع ہونے والے سینکڑوں مضامین کے علاوہ 'مسلم نوجوانوں کے لیے جدید علوم کی ضرورت و اہمیت' از محمد آصف احسان[2]، 'مذہب اور سائنس کا باہمی تعلق'، 'اسلام کا نقطہ نظر' از سید عزیز الرحمن[3]، 'دینی تعلیم و تحقیق اور عصری تقاضے' از ارشاد الحق اثری[4] وغیرہ اہم ہیں۔

(۳) رواداری کا جذبہ اور حمیت و غیرت دینی کا حسین امتزاج:

غیر مذاہب کے بارے میں معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے۔۔۔ لیکن دین اسلام پر غیر مذاہب کے حملوں کا دفاع نہ کرنا اور اسلام کی تبلیغ کا فریضہ سرانجام نہ دینا حمیت دینی اور غیرت اسلامی سے یکسر انحراف ہے۔

اسلام امن کا مذہب ہے۔ یہ نہ صرف اپنے ماننے والوں کے لیے امن کی نوید سناتا ہے بلکہ غیر مذاہب کے پیروکاروں کے لیے بھی امن کا داعی اور محافظ ہے۔ اگر مذہبی رواداری کی بات کی جائے تو بھی اسلام کے زیر سایہ غیر مذاہب کو قرون اولیٰ سے لے کر اب تک مذہبی آزادی حاصل رہی۔ ویسے بھی اہل اسلام کا رویہ غیر اسلام کے ساتھ معاندانہ ہونا اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنے عمل سے رواداری کی شاندار مثالیں پیش کیں۔ بعد ازاں خلفائے راشدین کے سنہرے

---

[1] شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبی، جلد ۱، لاہور، فیصل ناشران کتب، ۱۹۹۱ء، ص ۱۹۶

[2] 'محدث'، جلد ۳۴، شمارہ ۴، اپریل ۲۰۰۲ء، ص ۵۲۔۶۲

[3] ایضاً، جلد ۳۵، شمارہ ۴، اپریل ۲۰۰۳ء، ص ۷۶۔۹۱

[4] ایضاً، جلد ۳۰، شمارہ ۴، دسمبر ۱۹۹۸ء، ص ۲۔۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دور میں غیر مذاہب سے مسلمانوں کی رواداری مثالی رہی ہے۔ لیکن اہل دنیا پر یہ بات بھی عیاں ہے کہ جب اہل کفر نے اسلام پر طعن کے تیر چلائے تو دینی غیرت و حمیت اور جذبہ تبلیغ سے سرشار اہل اسلام نے علمی دلائل پیش کر کے نہ صرف دین اللہ کا دفاع کیا بلکہ دعوت الی اللہ کی اہم ترین ذمہ داری سے بھی سبکدوش ہوئے۔

'محدث' نے اپنی اشاعت کے ۴۴ سالوں میں اپنے شائع کردہ مقالات میں ہمیشہ یہ تاثر دیا کہ غیر مذاہب سے معاندانہ رویہ اختیار کرنا اسلامی اقدار کے منافی ہے۔ دوسرے لفظوں میں غیر مسلموں سے بلا جواز عناد اور تعصب پالے رکھنا معتدلانہ روش کے خلاف ہے۔ ہر شخص کو اپنی مرضی کا مذہب اپنانے کا حق ہے۔ بحیثیت مسلمان اور مبلغ اسلام ہماری ذمہ داری حکمت کے ساتھ دین کا ابلاغ ہے۔ دوسری طرف اسلام کے مخالفین و منکرین کا رویہ یہ رہا کہ عہد رسالت سے لے کر آج تک اسلام، پیغمبر اسلام اور اہالیان اسلام سے تمسخر اور بلا جواز ان کی تحقیر و تذلیل ان کا شیوہ رہا ہے۔ یہ قرون اولیٰ کے مشرکین اور یہودی و نصاریٰ ہوں یا عصر حاضر کے مستشرقین، کبھی بھی اسلام ان کے شر سے محفوظ نہیں رہا۔ کتاب اللہ، سنت و سیرت رسول ﷺ، اصحاب رسول اور محدثین عظام کے خلاف ہرزہ سرائی کرنا اہل کفر و استشراق کا شعار رہا ہے۔ اس رویے کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کے مومن بندے دفاع اسلام کے لیے سرگرم رہے ہیں۔ اسی جذبہ کے تحت 'محدث' نے اسلام پر اٹھنے والے اعتراضات کے برخلاف اسلام کا نہ صرف دفاع کیا بلکہ اعتدال پر مبنی رویے کے ساتھ، دعوت الی اللہ کے جذبہ سے غیر مذاہب کو اسلام کی دعوت پیش کی ۔یوں اہل اسلام کو دینی حمیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دفاع اسلام پر آمادہ کیا۔ اس ضمن میں 'سیرت رسول سلمٰی اور مستشرقین' از غلام احمد حریری [1]، 'ازواج مطہرات اور مستشرقین' از زاہد علی واسطی [2]، اسلام اور مستشرقین 'تاریخی پس منظر و پیش منظر' عبدالقوی لقمان [3]، 'پوپ بنی ڈکٹ کے اسلام پر اعتراضات، از سعد بن ناصر ششتری (مترجم: اسلم صدیق) [4] اہم اور قابل ذکر ہیں۔

تبلیغ دین میں حکمت عملی مگر حلال و حرام کے امتیاز میں رواداری سے اجتناب:

تبلیغ دین اور اشاعت اسلام میں حکمت عملی نظر انداز کر دینا مصالح دینیہ کے خلاف ہے۔ لیکن حلال اور حرام کے امتیاز میں رواداری برتنا اور قوانین و وسائل کو نرم کر دینا اسلامی روح کو کمزور کر دینے کے مترادف ہے۔

---

[1] 'محدث'، جلد ۱، شمارہ ۸، جولائی ۱۹۷۱ء، ص ۳۲۔۴۳

[2] ایضاً، جلد ۹، شمارہ ۱، ۲، محرم و صفر ۱۳۹۹ھ، ص ۳۵۔۴۴

[3] ایضاً، جلد ۲۳، شمارہ ۴، اگست ۱۹۹۳ء، ص ۱۴۸۔۱۵۶

[4] ایضاً، جلد ۳۸، شمارہ ۱۱، نومبر ۲۰۰۶ء، ص ۲۔۱۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام اللہ تعالیٰ کا سچا اور آخری دین ہے۔اس کی تبلیغ و اشاعت کی ذمہ داری کو حکمت عملی کے ساتھ ادا کرنا اللہ تعالیٰ کے حکم اور مصالح دینیہ کے عین مطابق ہے۔ لیکن حکمت عملی اور مصلحت کا یہ مطلب نہیں کہ داعی اللہ مخاطبین اور دشمنان اسلام کو خوش کرنے کے لیے ان کے باطل عقائد و نظریات کی تردید پر ان کے شدید رد عمل کے خوف سے اپنے ٹھوس موقف سے دستبردار ہو جائے اور نہ ہی حکمت عملی اس چیز کا نام ہے کہ مذہبی رواداری کی آڑ میں کچھ لو کچھ دو کا اصول اپنایا جائے اور حق و باطل اور حلال و حرام کا ملغوبہ و آمیزہ تیار کر کے اسلام کے نام پر پیش کیا جائے۔ جیسا کہ سید قطب لکھتے ہیں:

> " جاہلیت اور اسلام دو الگ چیزیں ہیں۔ درست راہ یہی ہے کہ پوری جاہلیت کو چھوڑ کر پورا اسلام اختیار کیا جائے، زہر جاہلی چیز کو ترک کرنا اور ہر اسلام کی چیز کو اختیار کرنا لازم ہے۔ راستے کا پہلا قدم یہ ہے کہ داعی اپنے شعور اور امتیازی ادراک کے ساتھ جاہلیت سے الگ رہے۔ اسلام میں جاہلیت کی پیوند کاری نصف راہ میں ملنا ختم گویا جاہلیت اسلام ہی کے فیشن میں آئے۔"[1]

دوسرے لفظوں میں داعی الی اللہ کے لیے کسی طور پر یہ جائز نہیں کہ وہ حکمت و مصلحت کے نام پر موقف میں لچک پیدا کرے یا حلال و حرام کے امتیاز میں رواداری برتتے ہوئے اسلامی قوانین کو نرم کر دے جیسا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَدُّواْ لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ [2]

> " وہ تو چاہتے ہیں کہ تو ذرا ڈھیلا ہو تو یہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں"

اسی بات کی مزید وضاحت میں پیر کرم شاہ الازہری تحریری فرماتے ہیں:

> " باطل بڑا عیار ہے۔ حق سے نبرد آزما ہونے کے لیے وہ طرح طرح کے بھیس بدل کر آیا کرتا ہے۔ کسی قسم کا حربہ استعمال کرنے میں اسے کوئی جھجک محسوس نہیں ہوتی۔ بسا اوقات وہ اپنے موقف میں بھی لچک پیدا کر لیا کرتا ہے۔ اس کا مقصد صرف اتنا ہوتا ہے کہ حق حق نہ رہے باطل تو ہر حال میں باطل ہے۔ کسی چیز کی ملاوٹ اس کے بطلان پر اثر انداز نہیں ہو سکتی بلکہ پاک چیز اس میں ملے تو وہ بھی پلید ہو جائے

---

[1] قطب شہید، سید، فی ظلال القرآن، جلد دہم، لاہور، اسلامی اکادمی، ۱۹۸۹ء، ص ۶۷۵

[2] القلم ۶۸: ۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گی۔ وہ اس حقیقت سے پوری طرح باخبر ہے کہ حق صرف اس وقت تک حق ہے جب
تک ہر قسم کی آمیزش اور ملاوٹ سے پاک ہے۔"[1]

ماہنامہ 'محدث' نے اپنے آغاز سے آج تک تبلیغ و اشاعت اسلام میں حکمت عملی کو پیش نظر رکھتے ہوئے معتدل رویہ اختیار کیا اور تمسک بالکتاب والسنۃ کی عملی تعبیر پیش کی۔ علوم قرآن و حدیث، ایمانیات و عبادات، فقہ و اجتہاد، قانون و قضاء، معاشیات و سماجیات، اسلامی تہذیب و سیاسیات، دعوت و جہاد، فرق و ادیان اور دفاع اسلام غرض کہ انسانی زندگی سے متعلق ہر شعبہ ہائے زندگی سے متعلق نہ صرف قلم اٹھایا بلکہ ائمہ و محدثین کے منہج و طریق کو فروغ دیا۔ اس ضمن میں چند قابل ذکر مضامین 'ترقی پسند اسلام یا اسلام پسند ترقی' از عطاء اللہ صدیقی[2]، 'روشن خیال پاکستان، از محمد اسماعیل قریشی[3]، 'عورتوں کے حقوق کے نام پر' از عطاء اللہ صدیقی[4]، 'تحریک نسواں و نظریات و اثرات' از عطاء اللہ صدیقی[5]، 'جرم زنا آرڈیننس پر اعتراضات کا جائزہ، از ویمن ایڈ ٹرسٹ[6]، 'اعتدال پسند یا مغرب پرستی چند تاثرات' از محمد سرور[7] ہیں۔

(۵) آئین و سیاست کا امتزاج:

آئین و سیاست سے بے گانہ ہو کر عبادت کے لیے گوشہ نشین ہو جانا زندگی سے فرار ہے۔۔۔ لیکن
جدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

اسلام اعتدال پسند مذہب ہے۔ اسلام کی تعلیمات، خواہ انفرادی زندگی سے متعلق ہوں یا اجتماعی اعتدال پر مبنی، اسلام کسی بھی معاملے میں تشدد، انتہا پسندی یا ایک کام کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دے کر دوسرے امور کو بالکل نظر انداز کر دینا، پسند نہیں کرتا۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ ایک جامع ضابطہ حیات ہے۔ آپ ﷺ کی زندگی میں عبادات، معاملات، سیاست، معیشت، معاشرت، جہاد، دعوت و تبلیغ غرضیکہ ہر وہ چیز جو کہ انسانی زندگی کی انفرادی اور اجتماعی گاڑی چلانے کے لیے ضروری تھی۔ آپ ﷺ نے اسے موقع محل اور ضرورت کے تحت، اپنے طرز عمل سے پیش کیا اور اپنے متبعین کے لیے راہ عمل متعین فرمائی۔ بحیثیت سیاستدان آپ ﷺ نے کبھی بھی سیاست کو دین سے یا دین کو سیاست سے جدا نہیں کیا۔ آپ ﷺ کی

---

[1] الازہری، پیر محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن، جلد پنجم، لاہور، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، ۱۴۰۰ھ، ص ۶۹۰

[2] 'محدث'، جلد ۳۳، شمارہ ۹، ستمبر ۲۰۰۱ء، ص ۲۔۵

[3] ایضاً، جلد ۳۷، شمارہ ۵، مئی ۲۰۰۵ء، ص ۲۔۷

[4] ایضاً، جلد ۲۸، شمارہ ۲، جنوری ۱۹۹۷ء، ص ۲۔۸

[5] ایضاً، جلد ۳۲، شمارہ ۴، اپریل ۲۰۰۰ء، ص ۵۸۔۶۴

[6] ایضاً، جلد ۳۸، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۶ء، ص ۴۵۔۷۳

[7] ایضاً، جلد ۴۰، شمارہ ۷، جولائی ۲۰۰۸ء، ص ۶۷۔۸۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیاسی زندگی در حقیقت تعلیمات الٰہیہ کی عملی تعبیر تھی۔ آپ ﷺ کی سیاسی پالیسیاں وحی الٰہی کی پیش کردہ روشن تعلیمات کی عکاس تھیں۔ اسی طرز فکر و عمل کو 'محدث' نے اپنے مضامین کے ذریعے فروغ دینے کی کوشش کی ہے۔ 'محدث' اپنے مشمولات میں اس بات کا داعی رہا ہے کہ مسلم حکمران دین اور سیاست کو اکٹھا لے کر چلیں۔ یہ بات کہ موجودہ دور میں سیاست کے میدان میں دین کو پس پشت ڈال دینا یا دین پر عمل میں اس حد تک آگے نکل جانا کہ سیاست سے قطع تعلق ہی ہو جانا دونوں نامناسب رویے ہیں۔ سیاست دین کا جزو لاینفک ہے۔ اپنے وقت پر سیاست بھی دین ہے اور دین سیاست سے صرف نظر نہیں کرتا۔ مذکورہ بالا طرز فکر کی بار آوری کے لیے 'محدث' میں بیسیوں مقالات شائع ہوئے ہیں جن میں چند اہم یہ ہیں:

'اسلامی ریاست کے بنیادی اصول'(اداریہ)[1]، 'سرور کائنات سلمی بحیثیت موسس و مدبر سیاست' از امان اللہ خان[2]، 'سیاست و معاشرت ابن حزم کی نظر میں' از ڈاکٹر حمید اللہ[3]، 'قرآن میں حکم (حاکمیت) کا تصور' از عبدالرحمن[4]، 'اسلام کا طرز حکومت اصولی مباحث' از عبدالرؤف[5]

(٦) جاہلیت اور باطل کا تعاقب عین جہاد:

جاہل کو دور سے ہی سلام کر دینا عباد صالحین کے اوصاف میں داخل ہے۔۔۔ لیکن جاہلیت کو مٹانا اور باطل کا تعاقب کرنا عین جہاد ہے۔

وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلْجَـٰهِلُونَ قَالُوا۟ سَلَـٰمًا[6]

" اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ سلام ہے۔"

حافظ صلاح الدین یوسف مذکورہ آیت کی تفسیر لکھتے ہیں:

"سلام سے مراد اعراض اور ترک بحث و مجادلہ ہے۔ یعنی اہل ایمان، اہل جہالت و اہل سفاہت سے الجھتے نہیں بلکہ ایسے موقوں پر اعراض و گریز کی پالیسی اختیار کرتے ہیں اور بے فائدہ بحث نہیں کرتے۔"[7]

---

[1] 'محدث'، جلد ۱، شمارہ ۸، جولائی ۱۹۷۱ء، ص ۳۔۸

[2] ایضاً، جلد ۳، شمارہ ۵، ۶، مئی، جون ۱۹۷۳ء، ص ۵۷۔۷۲

[3] ایضاً، جلد ۲۹، شمارہ ۲، مئی، جنوری ۱۹۹۸ء، ص ۸۵۔۹۲

[4] ایضاً، جلد ۱۲، شمارہ ۹، جولائی ۱۹۸۲ء، ص ۲۔۱۱

[5] ایضاً، جلد ۳۲، شمارہ ۶، جون ۲۰۰۰ء، ص ۴۵۔۶۲

[6] الفرقان ۲۵:۶۳

[7] صلاح الدین یوسف، حافظ، تفسیر احسن البیان، الریاض، دارالسلام، طبع چہارم، ۱۹۹۸ء، ص ۸۶۵

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

داعیان الی اللہ کا رویہ مذکورہ موقع محل کی مناسبت سے اختیار کیا جاتا ہے۔ وگرنہ اہل جہالت سے قطعی طور پر کنارہ کشی اختیار کر کے یہ ذہن بنالینا کہ وہ دعوت دین اور پیغام حق کی قبولیت کے لیے نااہل ہیں اور پھر ان کو حلقہ دعوت سے نکال دینا بذات خود جہالت ہے۔ کیونکہ بالآخر یہ داعیان حق ہی تو ہیں جن کے کاندھوں پر جہالت اور باطل کو مٹا کر غلبہ حق کے لیے سرگرم رہنے کی ذمہ داری ہے۔

صاحب 'روح القرآن' لکھتے ہیں:

> "جب ظلم کا پہرا شدید ہو جائے۔ جبر کی وجہ سے زبانوں کو لونی لگ جائے۔ ہر شخص منقار زہر ہو جائے تو ایسے ہو کے عالم اور سناٹے میں یہی لوگ (عباد الرحمٰن اور داعیان حق) بولتے ہیں۔ کیونکہ وہ (جاہلوں سے) بولنے سے احتراز اس لیے کرتے ہیں کہ ہر بات کا جواب دینا پڑے گا لیکن جب احقاق حق اور ابطال باطل کے لیے کلمہ حق کہنا واجب ہو جائے تو اس کے لیے بولتے ہیں کہ جانتے ہیں کہ اب خاموشی کا جواب دینا پڑے گا۔"[1]

مذکورہ داعیانہ طرز عمل کے پیش نظر ماہنامہ 'محدث' نے اب تک اسی طرز فکر کو فروغ دیا ہے کہ بے مقصد بحث و مجادلہ اور مناظرہ بازی سے حتی الامکان گریز کیا جائے اور کتاب و سنت پر مبنی ٹھوس دلائل کے ساتھ اسلامی عقیدہ کا دفاع اور پرچار کیا جائے۔ اسی غرض سے 'محدث' نے اپنے شائع کردہ مضامین میں، معاشرہ میں پھیلی ہوئی شرک و بدعت، خرافات، بد عقیدگی اور جہالت کا عملی تعاقب و تردید کر کے قلمی جہاد کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اس ضمن میں شائع کردہ چند مضامین یہ ہیں:

'الاسلام ھو التوحید کلہ' از اکرام اللہ ساجد[2]، 'شرک اور اس کی مروجہ صورتیں' از عبدالرحمٰن کیلانی[3]، 'کفر کی کتنی اقسام ہیں' از حافظ ثناء اللہ مدنی[4]، بدعت اور صالح مرسلہ (اداریہ) 'بدعت کی اقسام اور احکام'، از شیخ صالح الفوزان (مترجم)[5] 'آزادی نسواں کا فریب' از مولانا تقی عثمانی[6]

---

[1] محمد اسلم صدیقی، ڈاکٹر، روح القرآن، جلد ہشتم، لاہور، ادارہ ھدی الناس، طبع دوم، ۲۰۱۲ء، ص ۲۹۹

[2] 'محدث'، جلد ۱۳، شمارہ ۴، ۵ فروری مارچ ۱۹۸۳ء، ص ۲۔۱۳

[3] ایضاً، جلد ۳۴، شمارہ ۱، جنوری ۲۰۰۲ء، ص ۱۲۔۳۸

[4] ایضاً، جلد ۱۵، شمارہ ۷، اپریل ۱۹۸۵ء، ص ۱۰۔۱۱

[5] ایضاً، جلد ۳۷، شمارہ ۲، فروری ۲۰۰۵ء، ص ۳۲۔۵۲

[6] ایضاً، جلد ۳۶، شمارہ ۱۱، نومبر ۲۰۰۴ء، ص ۱۰۲۔۱۰۶

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم: عائلی نظام کا تعارف واہمیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اول: عائلی زندگی ارتقاء واہمیت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے نظام معاشرت و قانون میں خاندان کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ شریعت کے احکام کا ایک معتد بہ حصہ ادارہ خاندان کی تنظیم و تشکیل اور اس کے تحفظ سے متعلق ہدایات پر مشتمل ہے۔ یہ ہدایات اپنی نوعیت میں قانونی اور اخلاقی دونوں طرح کی ہیں۔ اسلام نے خاندان کی تعمیر میں جہاں قانون سے مدد لی ہے وہیں تربیتی اور اخلاقی ہدایات بھی دی ہیں تاکہ عائلی زندگی کے بارے میں ایسا معتدل نظام وجود میں آجائے جو روحانی اقدار کے ساتھ ساتھ معاشرتی تعمیر و ترقی کا بھی ضامن ہو۔ جہاں ایک طرف انسان کی فطری خواہشات بھی پوری ہوتی رہیں اور دوسری جانب اس کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق بھی کمزور نہ ہونے پائے۔

خاندان سے متعلق قانونی و فقہی احکام اور ہدایات کا مطالعہ اسلام کے عائلی قوانین کے تحت کیا جاتا ہے۔ اور اسلامی فقہ کا وہ حصہ یا شعبہ جو ان قوانین سے بحث کرتا ہے "فقہ الاسرۃ" کہلاتا ہے۔ اسلام کے عائلی قوانین کے تحت عام طور پر درج ذیل امور زیر بحث آتے ہیں:

1: خاندان کا ادارہ کیسے وجود میں آئے؟ خاندان کا ادارہ چونکہ مرد و عورت کے درمیان ایک میثاق یعنی نکاح کے ذریعے وجود میں آتا ہے اس لیے سب سے پہلے نکاح اور اس کے متعلقات کا ذکر آتا ہے۔ منگنی اور اس کے احکام، نکاح کے ارکان و شرائط، اقسام، مہر کی بحث، میاں بیوی کے حقوق و فرائض یہی وہ اہم موضوعات ہیں جن پر عائلی قوانین میں سب سے پہلے بحث ہوتی ہے۔

2: خاندان کا ادارہ کیسے ختم ہوتا ہے؟ فقہ الاسرہ کا یہ دوسرا اہم موضوع ہے کہ اگر کسی وجہ سے یہ ادارہ کامیاب نہ ہو سکے اور فریقین اسے ختم کرنا چاہیں تو اس کی کیا صورتیں ہو سکتی ہیں اور شریعت نے انہیں کون سے راستے فراہم کیے ہیں؟ مزید یہ کہ میاں بیوی کے درمیان اختلافات کو کیسے دور کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ یہاں طلاق، خلع، ظہار، ایلاء، عدالتی تنسیخ نکاح اور عدت کے موضوعات زیر بحث آتے ہیں۔

3: نسب و حضانت کے احکام بھی فقہ الاسرہ کا حصہ ہیں۔ احکام نسب سے مراد وہ ہدایات ہیں جو اسلام نے نسب کے ثبوت اور تحفظ کو یقینی بنانے کے لیے دی ہیں۔ متبنّیٰ یعنی لے پالک کے احکام بھی زیر بحث آتے ہیں۔ اسی طرح بچوں کی پرورش، نگہداشت اور کفالت کے موضوعات حضانت (custody) کے تحت زیر بحث آتے ہیں۔

4: قانون نفقہ۔ اسلام میں خاندانی نظام کو برقرار رکھنے کے لیے کفالت کا ایک جامع نظام متعارف کرایا گیا ہے اور مختلف حیثیتوں سے خاندان کے بعض افراد پر دوسروں کا نفقہ واجب کیا گیا ہے، تاکہ افراد خاندان خاندان کی ضروریات کی تکمیل کا بندوبست کیا جا سکے۔ اس کی تفصیلات اور احکام بھی فقہ الاسرہ کے دائرے میں آتے ہیں۔

5: فقہ الاسرۃ کا ایک باب ولایت احکام پر مشتمل ہے۔ اسلام نے نابالغ اور ذہنی طور پر معذور افراد کی جان و مال کے تحفظ کے لیے جو اصول و ضوابط مقرر کیے ہیں ان کا مطالعہ اس باب کے تحت کیا جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

6: فقہ الاسرۃ کا ایک اور اہم جزو وراثت کے احکام یا علم الفرائض سے ہے۔ کسی شخص کے انتقال کی صورت میں اس کی جائداد خاندان کے افراد میں کیسے اور کس تناسب سے تقسیم کی جائے۔ اس بارے میں شریعت اسلامی نے جو احکام دیے ہیں، وہ مواریث یا فرائض کے عنوان کے تحت ذکر کیے جاتے ہیں۔

7: وصیت کے بارے میں بھی قرآن و سنت جو ہدایات اور احکام آئے ہیں اور ورثا کے حقوق کے تحفظ کی خاطر حق وصیت پر جو حدود و قیود رکھی گئی ہیں، ان کا مطالعہ بھی عائلی قوانین کے اس باب کے تحت کیا جاتا ہے۔

لغوی مفہوم:

عربی زبان میں عائلہ کا لفظ بیوی اور گھر کے افراد کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس کی جمع عائلات اور عیال ہے۔ عائل کا معنی عیال داری ہے یعنی بیوی بچوں والا، چنانچہ عائلی زندگی سے مراد گھر کے ان تمام افراد کی زندگی ہے جو ماں باپ اور بچوں پر مشتمل ہوتے ہیں۔ العول کا لفظ ہر اس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے جو انسان کو گرانبار کر دے۔ اسی سے لفظ عیال ہے یعنی وہ افراد جن کے اخراجات کا انسان ذمہ دار ہو۔ علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں: "عالہ و غالہ کے قریب قریب ایک ہی معنی ہیں لیکن "الغول" کا لفظ اس چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو انسان کو ہلاک کر ڈالے اور "العول" کا لفظ ہر اس چیز کے متعلق استعمال ہوتا ہے جو انسان کو گرانبار کر دے اور وہ اس کے بوجھ تلے دب جائے۔ "[1]

قرآن مجید میں ہے:

"ذَٰلِكَ أَدْنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُواْ "[2]

اس سے تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

ابدأْ بنفسكَ ثمَّ بمن تعولُ[3]

کہ پہلے اپنی ذات پر خرچ کرو اور پھر ان پر جن کے اخراجات تمہارے ذمہ ہیں۔

قرآن پاک میں ایک اور جگہ عائلہ کا لفظ مفلس کے معنوں میں آیا ہے:

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَأَغْنَىٰ[4]

---

[1] لوئس معلوف، المجند فی اللغت، المکتبہ الشرقیہ بیروت، لبنان ۱۹۹۶، ص ۶۹۳

[2] النساء 3:4

[3] المسلم، کتاب الزکوۃ، باب بیان ان الید العلیا خیر من الید السفلی، ح ۱۰۳۶

[4] الضحیٰ ۸:۹۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اور تم کو مفلس پایا تو اس نے غنی کر دیا۔" عصر حاضر میں یہ لفظ اکثر اہل و عیال اور بیوی بچوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ عبدالمجید رقمطراز ہیں:

> "عیال (ع مذکر) بال بچے، بیوی بچے، زن و فرزند، زن (عول: بیوی بچوں کو پالنا، عیال، اطفال، خاندان)، عیال دار (صفت) کنبے والا، بیوی بچوں والا، عیال داری (مؤنث) بال بچے ہونا، بال بچے والا ہونا، عیال دار ہونا، عیال داری میں پھنسنا، دنیا داری کے جھگڑوں میں پڑنا۔"[1]

عائلی زندگی کے لیے انگریزی زبان میں Family کا لفظ، اردو زبان میں خاندان اور فارسی میں خانوادہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث مبارکہ میں خاندان کے مترادف الفاظ الاسرہ، العشیر استعمال ہوئے ہیں۔

Oxford Advanced Learners Dictionary کے مطابق:

Family:

(1) Group of parents and children.

(2) Group of living things (plants, animals, etc.) or of language with common characteristics and a common source.[2]

اصطلاحی مفہوم:

اللہ تعالیٰ نے اس کائنات انسانی کی بقاء اور تحفظ کے لیے مرد و عورت دو جنسوں کے زریعے توالد و تناسل کا سلسلہ جاری فرمایا۔ ہر صنف میں دوسری صنف کی طلب اور کشش کے فطری جذبات پیدا کیے تاکہ عورت اور مرد رفیق حیات بن کر زندگی کے نشیب و فراز میں ہر قدم پر ایک دوسرے کا ساتھ دے سکیں۔ ایک دوسرے کے مونس و غمخوار بن کر زندگی کی گاڑی کھینچ سکیں۔ سوشل سائنسز ڈکشنری کے مطابق: "انسانی خاندان ایک ایسا سماجی ادارہ ہے جو کم از کم دو بالغ افراد سے تشکیل پاتا ہے۔ (جن کا آپس میں خونی رشتہ نہ ہو اور دونوں مخالف سمت سے تعلق رکھتے ہوں وہ ایک دوسرے سے شادی کریں) یہ کم از کم دو بالغ افراد اور بچوں پر مشتمل ہوتا ہے۔[3] دی آکسفورڈ انسائیکلو پیڈیا آف ماڈرن اسلامک ورلڈ کے مطابق: "لفظ خاندان مختلف معاشروں اور پس منظر میں مختلف مفہوم دیتا ہے۔ بیسویں صدی کے جدید مغربی معاشرے میں خاندان اکثر Nuclear

---

[1] لاہوری، غلام سرور، جامع اللغات، مطبوعہ منشی نول کشور لکھنؤ، نومبر ۱۹۰۸ء، 615/3

.5 Oxford advanced Learners Dictionary of current English, Oxford University press, 1986, p 309.

[3] The New Encyclopedia Britannica, p: 673, Encyclopedia Britannic LTD London.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

family (ایک یا دو والدین اور بچوں) پر مشتمل ہوتا ہے۔ عربی لفظ عیل یا عائلہ ایک بہت جامع اصطلاح ہے۔ جو والدین، نانا، نانی ،دادا، دادی، چچا، چچی، ماموں ممانی اور کزنز پر مشتمل ہو سکتا ہے۔[1] مولانا صدرالدین اصلاحی لکھتے ہیں:

> "انسانی تمدن کی بنیاد ایک مرد اور ایک عورت کی باہمی رفاقت سے وجود میں آتی ہے۔ انہی دو انسانوں سے مل کر بننے والا چھوٹا سا کنبہ انسان کی تمدنی زندگی کی سب سے پہلی کڑی ہے۔ اس کنبہ کو انسان کی عائلی زندگی اور اس کے لیے جو ضابطے استعمال ہوتے ہیں انہیں عائلی نظام کہتے ہیں۔[2]

مولانا مودودی عائلی زندگی کے بارے میں رقمطراز ہیں:

> "عائلی نظام عورت اور مرد کے اس مستقل اور پائیدار تعلق سے بنتا ہے جس کا نام نکاح ہے۔ اس تعلق کی بدولت افراد کی زندگی میں سکون، استقلال اور ثبات پیدا ہوتا ہے۔ یہی چیز ان کی انفرادیت کو اجتماعیت میں تبدیل کرتی ہے۔ اور انتشار کے میلانات کو دبا کر انہیں تمدن کا خادم بناتی ہے۔ اس نظام کے دائرے میں محبت اور امن و ایثار کی وہ پاکیزہ فضا پیدا ہوتی ہے جس میں نئی نسلیں صحیح اخلاق، صحیح تربیت اور صحیح قسم کی تعمیر سیرت کے ساتھ پروان چڑھ سکتی ہیں۔[3]

عائلی نظام کا آغاز وارتقاء:

عائلی زندگی کا آغاز اس وقت ہی ہو گیا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام کی تنہائی دور کرنے کے لیے صنف نازک کو وجود بخشا گیا۔ حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش سے زوج مکمل ہو گیا اور اس کائنات میں موجود سب انسانی رشتوں کا آغاز ہوا۔ کائنات کا یہ پہلا جوڑا میاں، بیوی، والدین اور معصوم بچوں جیسے خوبصورت رشتوں کا آغاز بنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِن كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ[4]

"اور ہم نے ہر چیز کا جوڑا بنایا تاکہ تم سمجھو"

---

[1] The World Book Encyclopedia, 4/2470, Field Enterprises Corporation "Chicago, 1957.

[2] اصلاحی، صدرالدین، اسلام ایک نظر میں، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۴ء، ص ۱۶۳

[3] مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور ۲۰۰۲ء، ص ۹۲۔۹۳

[4] الذاریات ۵۱:۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جو جوڑا یعنی زوجیت کا ذکر فرمایا ہے یہ زوجیت کیا ہے؟ زوجیت میں اصل یہ ہے کہ ایک شے میں فعل ہو اور دوسری شے میں قبول و انفعال ہو، ایک شے میں تاثیر اور دوسری شے میں تاثر ہو اور ایک شے میں عاقدیت ہو اور دوسری شے میں منعقدیت، یہی عقد و انعقاد اور فعل و انفعال اور تاثیر و تاثر اور فاعلیت و مفعولیت کا تعلق دو چیزوں کے درمیان زوجیت کا تعلق ہے۔ اسی تعلق سے دنیا میں تمام ترکیبات واقع ہوتی ہیں اور انہی ترکیبات سے عالم خلق کا سارا کارخانہ چلتا ہے۔ کائنات میں جتنی چیزیں ہیں وہ سب اپنے اپنے طبقہ میں زوج زوج اور جوڑا جوڑا پیدا ہوئی ہیں۔[1] عائلی زندگی میں اگرچہ بہت سے معاشرتی و تمدنی اور روحانی فوائد پوشیدہ ہیں مگر بنیادی طور پر وہ انسانی ضرورت کی ایک چیز ہے یعنی خلاق ازل نے انسانی فطرت میں اپنی جنس مخالف سے ملاپ کرنے کا داعیہ پوری طرح سمو دیا ہے تاکہ انسان کاروبار حیات سے اکتا نہ جائے، بلکہ وہ ایک حسین سہارے کے ساتھ انسانی تمدن کو آگے بڑھاتا اور اس میں نئے گل و گلزار پیدا کرتا رہے۔ چنانچہ جس طرح بھوک پیاس لگتی ہے اسی طرح اس میں جنسی خواہش بھی پیدا ہوتی ہے۔ جس طرح بھوک پیاس مٹانے کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح انسان کی جنسی خواہش پوری کرنے کی غرض سے بھی جائز اور آسان طریقوں سے اس کا اہتمام ضروری ہے۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں:

> "بنانے والے نے بالارادہ اس غرض کے لیے انتظام کیا کہ مرد اپنی فطرت کے تقاضے عورت کے پاس اور عورت اپنی فطرت کی مانگ مرد کے پاس پائے اور دونوں ایک دوسرے سے وابستہ ہو کر ہی سکون واطمینان حاصل کریں یہی وہ حکیمانہ تدبیر ہے جسے خالق نے ایک طرف انسانی نسل کے برقرار رہنے کا اور دوسری طرف انسانی تہذیب و تمدن کو وجود میں لانے کا ذریعہ بنایا ہے۔ نوع انسانی میں تہذیب تمدن کے رونما ہونے کا سبب یہی ہے کہ خالق نے اپنی حکمت سے مرد اور عورت میں ایک دوسرے کے لیے وہ مانگ، وہ پیاس، وہ اضطراب کی کیفیت رکھ دی ہے جسے سکون میسر نہیں آتا جب تک کہ وہ ایک دوسرے سے جڑ کر نہ رہیں۔ یہی سکون کی طلب ہے جس نے انہیں مل کر گھر بنانے پر مجبور کیا ہے۔ اسی کی بدولت انسان کی زندگی میں تمدن کا نشو نما ہوا۔ اس نشو نما میں انسان کی ذہنی صلاحیتیں مددگار ضرور ہوئی ہیں مگر وہ اس کی اصل محرک نہیں ہیں۔ اصل محرک یہی اضطراب ہے جسے مرد اور عورت کے وجود میں ودیعت کر کے انہیں "گھر" کی تاسیس پر مجبور کر دیا ہے۔"[2]

---

[1] حاصل پوری، محمد عظیم، تحفۃ النساء المعروف خواتین کا انسائیکلوپیڈیا، دارالقدس، بدون سنہ

[12] مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، [2] تفہیم القرآن، 3/746، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۸۰ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

The World Book of Encyclopedia کے مطابق:

"The family is the oldest of human institution. People lived together because the protection was the most important thing for primitive man. People were saver if they lived together in-group."[1]

[1] The World book of Encyclopedia,6/2470 ,Field Enterprises Edecational corporation Chicago,1957

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عائلی زندگی۔۔۔نفسیاتی ضرورت:

ہر انسان فطری طور پر اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق ساتھی کی ضرورت محسوس کرتا ہے جس کے ساتھ مل کر وہ مستقبل کی عمارت تعمیر کر سکے اور بامقصد سمجھوتہ کے ساتھ زندگی گزار سکے۔ مرد کو ایسی مخلص بیوی کی تلاش ہوتی ہے جو اس کی قدر و قیمت کو جانے، اس کی محنت و کوشش کو قدر کی نگاہ سے دیکھے۔ اسے مستعدی پر آمادہ کرتی رہے اور ہر کام میں اس کی مددگار ثابت ہو اور عورت ایسے مرد کی تلاش میں ہوتی ہے جو اس کی باتوں پر یقین کرے۔ اس کا بھرپور خیال رکھے اور اس کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے اسے کچھ اختیارات دے تاکہ عورت زندگی اور اس کی ذمہ داریوں کے بارے میں مطمئن اور پر اعتماد ہو۔ محبت انسانی سماج کی سب سے بنیادی صفات میں سے ایک ہے۔ انسان اپنی اس جبلت کو بہت خوبصورت بنالیتا ہے اس کی دیکھ بھال کرتا ہے اور اسے اشرف المخلوقاتی صورت عطا کرتا ہے۔ انسان کے ضمیر میں جو چیز سب سے زیادہ ناگزیر ہے وہ مہر و محبت ہے اس کے بغیر روحانی نشو نما ناممکن ہے اس لیے انسان کبھی بھی بے مہر نہیں رہ سکتا۔ انسان ہر دور میں ان نفسیاتی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے دوسرے انسانوں کے ساتھ مل جل کر زندگی گزارنے پر مجبور ہے۔ نومسلمہ خاتون محترمہ عائشہ لیمو لکھتی ہیں:

> "انسان خواہ مرد ہو یا عورت اس کے لیے تنہا زندگی گزارنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ خاندان اس کی ایک ناگزیر ضرورت اور انسانی معاشرہ کی بنیادی اکائی ہے جو مستقبل کی نسل کی اچھی تعلیم و تربیت اور انہیں اچھا شہری بنانے میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ مرد اور عورت مل کر خاندان کی تشکیل کرتے ہیں۔ اور اس کی بقاء اور تحفظ کے لیے وہ ایک دوسرے کے بہترین معاون ہیں۔ ان کی خوشیاں اور مسرتیں، ان کے مفادات، ان کی مشکلات اور پریشانیاں مشترک ہیں"۔[1]

عائلی زندگی۔۔۔روحانی ضرورت:

انسان جسم اور روح دونوں سے مرکب ہے۔ جتنا ضروری جسمانی ضرورتوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس سے کہیں زیادہ روحانی تسکین کی تحصیل لازم ہے۔ اگر انسانی روح آسودہ نہ ہو تو رفتہ رفتہ بدن شکستگی اور بے دلی محسوس کرتا ہے اور کارگاہ حیات سے بیزار ہوتا چلا جاتا ہے۔ انسان کی اس فطری ضرورت کے لیے اس کو جوڑوں میں پیدا کیا گیا۔ ازدواجی زندگی کا اہتمام کیا گیا اور اس زندگی کو روح کے سفر میں معاون قرار دیا گیا۔ اگر انسان نے کبھی افراط و تفریط کا پہلو اختیار کرتے ہوئے اس سے کنارہ کشی کی تو حالات نے ثابت کر دیا کہ وہ غلطی پر تھا۔ میاں بیوی کا تعلق انسانی زندگی اعلیٰ ترین مقاصد کے حصول میں مددگار معاون بنتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سب رشتوں سے پہلے دنیا میں اسی رشتے کی بنیاد رکھی گئی۔

---

[1] اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام میں عورت کا مقام، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، بدون سنہ، ص ۳۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے انسان کی تنہائی اور وحشت دور کرنے کے لیے عورت کو پیدا کیا جو اس کی رفیق حیات بن کر زندگی کے نشیب و فراز میں ہر قدم پر اس کا ساتھ دے سکے اور اس کی مونس و غمخوار بن کر زندگی کی گاڑی کھینچ سکے۔ عورت گھر کی ملکہ ہوتے ہوئے بھی مرد کو ہمیشہ تمدنی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لیے نیا جذبہ اور نیا ولولہ عطا کرتی رہتی ہے۔ اور مرد کے جذبہ تقدم و ترقی کو کسی بھی طرح سرد نہیں ہونے دیتی۔ اس لحاظ سے ساری تمدنی سرگرمیوں کا مرکز و محور عورت ہے۔ اور اسی کے دم سے تہذیب و تمدن کا ارتقاء ہو رہا ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے جوڑے اس لیے بنائے تاکہ وہ ایک دوسرے سے ہمدردی، غمخواری انس و محبت اور مہر و وفا کے برتاؤ کرتے ہوئے ایک کامیاب اور مثالی زندگی گزار سکیں تاکہ آخرت میں ان کی نجات ہو سکے۔[1]

عائلی زندگی۔۔۔اوّلین معاشرتی نظم:

انسان نے جب سے اس کائنات رنگ و بو میں قدم رکھا تو نظام زندگی چلانے کے لیے کئی ادارے بنانا پڑے جن میں پہلا ادارہ عائلی زندگی کا تھا جس کا وجود حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش کا مرہون منت ٹھہرا۔ مذہب ہو یا تحریک دونوں کو اپنے پاؤں ٹکانے نے کے لیے زمین کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے ظہور، وجود اور آئندہ زندگی کے لیے ایک خاندانی نظام ناگزیر ہے جو ان عقائد و تعلیمات پر دل سے یقین رکھتا ہو اور زندگی میں اس کا مظاہرہ کرتا ہو۔ دنیا کی کوئی ایسی قوم نہیں بتائی جاسکتی جو اپنا خاص خاندانی نظام نہ رکھتی ہو، خواہ وہ سماجی ارتقاء سے بن گیا ہو یا وحی و الہام اور خدائی قانون کے ذریعے مرتب ہوا ہو لیکن قوموں کی تشکیل اور صورت گری میں اس کا بڑا بنیادی حصہ رہا ہے۔[2]

تعمیر اقوام کا بنیادی ادارہ:

عائلی زندگی سے وہ ادارہ تشکیل پاتا ہے جہاں افراد تیار ہوتے ہیں قوموں کی تعمیر سب سے اہم کام ہے اور گھر ہی وہ مرکز ہے جہاں افرادی قوت تیار ہوتی ہے۔ یہ وہ بنیادی یونٹ ہے جو افراد کی تعمیر و تشکیل اور تربیت کا کام بڑی جانفشانی اور عرق ریزی سے کرتا ہے۔ اگر اس کے متبادل کوئی اور ادارہ بنا بھی دیا جائے تو نتائج یہ ثابت کریں گے کہ کوئی اور ادارہ اس کی جگہ لینے سے قاصر ہے۔ عائلی زندگی کے پر سکون گھونسلے میں پل کر ہی بچے اس قابل ہوتے ہیں کہ وہ اس وسیع و عریض کائنات کے ارضی و سماوی پوشیدہ اسرار و رموز کی عقد کشائی کر سکیں۔ دنیا کے حالات کا صحیح اور درست ادراک کر سکیں۔ اور سرد مہری کی اس دنیا میں گرم جوشی کے جذبات پیدا کر سکیں۔ جس طرح ہوا، زندگی و تروتازگی اور توانائی مہیا کرتی ہے۔ اسی طرح ایک مضبوط اور توانا خاندان اپنے بچوں میں وہ صلاحیتیں اور خوبیاں پیدا کر دیتا ہے جن کے ذریعے نئی دنیائیں، نئی کہکشائیں دریافت کر سکتے ہیں

---

[1] ندوی محمد شہاب الدین، اسلام کا قانون اطلاق، المکتبہ الاشرفیہ، لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۱۲،

[2] شمس تبریز خان، مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام، مجلس نشریات اسلام کراچی، ص ۲۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۔اور خود اعتمادی کے بل پر اپنی شخصیت کو سنوار سکتے ہیں۔اور اپنے کردار کی تعمیر اخلاقی اقدار کی بنیاد پر کر سکتے ہیں۔تاریخ گواہ ہے کہ جب انسانوں نے انسانی تعمیر کا کام کسی اورادارے کے سپرد کرنا چاہا خواہ وہ عائلی زندگی کی کوئی غیر فطری صورت ہو یا ریاست کا ادارہ ہو جب بھی انسان نے پھولوں اور پودوں کی طرح نرسری میں بچے پالنا چاہے ناکامی پر مشتمل نتائج نے انہیں اپنے ادارے سے رجوع کرنے پر مجبور کر دیا۔ہنستی کھیلتی بستیاں گھروں کے دم سے ہی آباد ہیں۔متوازن کردار گھر کی چار دیواری میں بنتا ہے بشرطیکہ گھر میں سکون ہو۔سکون افراد کے پیار سے حاصل ہوتا ہے قوانین قدرت کی خلاف ورزی کر کے گھریلو سکون تباہ ہوتا ہے۔ مغربی ممالک کے گھرانوں نے اولاد کو کھلی چھٹی دے کر ان پر جنسی جنون طاری کر دیا ہے۔اس کے نتیجے میں اولاد نے جنسی لذت پرستی کو مطمع نظر بنالیا ہے۔ان میں حیوانی جذبہ تو ہوتا ہے انسانی جذبات نہیں ہوتے۔[1]

عائلی نظام کی تباہی مستقبل کی تباہی ہے جس سے ہر وہ معاشرہ لازماً گزرتا ہے جو اس فطری نظام سے بے نیازی برتتا ہے۔یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ جب قوم کے گھرانے ہی میں مسائل حل نہیں ہوتے اور جب اچھے شہری پیدا نہیں ہوتے اور معاشرے کے ادارے سے ہی غیر ذمہ دارانہ اور بے قدر و قیمت رجحان سکولوں اور سرکاری اداروں میں سرایت کر جاتا ہے تو پھر اس معاشرے کی پیش رفت تقریباً ناممکن ہو جاتی ہے۔یہ مسائل بازاروں اور سڑکوں کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں ،اداروں کو آلودہ کر دیتے ہیں۔عوام پر عائد ٹیکسوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔صلاحیتیں تباہ ہو جاتی ہیں۔اجتماعی احساس تحفظ اور نظریات چھن جاتے ہیں۔ایک مضبوط اور توانا خاندان بنانے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچوں کو خوشی اور تحفظ فراہم کیا جائے۔مضبوط خاندان ہی مضبوط معاشرے کے ضامن ہیں۔جو بچے مضبوط ، ٹھوس اور عملی خاندانوں سے تعلق رکھتے ہیں ان سے ہی ٹھوس ،مضبوط اور عملی خاندان پیدا ہوتے ہیں۔

[1] شبیر حسین،روحانی مسرت جسمانی قوت،مکتبہ داستان لمٹیڈ لاہور ۱۹۸۱ء،ص ۱۴۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم: عائلی نظام کی اہمیت اور اسلامی تعلیمات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کی نظر میں جہاں مرد و عورت کی تخلیق کا مقصد معاشرتی زندگی کی رونق کو دوبالا کرنا ہے وہاں اس کا مقصد یہ بھی ہے کہ انسان کی عائلی زندگی کو مضبوط اور مستحکم بنایا جائے کیونکہ عائلی نظام کے استحکام پر دیگر نظام ہائے زندگی کی درستگی کا دارو مدار ہے۔ عائلی زندگی خاندان کی بنیاد ہے اور معاشرتی زندگی کا ابتدائی پتھر ہے جس سے سارا معاشرہ تعمیر کی قوت حاصل کرتا ہے۔ خاندان میں مرد و عورت یعنی میاں بیوی اور بچے بھی شامل ہیں۔ ان تمام لوگوں کا آپس میں گہرا اور مضبوط تعلق ہی پورے معاشرے کے اطمینان اور سکون کا باعث بنتا ہے ان تمام رشتوں کی مضبوطی کی بنا پر عائلی زندگی مضبوط ہوتی ہے۔ اسلام میں عائلی زندگی پر بہت زور دیا گیا ہے۔

اللہ رب العزت نے اپنی خوبصورت ترین مخلوق کو پیدا فرمایا تو جہاں جنت میں اس کی تسکین و آرام کے اسباب مہیا فرمائے ان میں سب سے بڑا انعام اس کی تسکین کے لیے اس کے ہم جنس کو پیدا فرمانا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُلْنَا يَـٰٓـَٔادَمُ ٱسْكُنْ أَنتَ وَزَوْجُكَ ٱلْجَنَّةَ[1]

"اور ہم نے کہہ دیا کہ اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔"

انسان کے لیے جوڑے کی تخلیق باعث اطمینان اور وجہ سکون ہے۔ اسلام دین فطرت ہے اس نے خطہ ارضی پر اس کی ہر فطری ضرورت کا اہتمام کرتے ہوئے اس کو خوبصورت ساتھ عطا کیا تاکہ وہ زندگی کی خوشیوں میں شریک ہو سکے اور پریشانیوں میں معاون بنے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ ءَايَـٰتِهِۦٓ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا لِّتَسْكُنُوٓا۟ إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِى ذَٰلِكَ لَـَٔايَـٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ[2]

"اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نشانات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہاری جنس میں سے تمہارے لیے بیویاں پیدا کیں ہیں تاکہ ان سے سکون و اطمینان پاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان محبت اور نرم دلی کو قائم کر دیا اس میں یقیناً غور و فکر سے کام لینے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔"

حقیقت یہ ہے کہ جب زمین پر انسانی زندگی میں لطف و سرور نہ ہو تو وہ زندگی خشک و بے مزہ ثابت ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت نے زندگی کے ہر شعبے میں لطف و سرور کے اسباب بنا دیے۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَٰحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا[3]

---

[1] البقرہ ۲:۳۵

[2] الروم ۳۰:۲۱

[3] الاعراف ۷:۱۸۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی تا کہ وہ اس سے دلی سکون حاصل کرے"
عورت اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ جسے اللہ تعالیٰ نے مردوں کی جانوں سے پیدا فرمایا نہ کہ کسی اور مٹی سے اور اللہ تعالیٰ نے عورت کو غلام کی حیثیت سے نہیں بلکہ ہمدرد اور غمگسار بیوی کی حیثیت سے پیدا فرمایا تا کہ وہ سکون حاصل کرے اور "سکون ایک فطری و نفسانی معاملہ اور خفیہ راز ہے جس سے انسان سماج میں شمولیت کی سعادت اور بے تکلف خلوت کا انس پالیتا ہے اور سکون ان معنوی ضروریات میں سے ہے جس کو خاوند صرف عورت کی آغوش میں ہی حاصل کر سکتا ہے۔"[1] زوجین کا رشتہ اور تعلق فطری آسودگی کا اہتمام کرتا ہے اس لیے اسلام نے اس تعلق کو بہت خوبصورت تشبیہ کے ذریعے بیان فرمایا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ[2]

"وہ عورتیں تمہارے لیے اور تم ان کے لیے لباس ہو"

یہاں زوجین کو لباس کہا گیا ہے لباس وہ چیز ہے جو انسان کے جسم سے متصل رہتی ہے اور اس کی پردہ پوشی کرتی ہے اور اس کو خارجی فضا کے مضر اثرات سے بچاتی ہے۔ اس لباس کے استعارہ کو زوجین کے لیے استعمال کرنے سے یہ بتانا مقصود ہے کہ ان کے درمیان مناکحت کا تعلق معنوی حیثیت سے ویسا ہی تعلق ہونا چاہیے جیسا جسم اور لباس کے درمیان ہوتا ہے۔ ان کے دل اور ان کی روحیں ایک دوسرے کے ساتھ متصل ہوں۔[3] اس آیت کے چند کلمات میں بیک وقت جسم اور روح کے تعلق کو بہت عمدہ انداز میں پیش کیا گیا ہے کیونکہ لباس انسانی بدن پر ایسا چسپاں ہوتا ہے کہ نہ وہ چھوٹا ہوتا ہے اور نہ ہی بڑا۔ اور میاں بیوی کے درمیان ہم آہنگی ہوتی ہے کہ جب دونوں کی ملاقات ہوتی ہے تو وہ دونوں ایک جان اور ایک روح کی مانند ہو جاتے ہیں۔ اور ایک ہی لمحے میں وہ ایسے گھل مل جاتے ہیں کہ ان کی حدود کا پتا نہیں چلتا اور وہ دونوں ہمیشہ اس مضبوط ملاپ کے لیے بے قرار ہوتے ہیں۔ وہ ایک دوسرے کی طرف اس طرح راغب ہوتے ہیں جیسے کپڑا پہننے والا اپنے کپڑے کو اپنی طرف کھینچ رہا ہوتا ہے[4] تشکیل خاندان انسان کی فطری اور بنیادی ضرورت ہے۔ اس وسیع کائنات میں انسان سب سے زیادہ محفوظ اور پر سکون اس جگہ کو خیال کرتا ہے جہاں اس کا گھر ہو یعنی اہل خاندان آباد ہوں۔ اس تعلق کے باعث سکون و راحت ہونے کی بنا پر اللہ رب العزت نے اس کو انسان پر خصوصی کرم قرار دیا۔ اور فرمایا:

---

[1] الاستانبولی، محمود مہدی، تحفۃ العروس مترجم مولانا ابو یاسر اجمل، دارالاندلس لاہور ۲۰۰۵ء، ص ۲۶

[2] البقرہ: ۲: ۱۸۷

[3] مودودی، ابوالاعلیٰ، حقوق الزوجین، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۸۹ء، ص ۲۶

[4] سید قطب، فی ظلال القرآن، ۲/ ۸۵، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور بدون سنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ مِنَ ٱلْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُۥ نَسَبًا وَصِهْرًا[1]

نفس کی گہرائیوں سے ابھرنے والے لطیف جذبات کے لیے حد درجہ پر سکون و مستقل فضا درکار ہے۔ اور اگر یہ فضا موجود نہ ہو تو انسان مستقل نفسیاتی بے کیفی کا شکار ہو جاتا ہے اور ہر قسم کی جسمانی راحت و آرام کے باوجود انسان پژمردہ ہو کر رہ جاتا ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَٰجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَٰجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُم مِّنَ ٱلطَّيِّبَٰتِ[2]

"اور وہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے تمہاری ہم جنس بیویاں بنائیں اور اسی نے ان بیویوں سے تمہیں بیٹے اور پوتے عطا کیے اور اچھی اچھی چیزیں تمہیں کھانے کو دیں" عائلی زندگی نہ صرف بقا کا سامان مہیا کرتی ہے بلکہ سماجی و معاشرتی تحفظ کے ساتھ ساتھ معاشی تحفظ بھی فراہم کرتی ہے۔ باہمی تعاون اور ہمدردی کو فروغ ملتا ہے۔ ننھے بچوں کے لیے ماں کی گود پناہ گاہ بنتی ہے اور بوڑھے، کمزور اور محتاجوں کے لیے خاندان سائبان کا کردار ادا کرتا ہے۔ حدیث رسول مقبول ﷺ ہے:

كفى بالمرءِ إثماً أن يضيعَ من يقوت[3]

عائلی زندگی کا مقصد عالم گیر وحدت اور اخوت بھی ہے اس لیے اسلام نے عائلہ و خاندان کے چھوٹے دائرے میں بھی ایسی وسعت اور امکانات قائم رکھے ہیں جو اس عالم گیر وحدت کے منافی نہ ہوں بلکہ اس کے معاون ہوں وہ ایک پیغام محبت ہے جو بندے کو خدا سے جوڑتا پھر بندوں کو باہمی رشتوں میں باندھتا اور پھر خاندانوں اور افراد کو ایک بڑے کنبے اور خاندان کا فرد بنا دیتا ہے۔

مختلف معاشرے اور عورت کی حیثیت:

اللہ کی وسیع کائنات میں مظلوم ترین مخلوق بنت آدم ہے جسے "جنس لطیف" اور "صنف نازک" جیسے دل نواز ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ ہر زمانے اور ہر دور میں سوائے بعد از اسلام کے ابتدائی چند صدیوں کے بنت آدم جنس مظلوم اور ستم رسیدہ بنی رہی۔ دنیا کے ہر حصے میں وہ مقہور و مظلوم دکھائی دیتی ہے۔"[4] وہ عورت جو نسل و تخلیق میں اضافے کا باعث بنتی ہے جو انسانی معاشرے کو اولاد کی خوشبو سے روشناس کراتی ہے خود اکثر علاقوں میں پھول کی پتیوں کی مانند مسلی جاتی رہی جس کی مسکراہٹ

---

[1] الفرقان:۲۵:۵۴

[2] النحل۱۶:۷۲

[3] مسلم، کتاب الزکوۃ، باب فضل النفقۃ علی العیال، ح۹۹۶

[4] عابدہ علی، عورت قرآن و سنت اور تاریخ کے آئینے میں، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، بدون سنہ، ص۳۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ں سے دھرتی کو نکھار ملتا رہا اس کے آنسو گالوں پہ بہتے رہے۔ جو زندگی کو زندگی بنانے کا باعث تھی اس کو حق زندگی سے بھی محرو م کیا جاتا رہا۔ وہ جس نے شمع فروزاں بن کر تاریک زندگی کو منور کیا اس کے چہار اطراف اندھیرے اور دھندلکے چھائے رہے ۔شب ظلمت نے اس کے آنگن میں بسیرا کیے رکھا۔ تاریکی کی ردا اس کی ہمنوا رہی۔ معاشی چوراہوں میں مال بکاؤ کی طرح بکتی رہی۔ اس کی زلفوں کے سہارے ادیب اور شعراء ادب کے کمال تک پہنچتے رہے۔ وہ خود اپنے حقیقی مقام کو بھی حاصل نہ کر سکی ۔افراط و تفریط اس کے دائیں بائیں موجود ہے۔ انسانی تمدن کی تاریخ گواہ ہے کہ قبل از اسلام عورت کو انتہائی پست اور ذلیل مخلوق سمجھا جاتا تھا۔ دنیا کی متمدن ترین اقوام یونان، روم، چین اور ایران و مصر اور عرب میں اس کو ایک غیر مفید بلکہ مخل تمدن عنصر سمجھ کر میدان عمل سے ہٹا دیا تھا۔ "یونان" میں عورت کی زندگی کا مقصد صرف یہ سمجھا جاتا تھا کہ وہ مرد کی غلامی اور خدمت کرے۔ یونانی عموماً عورتوں کو ایک درجہ کم مخلوق سمجھتے تھے جن کا مصرف صرف خانہ داری اور ترقی نسل تھا۔[1] روم میں مرد کی حکومت اپنی بی بی پر جابرانہ تھی عورت ایک لونڈی کی حیثیت رکھتی تھی جس کا معاشرت میں کوئی حصہ نہ تھا۔ اسے کسی قسم کا حق حاصل نہ تھا یہاں تک کہ حق وراثت بھی نہیں دیا گیا۔[2] مارکس لکھتا ہے:

> "رومن مرد یہ سمجھتا تھا کہ چونکہ اسے اپنی بیوی پر زندگی اور موت کا اختیار حاصل ہے اس لیے اس کی عظمت پوری طرح محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ شوہر کی طرح بیوی کو بھی اختیار حاصل تھا کہ جب چاہے اپنی مرضی سے شادی کا رشتہ توڑ دے۔ جرمنوں میں شادی کے تقدس کا پورا احترام تھا۔ ہر مرد ایک بیوی سے مطمئن تھا اور عورتیں عفت و پاکدامنی کے بندھنوں سے بندھی رہتی تھیں عورتوں کی بڑی عزت کی جاتی تھی اور امور عامہ میں بھی ان کا اثر تھا۔"[3]

خالدہ ادیب خانم لکھتی ہیں:

"عورتیں عمر بھر دوسروں کی ولایت میں رہتی تھیں اصولاً وہ ہمیشہ نابالغ سمجھی جاتی تھیں۔ مرد اپنی بیویوں کو مارتے پیٹتے تھے اور ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے دیتے تھے۔"[4] ایران کی اخلاقی حالت نہایت شرم ناک تھی، باپ کا بیٹی کو اور بھائی کا بہن کو اپنی زوجیت میں لینا کوئی غیر معمولی بات نہ تھی۔[5] ہندو مذہب میں عورتوں کی حالت سب سے بدتر تھی۔ وہ زندگی کے ہر مرحلے

---

[1] گستاولی بان، تمدن عرب، مترجم سید علی بلگرامی، حیدرآباد دکن ۱۹۳۶ء، ص ۴۵۵

[2] ایضاً ص ۴۶۰

[3] فریڈرک اینگلس، خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز، بدیشی زبانوں کا اشاعت گھر ماسکو، بدون سنہ، ص ۱۳۱

[4] خانم، خالدہ ادیب، ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمش، ادارہ المعارف منصورہ لاہور، بدون سنہ، ص ۲۲۵

[5] بدخشانی، مرزا مقبول بیگ، تاریخ ایران، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۷ء، ص ۱۹۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں مردوں کی محکوم تھیں۔ عورت صغر سنی میں باپ کی مطیع، جوانی میں شوہر کی اور شوہر کے بعد اپنے بیٹوں کی اگر وہ نہ ہو تو اپنے اقربا کی کوئی عورت ہر گز اس لائق نہ تھی کہ خود مختار طور پر زندگی بسر کرے۔[1]

عہد جاہلیت میں عورت کی حیثیت:

جس وقت ہدایت الہیٰ تدریجی مراحل سے گزرتے ہوئے تکمیلی مرحلے پر پہنچی اور خاتم النبین کو اکملیت کی مہر کے ساتھ بھیجنے کا وقت آیا تو عالم انسانیت کی حالت دگرگوں تھی اس وقت تہذیب و تمدن کے غنچے مرجھا چکے تھے۔ تاریخ کا دور جمود تھا۔ تمدن کے یخ بستہ سمندر میں حرکت کی کوئی لہر موجود نہیں تھی۔ فکر و عمل کی ندیاں اندھے کنویں کی مانند خشک ہو چکی تھیں۔ زخمی زندگی ایسے آہنی قفس میں مقید تھی کہ جس میں آزادی اور روشنی کا کوئی روزن نہ تھا۔ محبت اور چاہت کے خشک اور بنجر چشمے آپس کی نفرت و عداوت سے خون اگلنا شروع ہو چکے تھے۔ تہذیب و تمدن کے مراکز (یونان و روم) میں صنف نازک اپنی مظلومیت پر خون کے آنسو رو رہی تھی تو عرب صحرا اس کو زندہ دفن کر کے اس کی بے بسی اور بے کسی پر مہر ثبوت ثبت کر رہا تھا۔ قرآن کریم کی یہ آیت صحرا کی اسی خون سے سیرابی کا تذکرہ کرتی ہے:

وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِٱلْأُنثَىٰ ظَلَّ وَجْهُهُۥ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ ﴿٥٨﴾ يَتَوَٰرَىٰ مِنَ ٱلْقَوْمِ مِن سُوٓءِ مَا بُشِّرَ بِهِۦٓ أَيُمْسِكُهُۥ عَلَىٰ هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُۥ فِى ٱلتُّرَابِ ۗ أَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُونَ [2]

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

والله إن كنا في الجاهلية ما نعد للنساء أمرا حتى أنزل الله فيهن ما أنزل وقسم لهن ما قسم [3]

"قسم بخدا اہم دور جاہلیت میں عورتوں کو کوئی حیثیت ہی نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں اپنی ہدایات نازل کیں اور ان کے لیے جو حصہ مقرر کرنا تھا کیا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے نقل کیا ہے کہ سب سے پہلا شخص جس نے اپنی بیٹی کو زندہ در گور کیا وہ قیس بن عاصم تمیمی تھا۔[4]

عائلی زندگی میں عورت کا مقام اور اسلام:

معاشرتی زندگی کی تعمیر میں نکاح اور زوجیت کی ضرورت ایک مسلمہ امر ہے اس لحاظ کے تمدن کی بنا جس جوڑے کے ذریعے رکھی جاتی ہے اس میں عورت کا کردار اور اس کا سماجی وقار بہت ناگزیر ہے۔ اسی باعث اسلام نے عورت کو ایک مقدس

---

[1] شمس تبریز خان، مسلم پرسنل لاء اوور اسلام کا عائلی نظام، مجلس نشریات اسلام کراچی بدون سنہ، ص ۱۹۷

[2] النحل ۱۶:۵۸-۵۹

[3] بخاری، کتاب التفسیر، باب تبتغی مرضات ازواجک، (ح ۴۹۱۳)

[4] ابن حجر عسقلانی، شھاب الدین احمد بن علی بن محمد، فتح الباری شرح صحیح بخاری، دار المعرفۃ بیروت لبنان، بدون سنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

درجہ دیا ہے اور اس کے حقوق کو بڑی وضاحت سے بیان کر کے اسے اعلیٰ مقام عطا کیا ہے۔ عورت کے پاکیزہ جذبات اور بہترین صلاحیتوں کی نسل انسانی کے بقا اور اسکی ساخت و پرداخت کے لیے ضرورت ہے۔ اسلام عورت کو بہترین مقام پر فائز کرتا ہے۔ مرد کے اندر عورت سے محبت اور ہمدردی کا جذبہ بھی ہے۔ اسلام اس جذبہ کو ابھارتا اور نشونما دیتا ہے۔ وہ اس بات کی ترغیب دیتا ہے کہ عورت کے قانونی حقوق ہی ادا نہ کیے جائیں بلکہ اس کے ساتھ ہمدردی کا رویہ اختیار کیا جائے۔ اسلام بحیثیت انسان عورت کو مکمل وجود اور تشخص عطا کرتا ہے۔ اس کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ[1]

مردوں کے ذمہ عورتوں کے بھی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں اور مردوں کو بلند درجہ حاصل ہے۔ اس سے یہی پتا چلتا ہے کہ چونکہ عورت صنف نازک ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے مرد کو اس کا محافظ بنایا ہے۔ علم انسانیت کی رو سے دیکھا جائے یا حیاتیات کا نقطہ نظر سامنے رکھا جائے یہ حقیقت ہے کہ مرد جسمانی طور پر عورت سے مختلف واقع ہوا ہے کیونکہ وہ کم از کم جسمانی لحاظ سے طاقتور واقع ہوا ہے۔ اسی وجہ سے اسے زیادہ ذمہ داری دی گئی ہے کہ مرد کو جو درجہ دیا گیا اس کا تعلق حقوق سے نہیں فرائض سے ہے۔[2] اسلام واضح کرتا ہے کہ زمین و آسمان، ہوائیں بادل، سیارے اور جانور وغیرہ انسانوں کے لیے پیدا کیے گیے ہیں لیکن کہیں نہیں کہا گیا کہ عورتوں کو مردوں کے لیے پیدا کیا گیا ہے بلکہ کہا کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔[3] عائلی زندگی میں مرد اور عورت کو برابر قرار دینے کے لیے ایک خوبصورت تشبیہ بیان کیا۔ فرمایا:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ۗ[4]

رسول ﷺ نے فرمایا:

الدُّنيا متاعٌ، وَخيرُ متاعِ الدُّنيا المرْأَةُ الصالحةُ[5]

دنیا ایک نفع کا سامان ہے لیکن دنیا کا بہترین سامان نیک و صالح بیوی ہے۔

اسلام اعلان کرتا ہے عورت کی بحیثیت ماں، بہن بیوی اور بیٹی عزت و تکریم کی جائے اور عورت کسی مرد کو کچھ وقت کے لیے نہ دی جائے کہ وہ اس سے کچھ وقت فائدہ اٹھا کر اسے پھینک دے۔ اس کا احترام کرنا واجب ہے اس لیے اس کی شادی اس مرد سے کی جائے جسے وہ پسند کرتی ہے۔ اور وہ خاوند کے پاس بحیثیت شریک حیات اور معاون کے رہے گی۔ نہ کہ محض لطف اندوزی کے

---

[1] البقرہ ۲:۲۲۸

[2] سلیمی، محمد اسلم، اسلام میں خواتین کے حقوق و فرائض جدید یافرسودہ، مکتبہ خواتین میگیزین لاہور ص ۷ تا ۸

[3] افضل الرحمٰن، دور جدید میں مسلمان عورت کا کردار، مترجم محمد ایوب منیر، فیروز سنز لاہور، ص ۲۶،

[4] البقرہ ۲:۱۸۷

[5] مسلم، کتاب الرضاع، باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ، (ح ۱۴۶۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصول کے لیے۔ اسے صنف نازک قرار دیتے ہوئے نازک آبگینہ قرار دیا اور خصوصی توجہ اور احترام کا حق دار قرار دیا۔ اسلام نے عورت کو بحیثیت انسان برابر کی شناخت، بحیثیت بیٹی رحمت، جنت کی ضمانت اور دل کا ٹکڑا قرار دیا۔ بحیثیت بیوی سکون و قرار اور بحیثیت ماں تین درجے بلند کر دیا۔

ڈاکٹر ذاکر نائیک لکھتے ہیں:

> "عورت کے فطری مزاج کی اسلام پوری طرح رعایت کرتا ہے۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ عورت کو صنف نازک کا درجہ حاصل ہے اور وہ بعض معاملات میں خصوصی تحفظ کی محتاج ہے۔ جسمانی طور پر مرد عورتوں کی نسبت طاقت ور اور توانا ہیں۔ یہ تفریق قدرت کی پیدا کردہ ہے۔ اس لیے اس پر مردوں کو نازاں ہونے یا عورت کو شرمسار ہونے کی ضرورت نہیں۔ مردوں کو عورتوں کے تحفظ یعنی گھر داری اور نان و نفقہ کی فراہمی کا نازک اور اہم فریضہ سونپا گیا ہے۔ اور یہ کوئی معمولی ذمہ داری نہیں ہے۔"[1]

مرد کو عورت کے تحفظ اور ذمہ داری کا کام سنبھالتے ہوئے فضیلت عطا فرمائی۔ اس کا مطلب بہر حال یہ نہیں کہ گھر میں عورت مرد کی غلام اور وہ اس کا جابر آقا بن کر رہے۔ کیونکہ گھر کی سرداری چند ایسے فرائض اور ذمہ داریوں کا نام ہے جنہیں صرف اس صورت میں پورا کیا جا سکتا جب کہ خاوند اور بیوی کے درمیان محبت اور تعاون کی فضا قائم ہو۔ گھریلو زندگی کی کامیابی کے لیے باہمی افہام و تفہیم اور مستقل ہمدردی کو عائلی زندگی کی اساس بناتا ہے۔[2]

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ[3]

اور ان عورتوں کے ساتھ خوبی کے ساتھ گزران کرو۔

اسلام کے آنے سے قبل عورت توہین آمیز سلوک کا شکار تھی جس سے اس کی اصلیت اور نسوانیت ہی گم ہو چکی تھی۔ اسلام نے عورت کے ان حقوق کا نہ صرف اہتمام کیا بلکہ تحفظ کے اقدامات بھی کیے۔ مجاہد القاسمی لکھتے ہیں:

---

[1] Naik, Zakir Abdul Krim, Women's rights in Islam, Beacon Books, Lahore 2007.

[2] محمد قطب، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، مترجم محمد سلیم کیلانی، البدر پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۱ء ص ۱۹۴

[3] النساء ۴:۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" رسول ﷺ پوری کائنات کے لیے عموماً اور ستم رسیدہ اور مظلوم و مقہور طبقوں کے لیے خصوصاً مژدہ رحمت بن کر آئے۔ انہیں عزت و احترام کا مقام دیا۔ اور میراث میں حق دار بنایا اور نکاح کو ایسے معاہدہ کی حیثیت سے پیش کیا کہ جس میں مرد عورت کا مالک اور عورت مرد کی ملکیت نہیں ہے بلکہ یہ دونوں ایک معاہدہ کے فریق اور زندگی کے سفر میں ایک دوسرے کے قابل احترام اور باعزت رفیق ہیں۔[1]

رسول ﷺ نے عورت کو اپنی پسندیدہ اشیاء میں شامل فرما کر عزت و مرتبہ کی بلندی عطا کر دی۔

إنَّ الدُّنيا كلها متاعٌ وخيرُ متاعِ الدُّنيا المرأةُ الصالحةُ[2]

"دنیا کی چیزوں میں مجھے عورت اور خوشبو پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔"

---

[1] قاسمی، مجاہد الاسلام، لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کا اختیار، ادارۃ القرآن کراچی، ۱۴۲۱ھ

[2] نسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء، (ح ۳۳۹۱)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم: عصری عائلی مسائل۔ وجوہ واسباب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عصری مسائل سے مراد

عصری کا مفہوم:

عصر: وقت، زمانہ خصوصاًسہ پہر کے ابتدائی حصے سے سورج میں سرخی پیدا ہو جانے تک کا وقت۔ لغوی معنوں میں اس مراد زمانہ، دن رات، رات کا آخری حصہ آفتاب کے سرخ ہونے تک، اسی سے صلوۃ العصر یعنی عصر کی نماز ہے[1] عصر کی جمع عصور، عصر اور اعصار آتی ہے۔[2] اسی سے لفظ عصری یا معاصر نکلا ہے۔ یہ لفظ سترھویں صدی سے استعمال ہونا شروع ہوا۔ اور بنیادی طور پر یہ لفظ لاطینی زبان کا ہے۔ اس سے مراد کسی شخص کے دور کے واقعات، اور اشخاص ہیں۔[3]

لغوی تصریح کو مد نظر رکھا جائے تو عصری یا معاصر سے مراد کسی خاص شخص کے عہد کے حالات و واقعات یا اشخاص مراد لیے جاتے ہیں۔ چونکہ یہ اضافی اصطلاح ہے لہٰذا عصری مسائل سے مراد وہ مسائل ہیں جو دور حاضر میں دنیا کو درپیش ہیں۔ جب ہم اقوام و ملل کی تاریخ اور اس کے اثرات کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ہر واقعہ اور حادثہ دیر پا اثرات رکھتا ہے اس کا اثر بھی ایک دور پر محیط ہوتا ہے اگر اس سلسلے میں مغربی معاشرہ کو مد نظر رکھیں تو ۱۷۸۹ء میں French Revolution[4] کے بعد عورت کا کردار بدلنے کی بنا پر عائلی مسائل نے ایک خاص نہج اختیار کی۔ برصغیر پاک و ہند اور مسلم معاشرے کو دیکھیں تو مغربی استعمار کے بعد کا دور تقریباً ہر علاقے میں نتائج کے اعتبار سے کچھ مشترک اثرات رکھتا ہے جس کی بنا پر معاشرے کو درپیش مسائل میں بھی تقریباً یکسانیت ہے دوسری جنگ عظیم کے بعد ان مسائل میں شدت آتی چلی گئی۔ بیسویں صدی کے اواخر میں (I.T) انقلاب نے زمان و مکان کو سمیٹ کے رکھ دیا۔ اب آنکھ صرف اپنا گردو پیش نہیں بلکہ پوری دنیا دیکھتی ہے لہٰذا عصری عائلی مسائل سے مراد موجودہ دور کے مسائل ہیں خواہ ان کے وجوہ و اسباب صدیوں پر محیط ہوں۔

عصری عائلی مسائل کی نوعیت اور دائرہ کار کا تعین:

گھر سب انسانوں کی "ارضی جنت" جائے سکون و محبت، تعمیر افراد کا مرکز اور معاشی و معاشرتی جائے پناہ ہے۔ انسان خواہ مغرب کا ہو یا مشرق کا، مسلم ہو یا غیر مسلم سب کے دکھ مشترک اور مسائل یکساں ہیں۔ یہ مسئلہ سب کا مشترک ہے کہ

---

[1] لوئس معلوف، المنجد فی اللغۃ، المکتبۃ الشرقیۃ، بیروت ۱۹۹۶، ص ۵۵۶۔

[2] اندلسی، ابو حیان، البحر المحیط، مطبوعہ الریاض، بدون سنہ ۸/۵۰۹

[3] Encyclopedia Encarta online.

[4] The New Encyclopedia Britannica, Encyclopedia Britannic LTD London,9/804

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر سکون گھر اور اس میں موجود افراد سب دکھوں کا مداوا ہیں۔ کرہ ارض کے کسی بھی کونے پر آباد انسان کو آج بھی گھر جانے والے راستے اچھے لگتے ہیں۔ گویا مشترک مسئلہ یہ ہے کہ گھر ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مکان بن جائے تو اس کو گھر کیسے بنایا جائے۔ شادی کا ادارہ اس سوال کا جواب فراہم کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ انسان قدیم دور سے تعلق رکھتا ہو یا جدید سے چڑھتے سورج کی سرزمین کا باسی ہو یا ڈوبتی کرنوں کو الوداع کہنے والا شادی کا ادارہ اس کے ہاں موجود رہا اور اگر زندگی کا تسلسل برقرار رکھنا ہو تو اس ادارہ کو دوام عطا کرنا ہو گا یوں یہ سب مسائل مشترکہ ہوں گے کہ شادی کا مقصد کیا ہے؟ کب؟ کیوں اور کیسے اس کو منعقد ہونا چاہیے؟ شادی فریقین پر کیا ذمہ داریاں عائد کرتی ہے؟ بہترین شادی کن اصول وضوابط کی پابندی پر منحصر ہے۔

شادی فریقین پر جو ذمہ داریاں عائد کرتی ہے ان کی ادائیگی میں ہی اس ادارے کی بقا مضمر ہے۔ عصر حاضر میں پورا کرہ عالم

نفسا نفسی کی لپیٹ میں ہے اور عائلی زندگی بھی اس کی لپیٹ میں آچکی ہے۔ خواتین پر بڑھتا ہوا گھریلو تشدد اور معمولی معمولی باتوں پر اس زندگی کا ختم ہو جانا لمحہ فکریہ ہے اگر حالات ناگزیر ہو جائیں، فریقین کا ایک چھت تلے نباہ ناممکن ہو جائے تو علیحدگی کا سفر کن اصولوں کو مد نظر رکھ کر کرنا ہو گا کہ شادی کے ادارہ سے وجود پانے والی اولاد ہلاکت وتباہی سے ممکنہ حد تک محفوظ رہ سکے۔ چونکہ ہر قوم اور معاشرہ اپنے عائلی مسائل کو اپنے مخصوص نظریہ اور طرز زندگی کے مطابق ہی حل کرتا ہے۔ ان مسائل میں بطور مسلم معاشرہ ہمارے مسائل مغرب سے کچھ معاملات میں مختلف ہوں گے۔ چونکہ امت مسلمہ بھی مختلف خطے، جغرافیائی مزاج اور علاقائی نسبتوں سے کچھ رسوم ورواج میں باہم مختلف ہے اس لیے امکان ہے کہ نوعیت کے اعتبار سے پاکستان کے عائلی مسائل دیگر اسلامی معاشروں سے کچھ حد تک فرق ہوں گے (اگرچہ بنیادی اور اصولی قواعد میں کوئی فرق نہیں ہو گا)۔

عائلی زندگی کی تشکیل سے متعلقہ مسائل:

ہمارا موضوع بحث وہ مسائل ہوں گے جو شادی اور نکاح کی حیثیت سے متعلقہ ہوں گے مثلاً نکاح گریز رجحانات کا فروغ، عائلی ذمہ داریوں سے فرار، بے نکاح ازدواجی زندگی سے معاشرہ کی ٹوٹ پھوٹ اور نئی نسلوں کا گھر کی چار دیواری کے تحفظ سے محروم ہو جانا، ہم جنس پرستی کے رجحان کا پروان چڑھنا اور اس کو قانونی تحفظ ملنے سے پیدا ہونے والے مسائل ہیں۔ تاخیر نکاح کے اسباب، مثلاً جہیز کے مسئلہ پر افراط، ذات برادری، وٹہ سٹہ، لڑکیوں کی ملازمت، اور اعلیٰ تعلیم اور نکاح کی تقریب میں سادگی کو چھوڑ کر بے شمار رسوم ورواج کی پیروی کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ معاہدہ نکاح سے متعلقہ مسائل مثلاً ً والدین اور لڑکیوں کے اختیار نکاح کی حدود، فرار کی شادیاں، جبری نکاح، قرآن کے ساتھ شادی، ونی کی رسم ا ور مہر سے متعلقہ مسائل ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عائلی ادارہ کی تنظیم سے متعلقہ مسائل:

دیگر معاشرتی اداروں کی طرح عائلی زندگی کا ادارہ بھی اپنی تنظیم کے لیے کچھ قواعد وضوابط کا محتاج ہے۔ ان قواعد و ضوابط سے روگردانی کی بناپر عائلی زندگی اندرونی طور پر بے شمار مسائل کا شکار ہے۔ مثلاً بیوی کی کفالت کی حدود، ان سے روگردانی ، عورت کا کسب معاش کا حق، نکاح کے بعد عورت کی حیثیت اور دائرہ کار، عورت کی ملکیت پر اس کا حق استعمال، عورت کا سکونت کا حق، شوہر کی عدم موجودگی میں منکوحہ کی سکونت، سسرال کی خدمت کی شرعی حیثیت، عورت کا الگ سکونت کا حق، مشترکہ خاندانی نظام سے پیدا ہونے والے مسائل، خواتین پر تشدد کا بڑھتا ہوا رجحان اور قتل غیرت وغیرہ۔

زوجین کی علیحدگی سے متعلقہ مسائل:

طلاق کا بڑھتا ہوا رجحان، اس کے محرکات واثرات، مرد کا حق طلاق کا بے جا استعمال، طلاق ثلاثہ کا روز بروز فروغ پاتا ہوا رجحان، طلاق اور خلع سے پیدا ہونے والے معاشی ومعاشرتی مسائل اور زوجین کی علیحدگی کی صورت میں بچوں کی حضانت وغیرہ کے مسائل۔

عصری عائلی صورت حال:

عائلی زندگی اجتماعی زندگی کا بنیادی پتھر ہے۔ اجتماعی زندگی اس وقت ترقی کرتی ہے جب زوجین کا سماجی رشتہ ٹھیک ہو اور جنسی تعلق بھی صحیح ہو۔ عورت کی سعی وجدوجہد میں جو خلارہ جائے اس کو مرد پر کرے اور مرد کی دوڑ دھوپ میں جو نقص اور کمی ہو اس کو عورت پورا کرے۔ اسی طرح جنسی تعلق کو اپنی فطری حد میں رہنے دیا جائے اور لذت کشی کا ذریعہ نہ سمجھ لیا جائے۔ لیکن اگر مرد اور عورت کے سماجی ومعاشرتی رشتوں میں عدم توازن ہو اور جنسی تعلقات میں بے اعتدالی ہو تو معاشرہ زوال اور انحطاط کا شکار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سماجی رشتوں میں توازن نہ ہونے کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اجتماعی زندگی کے بعض گوشے خالی اور ویران ہونے لگتے ہیں اور بعض گوشوں پر ضرورت سے زیادہ قوت صرف ہو جاتی ہے اور یہ دونوں ہی باتیں معاشرہ کے لیے تباہ کن ہیں۔ اسی طرح جنسی تعلق میں بے اعتدالی سے سوسائٹی بے راہ روی کا شکار ہو گی۔ اب تک تاریخ بتاتی ہے کہ جن قوموں میں جنسی آوارگی عام ہوئی وہ زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکیں۔[1]

بدقسمتی سے عائلی زندگی کا یہ خوبصورت محل جو بنی نوع انسان کے لیے سائبان کا کام دیتا تھا اس میں دراڑیں پڑتی جارہی ہیں۔ مغرب کی اباحیت پسندی اس کو ٹوٹ پھوٹ سے دوچار کر رہی ہے اور مشرقی روایات کی آڑ میں گھر اجڑتے اور ویران ہوتے جارہے ہیں۔

---

[1] عمری، جلال الدین عنصر، عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۶ء، ص ۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان اور عصری صورت حال:

عائلی نظام کی تخریب کی وہ لہر جو سارے عالم میں پھیلتی جارہی ہے ارض پاکستان کی حدود بھی اس سے محفوظ نہیں۔ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں:

> "یہ بات ماننی پڑتی ہے کہ آج ہمارے معاشرے میں بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کا پلڑا ہلکا ہو گیا ہے۔ شوہر اپنی قوامیت کے مظاہرے کے لیے ہر وقت آمادہ نظر آتے ہیں لیکن حسن سلوک کے معاملے میں تہی دست ہیں۔"[1]

محمد اقبال کیلانی ان حالات پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ ہمارے معاشرے میں چادر اور چار دیواری کے اندر کی زندگی کس قدر المناک بن چکی ہے۔ اس صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے ارباب حل وعقد، دانشور اور پڑھے لکھے مرد وخواتین اسلامی تعلیمات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ازدواجی زندگی میں اسلام نے مرد اور عورت کو جو حقوق عطا فرمائے ہیں ان کا تحفظ کیا جاتا۔ ہمیں یہ اعتراف کرنے میں قطعاً کوئی تامل نہیں کہ چادر اور چاردیواری کے اندر عورت مجموعی طور پر بہت مظلوم ہے۔ اس کی داد رسی ہونی چاہیے ۔ معاشرے میں اسے عزت اور باوقار مقام ملنا چاہیے۔"[2]

انہی حالات کی منظر کشی کرتے ہوئے مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں:

> "مرد یہ چاہتے ہیں کہ بیوی پر اس طرح کا رعب جمائیں جس طرح نوکر پر جمایا کرتے ہیں، یہ نہایت سنگدلی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں نے اس تعلق کی حقیقت کو نہیں سمجھا۔"[3]

---

[1] اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام میں عورت کا مقام، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، بدون سنہ، ص ۴۲

[2] کیلانی، محمد اقبال، نکاح کے مسائل، حدیث پبلیکیشنز، لاہور ۱۴۹۱ء، ص ۹۔ ۱۰

[3] تھانوی، اشرف علی، مولانا، تحفہ زوجین ترتیب مفتی محمد زید صاحب طاہر سنز لاہور، بدون سنہ، ص ۳۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہی وجہ ہے عائلی زندگی سنگین مسائل سے دوچار ہے۔ وہ زندگی جو مہر و محبت اور سکون و اطمینان کا باعث ہونا چاہیے تھی نفرتوں، عداوتوں اور رنجشوں کا پیش خیمہ ثابت ہو رہی ہے۔ حالات گھمبیر صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ روزنامہ خبریں کے مطابق:

> "ماہ رواں کے ۲۳ دنوں میں ۱۶۹ خواتین نے فیملی عدالتوں میں الگ الگ تنسیخ نکاح، حق مہر، نان و نفقہ، جہیز کے سامان کی واپسی کے دعوے دائر کیے ہیں۔ خواتین نے ان دعوؤں کا سبب شوہروں سمیت، ساس، سسر اور نندوں کا طعنے دینا، تشدد کرنا، خرچہ نہ ملنا، منفی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے لیے دباؤ ڈالنا قرار دیا۔ خواتین نے فیملی عدالتوں کو بتایا کہ اب ان شوہروں کے ساتھ نہیں رہ سکتیں ورنہ زہر کھالیں گی۔ ۳۷ مردوں نے دعوے کیے جن کی بیویاں روٹھ کر میکے چلی گئی تھیں۔"[1]

فیملی کورٹس پر کیے گئے ایک سروے کے مطابق ہر چوتھا جوڑا شادی کے کچھ عرصہ بعد ہی علیحدگی اختیار کر لیتا ہے۔ ایڈووکیٹ ہائی کورٹ، واحد حسین قادری نے بتایا کہ پہلے فیملی کورٹس میں گنتی کے لوگ اپنے مسائل لے کر آتے تھے مگر جب سے حکومت نے روشن خیالی جیسے نقطے کو اٹھایا ہے اور حقوق نسواں کا بل پاس کیا ہے اس کے بعد سے یہ تعداد سینکڑوں تک پہنچ چکی ہے جو کہ معاشرہ کے لیے لمحہ فکریہ ہے۔

> شازیہ رشید ایڈووکیٹ نے بتایا: "کہ طلاق کی شرح پہلے ۳۰ سے ۴۰ فیصد تھی۔ اب یہ شرح ۵۰ سے ۶۰ فیصد ہو چکی ہے۔ ستمبر میں فیملی عدالتوں میں ۱۲۱۳ دعوے دائر کیے گئے۔ جن میں سے ۷۹۵ تنسیخ نکاح کے ہیں، عدالتوں نے گزشتہ ماہ طلاق کے ۶۱۴ فیصلوں سمیت کل ۱۰۸۷ فیصلے سنائے۔ ۷۹۵ کے علاوہ باقی ۴۱۸ دعوے نان و نفقہ، حق مہر کی ادائیگی پر مشتمل تھے۔ بعض کیسوں میں خواتین نے گھر میں اپنا کمرہ تبدیل کرنے پر، چند سو روپے ماہوار خرچہ نہ بڑھانے پر بھی عدالت کے ذریعے طلاق حاصل کی۔"[2]

---

[1] روزنامہ خبریں، لاہور، ۲۵ جون، ۲۰۰۷ء

[2] روزنامہ پاکستان لاہور ۱۵ اکتوبر ۲۰۰۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سٹیزن کمیشنز فار ہیومن ڈویلپمنٹ کے مطابق:

"۵۰۰ خواتین نے ۲۰۰۷ء میں اپنے خاندان یا سسرالیوں سے تنگ آکر خودکشی کی
ان میں سے ۲۶۳ خواتین شادی شدہ اور ۲۳۷ غیر شادی شدہ تھیں۔"[1]

ہر روز کا اخبار، جبری شادیاں، لڑکیوں کا گھر سے فرار، مہر کا جھگڑا، بہو کا قتل، بیوی کا قتل یا خودکشی جیسی خبروں سے خالی نہیں ہوتا۔" شوہر سے ناراض ہو کر میکے آنے والی ۲۵ سالہ نئی نویلی دلہن نازیہ شاہین کو اس کے گھر والوں نے کمرے میں بند کر کے تیل چھڑک کر آگ لگا دی۔"[2] گھریلو ناچاقی کی بنا پر دیور نے بھابی کو قتل کر دیا۔[3] منگنی ٹوٹنے اور طلاق کے جھگڑوں پر ۴ خواتین نے خودکشی کر لی۔[4] گوجرانوالہ ۸۰ سالہ سسر نے بہو کو چھریاں مار کر قتل کر دیا۔ عالیہ بی بی سے چائے تیار کرنے میں تاخیر ہو گئی تھی[5] ۶۰ سالہ دولہا نے ۱۲ سالہ دلہن کو بار بار میکے جانے پر تشدد کیا۔ بیوی کو زنجیروں سے جکڑ کر مارا۔ دلہن کی حالت غیر ہو گئی۔ ہسپتال داخل کروانا پڑا۔[6] غیر عورتوں کو گھر لانے سے منع کرنے پر خاوند نے بیوی کو بازو باندھ کر نہر میں پھینک دیا۔[7] سنگ دل خاوند نے مٹی کا تیل چھڑک کر بیوی کو زندہ جلا کر مار ڈالا۔[8] سسرالیوں نے روپے پیسے نہ لانے پر دلہن کو جلا کر مار ڈالا۔[9] دوسری شادی کے لیے پہلی مطلقہ بیوی کو زندہ جلا ڈالا۔[10] میکے سے دو لاکھ روپے نہ لانے پر سسرالیوں نے بہو کی ٹانگیں توڑ دیں۔[11] محکمہ صحت حکومت پنجاب کی رپورٹ کے مطابق ۴۰۳ نئی نویلی دلہنیں چولہا پھٹنے سے ہلاک ہو گئیں۔[12] بستی شیر گڑھ

---

[1] روزنامہ آواز لاہور، ۲۹ فروری ۲۰۰۸ء

[2] روزنامہ جنگ لاہور، ۲۱ اکتوبر ۲۰۰۷ء

[3] روزنامہ آواز لاہور، ۲۰ نومبر ۲۰۰۷ء

[4] روزنامہ آواز یکم اکتوبر ۲۰۰۷ء

[5] روزنامہ جنگ لاہور، ۲۰ جنوری ۲۰۰۸ء

[6] روزنامہ پاکستان لاہور ۲۳ مارچ ۲۰۰۷ء

[7] روزنامہ پاکستان لاہور ۲۳ مارچ ۲۰۰۷ ء

[8] روزنامہ نوائے وقت ۳۱ جولائی ۲۰۰۷ء

[9] روزنامہ پاکستان لاہور، ۱۸ اگست ۲۰۰۷ء

[10] روزنامہ نوائے وقت، لاہور ۳۰ جون ۲۰۰۶ء

[11] روزنامہ خبریں لاہور، ۲۶ جون ۲۰۰۷ء

[12] روزنامہ پاکستان لاہور، ۸ جون ۲۰۰۷ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میلسی کی رہائشی خاتون فیاض مائی کے خاوند ماسٹر محمد رمضان نے اپنی بیوی کی زبان چباڈالی کیونکہ اس نے اپنے والدین سے خاوند کے مظالم کی شکایت کی تھی۔[1] خاوند کے ساتھ صلح نہ کرنے پر باپ نے بیٹی کو گولی ماردی۔[2] سووال مصنوعی زیورات لانے پر دلہن نے نکاح کے گھنٹہ بعد طلاق لے لی۔[3] گوجرانوالہ گھریلو جھگڑے پر خاوند نے بیوی کو زندہ جلادیا۔[4] بیوی نے بھائیوں کے ساتھ مل کر خاوند پر تشدد کیا۔ تین دن قید میں رکھا۔[5] گھریلو جھگڑوں، پسند کا رشتہ نہ ہونے پر ۵ افراد نے خودکشی کرلی۔[6]

عائلی مسائل میں روز افزوں اضافہ:

شادی ایک ایسا بندھن ہے جو مرد اور عورت کو پاکیزہ رشتے میں باندھتا ہے۔ اس بندھن کو قائم رکھنے کے لیے میاں بیوی دونوں میں ذہنی ہم آہنگی بہت ضروری ہے۔ دراصل شادی ایک درسگاہ ہے جہاں دو افراد ایک دوسرے کا ساتھی بن کر جینا سیکھتے ہیں اور جب بچے ہو جاتے ہیں تو ان کے لیے ایثار و قربانی کرنا سیکھتے ہیں۔ اگر میاں بیوی کے درمیان چھوٹے موٹے اختلافات بڑھ کر انا کا مسئلہ بن جائیں تو شادی کا رشتہ کمزور پڑ جاتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک اور برداشت کا فقدان ہو جائے تو یہ معمولی اختلافات بڑھتے بڑھتے میدان جنگ کا روپ دھار لیتے ہیں۔ اگر یہ جنگ جاری رہے تو اکثر اس کا اختتام شکست پر ہوتا ہے۔ میاں بیوی کی شکست اور بچوں کی ریخت۔ اور ان کی جدائی کا سبب کوئی سنگین وجوہات نہیں بلکہ معمولی مسائل تھے اور دونوں یا ان میں سے کوئی ایک رائی کا پہاڑ بنانے کا سبب بنا۔ رضی الدین سید لکھتے ہیں:

"ہمارے ملک میں طلاق کی شرح بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ بڑے ارمانوں اور تلاش کے بعد لاکھوں روپے خرچ کر کے کی جانے ولی شادیاں آج کل چھ سے بارہ مہینے کے اندر علیحدگی پر انجام پذیر ہونے لگی ہیں۔"[7] ماضی میں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ کہ انہیں خاندان کی عزت کو بچانا ہے اس لیے سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرتے تھے اور انتہائی ناگزیر حالات میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاتے تھے لیکن آج کل لوگوں میں اسلامی اقدار کا فقدان ہے۔ ہماری عدالتیں عائلی جھگڑوں سے بھری پڑی ہیں اور ان میان بہت سے جھگڑے معمولی نوعیت کے ہیں جو گھروں پر طے کیے جاسکتے تھے۔ گزشتہ چند سالوں سے سعودی عرب میں طلاق کی

---

[1] روزنامہ آواز لاہور، جنوری ۲۰۰۸ء

[2] روزنامہ آواز لاہور، ۲۳ اکتوبر ۲۰۰۷ء

[3] روزنامہ جنگ لاہور، ۲۵ اکتوبر ۲۰۰۷ء

[4] روزنامہ آواز لاہور ۲۲ اکتوبر ۲۰۰۷ء

[5] روزنامہ خبریں لاہور، ۲۲ جولائی ۲۰۰۷ء

[6] روزنامہ آواز لاہور ۲۴ اکتوبر ۲۰۰۷ء

[7] رضی الدین سید، ازدواجی الجھنیں اور ان کا حل، ازان سحر پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۵ء، ص ۲۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شرح ۲۰ فیصد تک جا پہنچی ہے اس کا مطلب ہے کہ روزانہ ۳۳ سعودی خواتین طلاق کے مسئلے سے دوچار ہوتی ہیں۔[1] معمولی نوعیت کی باتوں کو بنیاد بنا کر بھی گھر ٹوٹ رہے ہیں مثلاً مقامی سول جج کی عائشہ رب کی عدالت میں ایک عورت نے خلع کی درخواست میں کہا کہ میرے شوہر نے آج تک میری کوئی خواہش پوری نہیں کی۔ میں نے شاشلک کھانے کی بار بار فرمائش کی مگر اس نے پوری نہیں کی۔ اس نے میرے پالتو کتوں کو زہر دے کر مار ڈالا۔ اسی طرح نسرین اختر نے اپنے شوہر سے کہا کہ وہ داڑھی صاف کروائے ۔ سیدہ ثروت ممتاز سول جج نے طلاق کی بڑھتی ہوئی وجوہات کے حوالے سے کہا کہ:

"ہماری خلاقی اور معاشرتی روایات کے انحطاط کے باعث خاندانی نظام ٹوٹ رہا ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی تربیت کرنا والدین بھول گئے ہیں۔ پہلے گھر میں والدین کے دباؤ کی وجہ سے لڑکے طلاق دینے سے گھبراتے تھے تو لڑکی والے بھی اسے مصالحت کی طرف آمادہ کرتے تھے لیکن اب یہ حال ہے کہ لڑکی والدین کو مسئلہ بتاتی ہے اور فوراً نوبت طلاق تک جا پہنچتی ہے"[2]

عائلی مسائل میں اضافہ کی وجوہات:

میاں بیوی میں معمولی رنجشوں کا پیدا ہو جانا کوئی غیر فطری امر نہیں ہے لیکن ان اختلافات کا بڑھ جانا اور عائلی عمارت کا زمین بوس ہو جانا اور ان حادثات کی تعداد کا بڑھتے چلے جانا ایک لمحہ فکریہ ہے۔ ان اسباب و علل کو دور کرنے کی ضرورت ہے جو اس خوبصورت رشتے کے الم ناک انجام کا باعث بن رہے ہیں۔ ذیل میں ان اسباب و وجوہ کا جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

اسلامی تعلیمات سے بے نیازی:

حیات اسلامی کا اہم شعبہ ازدواجی زندگی ہے۔ جس میں ایک مرد اور عورت کو ہمدردی، مروت اور محبت کے ساتھ نفع و نقصان کا ساجھی بن کر شریک حیات بننا پڑتا ہے۔ مرد اور عورت کے اس خاص ملاپ اور جوڑ کا اسلامی نام نکاح ہے جو ہر ملک اور نسل میں کسی نہ کسی شکل میں ہمیشہ سے جاری ہے۔ اور انسان جب تک اور جہاں آباد ہے انسانی معاشرت کا یہ سلسلہ بھی قائم ہے اور قائم رہے گا۔

زندگی کے اس اہم شعبہ میں جس قدر خرابیاں، نقائص اور بدمزگیاں پیدا ہوتی ہیں اس کی وجہ اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ شادی کرنے والا جوڑا اپنے ازدواجی تعلقات اور معاملات میں حضرت محمد ﷺ کے پیغام رحمت اور ان کے بتائے ہوئے

---

[1] روزنامہ آواز لاہور ۹ جون ۲۰۰۷ء

[2] گھر کیوں ٹوٹتے ہیں؟ روزنامہ جنگ لاہور، ۱۳ اگست ۲۰۰۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نقشوں کے بے نیاز ہو کر اپنی ماری تاری چلانے لگتا ہے۔ جس کے نتائج دونوں یا ایک کی زندگی کے لیے تباہ کن اور دو گھروں کی بربادی کی صورت میں نمودار ہوتے ہیں۔[1]

شریعت اسلامی نے مسلمانوں کی ازدواجی زندگی کے لیے ایک ایسا نظام عطا کیا جو سادہ اور پاکیزہ ہونے کے علاوہ تمام سابقہ نظاموں سے بہتر تھا۔ ابتدائی اسلامی دور میں اس نظام پر صدق دل سے عمل کیا گیا اور اسلامی معاشرہ ساری دنیا میں ایک اعلیٰ معاشرہ شمار ہونے لگا۔ بعد میں مسلمان عیش و عشرت میں پڑ کر اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے چلے گئے اور وہ دینی تعلیمات سے غفلت برتنے لگے۔ اس تبدیلی سے اسلامی معاشرے میں بہت سے گھرانوں کا سکون برباد ہونے لگا۔[2]

اسلام سے دوری کا ایک بہت بڑا نقصان یہ بھی ہوا کہ لوگوں نے اسلام کو محض چند عبادات تک ہی محدود کر لیا اور باقی معاملات میں بھی اسلامی احکامات کو یکسر فراموش کر دیا۔ باقی معاملات کی طرح شادی جیسے اہم معاملے میں بھی اسلام کی تفصیلی تعلیمات موجود ہیں۔ جن پر عمل کا نتیجہ ایک کامیاب ازدواجی زندگی کی صورت میں سامنے آتا ہے اور ان سے اعراض کا نتیجہ آج ہمارے سامنے موجود ہے کہ شاید ہی کوئی گھرانہ محفوظ ہو، ورنہ شادی کے کچھ ہی عرصہ میں فریقین کی طرف سے اعتراضات اور اختلافات کا لامحدود سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو بالآخر بعض اوقات علیحدگی پر ختم ہوتا ہے۔ ان ناکامیوں کی بنیادی وجہ اسلامی تعلیمات پر عمل نہ کرنا ہے۔[3] بہت سے لوگ ایسے ہیں جو نماز روزہ کی پابندی تو کرتے ہیں لیکن اسلامی تعلیمات کے بنیادی تصور سے ناواقف ہوتے ہیں باہم ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی پر توجہ نہیں دیتے۔

عائلی فرائض سے عدم توجہی:

اسلام نے ازدواجی زندگی کو مضبوط اور پر سکون بنانے کے لیے زوجین میں سے ہر ایک کے فرائض بیان کیے ہیں۔ اگر ان فرائض کو توجہ اور دلجمعی سے ادا کیا جائے تو محبت خود بخود بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اگر ان فرائض سے صرف نظر کیا جائے تو باہم نفرت اور کراہت کا رویہ جنم لیتا ہے۔ نفرت کی لہریں زوجین، اولاد اور خاندانوں میں ہی نہیں بلکہ بڑھتے بڑھتے پورے معاشرے میں بے سکونی پھیلا دیتی ہیں۔ آج کل مسائل کی کثرت کا ایک سبب ان فرائض سے زوجین کی عدم توجہی بھی ہے۔ اسلام نے عائلی زندگی کی برقراری کی صورت میں کچھ قواعد و ضوابط دیے ہیں اور اگر کسی معقول سبب کی بنا پر زوجین کو علیحدگی کا راستہ منتخب کرنا پڑے تو بھی

---

[1] محمد ادریس، مولانا، مسلمان خاوند اور مسلمان بیوی، مکتبہ رحمانیہ لاہور بدون سنہ، ص ٦

[2] رفیع اللہ شہاب، پروفیسر، اسلام کا ازدواجی نظام، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، بدون سنہ، ص ٧

[3] "شادیاں ناکام کیوں ہوتی ہیں؟" ماہنامہ بنات عائشہ کراچی، نومبر دسمبر ٢٠٠٧ء، ص ١٣

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌۢ بِإِحْسَٰنٍ[1]

اور ان سے منہ پھیرنے والوں کو

وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ[2]

کی وعید سنائی ہے۔ عصر حاضر میں عائلی فرائض سے عدم توجہی کی درج ذیل صورتیں ہیں۔

حسن سلوک کا فقدان:

زوجین کے مابین حسن سلوک ہی اس رشتے میں مودت و رحمت کا باعث بنتا ہے۔ آج کل حسن سلوک کا فقدان ہے جس کی بنا پر دلوں کی دوری کا سفر تیزی سے جاری ہے۔

عورت مال و دولت سے زیادہ خاوند کی محبت، حسن سلوک اور دلجوئی کی خواہش مند ہوتی ہے۔ شوہر کی جانب سے اگر اس کو محبت کے پھول ملتے رہیں اور نرم و نازک باتوں سے اس کی دلجوئی ہوتی رہے تو وہ غربت و افلاس میں بھی اپنی زندگی کے دن ہنسی خوشی گزار دیتی ہے لیکن اگر شوہر کی جانب سے اسے ترش روئی اور جھڑکیوں کے طمانچے ملتے رہیں تو مال و دولت کا ڈھیر بھی اس کے لیے کانٹوں کا بستر بن جاتے ہیں۔[3]

اسی لیے رسول ﷺ نے فرمایا:

استوصوا بالنساء خيراً فإنما هن عوانٍ عندكم[4]

یہاں تک کہ اگر بیوی ناپسند ہو تو بھی حسن معاشرت کا حکم فرمایا:

وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَيَجْعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا[5]

"عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اور اگر کسی وجہ سے تم کو وہ ناپسند ہو تو ممکن ہے تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اللہ تعالیٰ نے اس میں بہت ساری بھلائیاں رکھ دی ہوں۔"

یہ حسن سلوک محض مرد ہی نہیں عورت کی طرف سے بھی ہونا چاہیے، بیوی بھی شوہر کی طرح اس کے دکھ سکھ، صحت بیماری، خوشحالی و بدحالی اور جوانی و بڑھاپے میں بھلے سلوک کی کوشش کرے۔[1]

---

[1] البقرہ:۲:۲۲۹

[2] البقرہ:۲:۲۲۹

[3] بیوی سے حسن سلوک" ترجمان القرآن، مارچ ۱۹۹۶ء، ۵۷

[4] ترمذی، کتاب الرضاع، باب ماجاء فی حق المراۃ علی زوجھا (ح ۱۱۶۳)

[5] النساء ۴: ۱۹

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوامیت کا نامناسب استعمال:

اللہ تعالیٰ نے عائلی نظام کی استواری اور پختگی کے لیے مرد کو قوامیت کا درجہ عطا کیا۔

ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ[2]

لیکن مردوں میں ایسے بھی ہوتے ہیں جو اپنے منصب قوامیت کے ذریعے عورت کو استحصال بنا لیتے ہیں۔ قوام کی حیثیت سے وہ یہ معنی نکال لیتے ہیں کہ ان کو حاکم مطلق کے اختیارات حاصل ہیں۔ وہ عورت کو اپنی رفیق حیات کی بجائے اپنی لونڈی سمجھنے لگتے ہیں زبان اور ہاتھ کے ناروا استعمال کو اپنا حق گردانتے ہیں۔[3]

قوامیت کے اس غلط تصور نے عورت کی حیثیت کو تباہ کن حد تک متاثر کیا جس کا اثر عائلی زندگی کی شکستگی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جبری شادیاں، عورتوں پر ناروا تشدد، غیر انسانی سلوک، حقوق مثلاً حق مہر، وراثت اور جائداد سے جبری محرومی وغیرہ کی صورت میں رونما ہوا۔

بلاوجہ غیرت اور اشتعال:

غیرت ایک عمدہ جذبہ ہے جو عزت و عصمت کی حفاظت کے لیے ضروری ہے لیکن دیگر تمام جذبوں کی طرح اگر یہ حد سے بڑھ جائے تو برائی بن جاتا ہے۔ خاوند کی کی اپنی بیوی کے معاملے میں غیرت متوازن ہونی چاہیے نہ حد سے بڑھ جائے اور نہ حد سے کم پڑ جائے۔ نہ تو عزت و غیرت کے معاملے میں اتنا ڈھیلا پڑ جائے کہ کسی بات کی کوئی پروانہ ہو کہ بے غیرت کہلائے اور دیوث بن جائے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

لا يدخلُ الجنةَ دَيوثٌ[4]

دیوث اس شخص کو کہا جاتا ہے جسے عزت کی کوئی پروانہ ہو۔ گھر والوں کو بے غیرتی میں مبتلا پائے اور خاموش رہے۔ نہ یہ جذبہ اتنا بڑھ جائے کہ بلاوجہ بیوی پر شک کرنے لگے۔ حد سے بڑھی ہوئی غیرت بھی ازدواجی جھگڑوں کا سبب بنتی ہے۔ یہ حد سے بڑھی ہوئی غیرت ہی ہے جو ذرا سے شک پر خواتین کو قتل کر دیا جاتا ہے۔ بعض معاملات میں عورتیں اپنی عزت و عصمت کی حفاظت سے غافل ہو جاتی ہیں جو نیک عورت کی بنیادی صفات میں سے ہے۔ یہ بات بھی عائلی مسائل کا سبب بن جاتی ہے۔ سول جج حمید گل

---

[1] خلیلی، منیر احمد، خاندانی نظام اس نشیمن کو بچانے کی فکر کیجیے، حسن البنا اکیڈمی، راولپنڈی ۲۰۰۷ء، ص ۲۶

[2] النساء ۴:۳۴

[3] خلیلی، منیر احمد، خاندانی نظام، حسن البنا اکیڈمی، راولپنڈی ۲۰۰۷ء، ص ۳۵

[4] نسائی، کتاب الزکوۃ، باب المنان بما اعطی، ح ۲۵۶۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خان نے کہا کہ "میڈیا کی وجہ سے معاشرے میں اخلاقی کرپشن بڑھ گئی ہے۔ خواتین مردوں پر ایسے ایسے الزامات لگاتی ہیں کہ سنتے ہوئے شرم آجاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کسی تیسرے کی وجہ سے خلع لینے کی شرح بڑھ رہی ہے۔"[1]

ازدواجی فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی:

نکاح کے وقت جب ایک جوڑا رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتا ہے تو ان کا مقصد صرف یہی نہیں ہوتا کہ اب انہوں نے زندگی بھر ایک دوسرے کے ساتھ ملازموں کی طرح مل جل کر کام کرنا ہے، اور زندگی کی گاڑی کو جیسے تیسے بن پڑے ہوئے دن پورے کرنے ہیں۔ بلکہ مرد و عورت کا آپس میں جسمانی رشتہ بھی ہوتا ہے۔ جب تک میاں بیوی ایک دوسرے کے جسمانی حقوق ادا کرتے رہیں۔ ایک دوسرے کے جذبات کی تسکین ہوتی رہے گی اگر ان حقوق کی ادائیگی میں کسی فریق کی حق تلفی ہو تو یقین کر لیں دلوں میں دراڑ پرنے لگ جائے گی۔[2]

کیونکہ شادی کا ایک بنیادی مقصد باہم زوجین کی جنسی ضرورت کا پورا ہونا بھی ہے۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بیوہ عورت سے شادی کر لی تو نبی ﷺ نے فرمایا:

فهلا بكرا تلاعبها و تلاعبك[3]

حقوق و فرائض میں کوتاہی میاں بیوی کو آپس میں متنفر کر دیتی ہے۔ ان کی ایک دوسرے سے دلچسپیاں ختم ہونے لگتی ہیں۔ ان حقوق میں کوتاہی اگر مرد کی طرف سے ہو تو عورت کے دل میں بدگمانیوں کے ساتھ ساتھ مرد سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ مرد کے بھی بیوی پر کچھ حقوق ہیں۔ اگر بیوی انہیں پورا نہ کرے تو مرد کے دل میں نفرتوں کا الاؤ پکنے لگتا ہے۔ مرد اپنی بعض مصروفیات کی بنا پر عورتوں کی طرف توجہ کم کر دیتے ہیں حالانکہ بیوی کو مسلسل توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ گھریلو امور، بچوں کی پرورش و تربیت میں پڑ کر یا بعض اوقات ملازمت کے مسائل میں الجھ کر بیوی شوہر سے اعراض کا رویہ اختیار کر لیتی ہے۔ اس طرح گھریلو سکون و اطمینان رخصت ہو جاتا ہے۔

عورت کی گھریلو ذمہ داریوں سے لاپرواہی:

اسلام نے اندرون خانہ کام کی ذمہ داری عورت پر ڈالی ہے۔ عورت کو ان ذمہ داریوں کا شعور ہونا چاہیے۔ ان کاموں کی ادائیگی کی تربیت حاصل کرنا بھی اس پر لازم ہے۔ بعض اوقات خواتین کا ان ذمہ داریوں سے منہ موڑنا ہی عائلی جھگڑوں اور

---

[1] روزنامہ جنگ لاہور، ۱۳ اگست ۲۰۰۱ء

[2] تفضیل، احمد ضیغم، جھگڑے کیوں ہوتے ہیں؟ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۲۰۰۶ء، ص ۶۶

[3] بخاری، کتاب النکاح، باب تستحد المغیبۃ و تمتشط الشعثۃ (ح ۲۵۴۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسائل کا سبب بن جاتا ہے۔لڑکیوں کی اس انداز میں تربیت ضروری ہے کہ وہ گھریلو امور کو بہتر طریقے سے سر انجام دے سکیں۔شادی کے بعد عورت نے خود کو اس نئے ماحول میں ڈھالنا ہوتا ہے۔بہت سی باتوں کو فراموش کر کے نئی چیزوں کو اختیار کرنا ہوتا ہے اس انقلاب کو قبول کرنے کی تیاری دراصل والدین کے گھر میں ہوتی ہے۔لیکن جو والدین اس نہج پر لڑکی کی تربیت نہیں کرتے سسرال اس کے لیے ذہنی و جذباتی اذیت گاہ بن جاتا ہے۔آج اگر سروے کیا جائے تو مثالی گھرانے شاید چراغ لے کر بھی نہ ڈھونڈے جا سکیں۔متعدد گھرانے ایسے ہیں کہ ایک چھت کے نیچے رہتے ہوئے بھی میاں بیوی اجنبی ہیں۔ایک ساتھ کھانے کے باوجود دل پھٹے ہوئے ہیں۔میاں بیوی اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی تو دور کی بات اکثریت ان کے بارے میں نابلد اور ناآشنا ہے۔

عورت کی ملازمت:

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ عورتوں کی طبعی ذمہ داریاں اندرون خانہ سے متعلق ہیں اسی لیے اسے

وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ[1]

کا حکم دیا ہے۔

انسان کی عائلی زندگی میں سب سے بڑا مسئلہ اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب عورت اپنے فطری مقصد تخلیق سے بے نیاز ہو کر اور اپنے جگر گوشے کو اپنے دل میں سموئی ہوئی موسیقی سے محروم کر کے گھر سے باہر قدم نکالتی ہے اور مرد کے ساتھ کسب معیشت میں شریک ہو جاتی ہے۔[2]

زینب الغزالی لکھتی ہیں:

> ”آزادی اور ملازمت کا شوق آج عورت کو اس کے اصل مرکز عمل اور حقیقی کارگاہ حیات یعنی اس کے گھر سے اسے باہر نکال کر لے گیا ہے۔یہ خود عورت کے لیے اور مجموعی طور پر مسلم معاشرے اور ملت کے لیے بڑا گھمبیر مسئلہ بن گیا ہے ۔اس کا حل یہ ہے کہ عورت پلٹ کر اپنی قلمرو میں آجائے اور باہر کے مسائل مرد پر چھوڑ دے۔ناگزیر حالات کے سوا گھر سے باہر کو اپنی سرگرمیوں کا مرکز نہ بنائے۔نسلوں کو چند ٹکوں کی بھینٹ نہیں چڑھانا چاہیے۔اسطرح اولاد ہی ضائع نہیں

---

[1] الاحزاب ۳۳:۳۳

[2] مظہر علی ادیب، خاتون خانہ، مکتبہ ذکریٰ رامپور انڈیا، ۱۹۷۹ء، ص ۹۱

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہو رہی بلکہ ازدوج کے وظائف بھی متاثر ہو رہے ہیں۔ ازدواجی زندگی کی عمارت ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہی ہے۔ خاندانی نظام کا استحکام متزلزل ہو رہا ہے۔"[1]

بچوں کی ذہنی صحت کے ماہرین کے مطابق:

"بچے کی زندگی کے ابتدائی ۵ سال انتہائی اہم ہوتے ہیں۔ اگر ماں بچے کو مناسب انداز میں وقت نہیں دے پائے گی اسے ڈے کیئر سنٹر کی آیا کی گھرکیاں سہنا پڑیں گی تو بچے کی ذہنی حالت کا اندازہ لگانا مشکل نہیں ہے۔"[2]

آج دنیا بھر کے اعداد و شمار یہ بتا رہے ہیں کہ ہر چار شادی شدہ عورتوں میں سے ایک ایسی ہے جس کی آمدنی اس کے شوہر سے زیادہ ہے۔

کام کرنے والی عورتیں خود مختار زندگی بسر کرنا چاہتی ہیں۔ اپنا علیحدہ گھر چاہتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ رشتے ٹوٹنے یا کمزور ہونے لگتے ہیں۔ بعض اوقات نتیجہ علیحدگی کی صورت میں برآمد ہوتا ہے۔[3]

زوجین کے انتخاب کے معیار:

زوجین میں سے ہر ایک دوسرے کے اخلاق سے متاثر ہوتا ہے۔ اس لیے زوجین کے انتخاب میں دینداری اور تقویٰ کو ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ نے حسب نسب، جمال اور دین میں سے دین کو ترجیح دینے کا حکم دیا۔[4] عصر حاضر میں یہ رجحان چل نکلا ہے کہ لوگ دیندار رشتے تلاش نہیں کرتے بلکہ اکثر لوگ تو دینداری کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتے، حسن و جمال، دولت و شہرت، نوکری و کاروبار، زمین و جائداد، دنیاوی علم و ہنر ہی کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے۔ اور اس میں بھی معیار اتنا اونچا رکھا جاتا ہے کہ تلاش کرتے کرتے عمر ہی گزر جاتی ہے۔ بالخصوص عمارت کو بہت زیادہ ترجیح دی جاتی ہے۔ لیکن جب انسان گھروں کو بساتے وقت صرف ظاہری شان و شوکت اور نمود و نمائش کو مد نظر رکھتا ہے تو گھر بنتے نہیں ٹوٹتے ہیں۔ پہلے وقتوں میں رشتہ طے کرتے

---

[1] زینب الغزالی، مسلمان عورت کا اصل مسئلہ، ترجمہ منیر احمد خلیلی، حسن البناء اکیڈمی، ۱۹۸۶ء، ص ۹

[2] جنگ سنڈے میگزین، ۱۲ مئی ۲۰۰۱ء

[3] مشرقی معاشروں میں مسلمان عورت کا بدلتا ہوا کردار، روزنامہ آواز لاہور ۸ مئی ۲۰۰۶ء

[4] ابو داؤد، کتاب النکاح، باب مایومر بہ من تزویج ذات الدین (ح ۲۰۴۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وقت حسب نسب کے ساتھ ساتھ لڑکی کی سیرت اور سگھڑاپے کو پرکھتے تھے اور جس گھر میں سگھڑ، اخلاق و اطوار اور رکھ رکھاؤ والی لڑکی ہوتی چاہے مالی حیثیت میں کم ہوتی ہر ایک کی خواہش ہوتی کہ اس کو بہو بنا کر گھر لائے تاکہ گھر جنت کا نمونہ بن جائے۔[1]

اپنے سے زیادہ حیثیت کی بہو لانے سے بھی دونوں خاندانوں کی مالی حیثیت میں فرق ہونے کی بنا پر ازدواجی مسائل جنم لیتے ہیں۔ اگر والدین رشتہ کرتے وقت سوچ سمجھ کر رشتوں کا انتخاب کریں دونوں خاندانوں کا تقابلی جائزہ لیں تو یقیناً گھر جنت بن جاتا ہے۔ کیونکہ ہمیشہ توازن ہی رشتوں کو بگاڑ سے بچا سکتا ہے۔

جس طرح بیوی کا اچھا ہونا ضروری ہے اسی طرح شوہر کے انتخاب میں بھی اخلاق و کردار دینداری اور تقویٰ کو معیار بنانا چاہیے۔ بعض لوگ اپنی بیٹی کا رشتہ اس طرح کر دیتے ہیں جیسے کوئی بکری ان کے پاس بیچی جا رہی ہو۔ اب بکری لینے والے کی مرضی اسے گھاس کھلائے یا اسے ذبح کرے۔ کتنے بے رحم اور ظالم ہوتے ہیں وہ ماں باپ اپنی بچی کا رشتہ کسی نالائق اور بد فطرت انسان سے صرف مالی لالچ کی بنیاد پر کر دیتے ہیں۔ پھر بیٹی کو دنیا میں ہی جہنم مل جاتی ہے۔[2]

اسی طرح رشتوں کے انتخاب میں بعض اوقات لڑکی یا لڑکے کی پسند کو مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ جبری بے جوڑ اور ناپسند کی شادیاں بھی مسائل کے انبار میں اضافے کا باعث بن رہی ہیں۔ کیونکہ شادی صرف جسم کا ہی نہیں روح اور دل کا تعلق بھی ہے۔ ناپسندیدہ امور میں بدن تو مجبوراً اطاعت کر ہی لیتا ہے جبکہ دل اور روح کو اطاعت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ یوں بے دل اور بے جوڑ رشتہ فریقین کے لیے مؤدت و رحمت اور سکون و اطمینان کی بجائے نفرتوں، کراہتوں اور رنج کا باعث بن جاتا ہے۔

علاقائی رسوم و رواج کی پیروی:

اسلامی تعلیمات سے دوری اور بے نیازی سے مسلمانوں نے ازدواجی معاملات کے بارے میں علاقائی رسوم و رواج کا اثر قبول کیا۔ اسلام مختلف علاقوں میں پھیلا۔ جغرافیائی حالات اور زمانی تغیرات کی بنا پر ہر علاقے کے رسوم و رواج مختلف ہوتے ہیں۔ اسلام کی حقیقی تعلیمات سے بے نیازی کی بنا پر ہر شعبہ زندگی میں رسوم و رواج نے متاثر کیا۔ بطور خاص عورت کی حیثیت اور اس کے بارے میں علاقائی رسوم و رواج نے عائلی زندگی میں بے شمار مسائل کو جنم دیا۔

انگلستان سے نو مسلم خاتون محترمہ عائشہ لیمو لکھتی ہیں:

> "عورت کی حیثیت کے بارے میں ہر ملک میں جو تصورات موجود ہیں ان کا انفرادی طور پر الگ الگ جائزہ لینا چاہیے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان ممالک میں اسلام

---

[1] روزنامہ نوائے وقت لاہور، ۱۵ اپریل ۲۰۰۳ء

[2] ابو یاسر، الشیخ، شادیاں ناکام کیوں؟ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۲۰۰۶ء، ص ۱۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے پہلے جو تہذیبی اثرات کار فرما تھے۔ ان کے زیر اثر یا اسی طرح جدید ثقافتی عوامل کے تحت جو علاقائی رسوم ورواج بروئے کار آئے ان کی وجہ سے یہ تصورات ہر دور اور ہر ملک میں ایک دوسرے سے بہت مختلف رہے۔"[1]

ڈاکٹر علی شریعتی ان رسوم ورواج سے ہمارے عائلی معاملات کے متاثر ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں:

"مذہب کا تعلق وحی الہام سے ہے جبکہ اجتماعی روایات کا تعلق اجتماعی نظام سے ہوتا ہے اور مختلف ادوار میں قوموں اور قبیلوں کے رسم ورواج بدلتے رہے ہیں۔ ہم نے ان دو متضاد حقیقتوں کو مخلوط کر کے ایک آمیزہ تیار کر لیا ہے اور اس کو ایک ایسے قالب میں ڈھالا ہے جس کا تعلق قبائلی اور موروثی رسوم و رواج سے ہے اور ہم ان رسوم ورواج کو مذہب کے نام پر تحفظ دینا چاہتے ہیں"[2]

دیگر اقوام کے ساتھ معاشرت کے اثرات:

برصغیر پاک وہند کی تاریخ پر اگر نظر دوڑائیں وہاں ہندوستان کے قدیم باشندے جو پہلے سے وہاں قیام پذیر تھے جن کی اپنی تہذیب وثقافت اور رسوم ورواج تھے۔ محمد بن قاسم کے حملے کے ساتھ عرب اقوام نے وہاں آکر آباد ہو گئیں۔ ان کی بھی اپنی زبان، ثقافت اور رسوم و تقلیدات تھیں۔ اسکے بعد ایرانی، افغانی، ترکی اور تاتاری اقوام نے ادھر کا رخ کیا ہر قوم اپنے ساتھ اپنی زبان، ثقافت اور رسوم و تقلیدات لے کر آئیں۔ یہاں کے قدیم باشندوں میں لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ ان کے اختلاط اور اثر اندازی کے کچھ عرصہ بعد ہندوستان کے مسلمانوں کی مرکب زبان، مرکب ثقافت، اور مرکب رسوم و تقلیدات تیار ہوئیں وہ ہمارے سامنے ہے۔ ان کی زبان ان تمام زبانوں کا مجموعہ اور مرکب ہے جسے نہ عربی کہہ سکتے ہیں نہ ہندوستانی، نہ ترکی، ایرانی، افغانی یا مغل تہذیب کا نام دے سکتے ہیں۔

مولانا تقی انہی اسباب وعلل کا جائزہ لیتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"ہندوستان میں مغربی تسلط کا دور اس لحاظ سے بھی مسلمانوں کے لیے تاریک ترین دور تھا۔ ایک طرف تو غیروں کے تسلط کی وجہ سے ان کے عائلی قوانین

---

[1] Maudoodi Abdul Aala, Maulana, The Laws of Marriage and Divorce in Islam,Islamic Book Publishers,Safat Kuwait,p:3

[2] علی شریعتی، ڈاکٹر، مسلمان عورت اور دور حاضر کے تقاضے، مترجم پروفیسر دار نقوی، ادارہ احیاء التراث الاسلامی منصورہ لاہور ۱۹۸۸ء، ص ۴۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹھیک قرآنی ہدایات کے مطابق نہ رہے۔ دوسری طرف ہندوؤں کے ساتھ شب روز اختلاط نے ان کے معاشرے میں بے شمار ایسی رسمیں پیدا کر دیں جو نہ صرف اسلامی اصولوں کے بالکل خلاف تھیں، بلکہ بڑی انسانیت سوز، انتہائی وحشیانہ اور سخت ظالمانہ تھیں۔ اس طرح اس قوم نے جس کے پاس زندگی گزارنے کے لیے ایک بڑا متوازن اور سو فیصد فطری نظام موجود تھا، غیروں کے طور طریق اختیار کر کے اپنے آپ کو تباہ کن رسموں میں جکڑ لیا، حالات کی اس تبدیلی کا سب سے بُرا اثر بیچاری عورت پر پڑا اور اس تمام عرصہ میں یہ غریب ظلم و ستم کے دہکتے الاؤ میں پڑی سسکتی رہی۔"[1]

حقوق نسواں سے خواتین کی ناواقفیت:

مسلمان رفتہ رفتہ حقیقی اسلامی تعلیمات سے دور ہوتے چلے گئے اور اسلام محض نماز، روزہ، زکوٰۃ اور قرآن کی تلاوت تک محدود ہو گیا۔ خواتین کی اکثریت ان حقوق و فرائض سے ناواقف رہی جو اسلام نے ان کو عطا کیے ہیں۔ اسکے فرائض تو طاقت ور طبقہ اس کو یاد دلاتا رہا لیکن اکثر اس کے حقوق سے روگردانی کی گئی۔ دیگر اقوام کے ساتھ معاشرت نے اس کی حیثیت کو بہت متاثر کیا۔ نکاح کے معاہدہ میں برابر حیثیت کی رکن ہونے کے باوجود نکاح کے بعد اکثر اس کی زندگی لونڈی جیسی رہی۔

عام مسلمان اپنے اس یقین اور ایمان کا زبان سے اظہار تو کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کو جو حقوق دیے ہیں وہ خدا تعالیٰ

کے دیے ہوئے ہیں۔ یہ حقوق لازماً ادا ہونے چاہئیں۔ ان میں ترمیم و تنسیخ کو وہ اللہ تعالیٰ کے قانون میں براہ راست مداخلت تصور کرتے ہیں اور اسے روکنے اور اس قانون کو صحیح شکل میں باقی رکھنے کے لیے ہر طرح کی قربانی دینے کے لیے آمادہ نظر آتے ہیں لیکن عملاً وہ ان احکام کے پوری طرح پابند نہیں ہیں بلکہ قدم قدم پر ان کی خلاف ورزی ان سے ہوتی رہتی ہے۔ باپ بیٹی کے حقوق ادا نہیں کرتا، اس کی تعلیم و تربیت کی طرف اتنی توجہ نہیں دی جاتی جتنی کہ لڑکوں کی طرف دی جاتی ہے۔ لین دین میں دونوں میں فرق کیا جاتا ہے۔ مختلف بہانوں سے وہ حق وراثت سے محروم رکھی جاتی ہے۔ ماں اور باپ کے ساتھ اولاد کا رویہ خاص طور پر شادی اور گھر بسانے کے بعد بہت غلط ہوتا ہے، ان کے ساتھ حسن سلوک نہیں ہوتا۔ ان کے قانونی حقوق ادا نہیں کیے جاتے، ان کے پاس اگر کوئی ذریعہ معاش نہ ہو تو وہ عسرت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ بیوی کو شوہر کی محبت نہیں ملتی ۔ سسرال میں اس کے ساتھ ملازمہ کی طرح سلوک ہوتا ہے۔ وہ اپنے بہت سے حقوق کے محروم رہتی ہے۔ بات بات پر سختی

---

[1] عثمانی، محمد تقی، مولانا، ہمارے عائلی مسائل، دارالاشاعت کراچی ۱۹۶۳ء، ص ۱۱

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شروع ہو جاتی ہے۔ معمولی سے اختلافات طلاق کا بہانہ بن جاتے ہیں۔ مہر کے بارے میں یہ تصور ہے کہ وہ طلاق کی صورت میں دیا جاتا ہے۔ طلاق نہ ہو تو اس کے ادا کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔[1]

پیچیدہ عدالتی نظام:

نکاح دو مختلف مزاج، طبائع اور دلچسپیاں رکھنے والے افراد کے درمیان معاہدہ ہے۔ طبائع میں اختلاف کی بنا پر چھوٹی چھوٹی شکر رنجیوں کا امکان تھا۔ اسلام نے اس رشتہ کو پائیداری بخشنے کے لیے اخلاقی تعلیمات فراہم کیں۔ آپس میں حسن سلوک، درگزر، عفو، محبت اور ہمدردی کا سبق دیا۔ ان عائلی معاملات میں "احسان" اور "معروف" کو اختیار کرنے کی تاکید کی۔ ان معاملات کو تقویٰ سے وابستہ کر دیا۔ لیکن اگر اختلافات بڑھ کر نزاعات کی صورت اختیار کر لیں باہمی معاملات شقاق، نفرت اور عداوتوں کا شکار ہو جائیں۔ تو محض اخلاقی تعلیمات ہی کافی نہیں ہوتیں بلکہ قانون اور عدالت کا موجود ہونا بھی ضروری ہے جو فریقین میں کمزور کا تحفظ کر سکے اور ان کو ان کا حق دلا سکے۔ اس لیے اسلام نے "قضائے شرعی" کا ہموار اور واضح رستہ عطا کیا۔ سیرت طیبہ اور اسلامی تاریخ میں بے شمار ایسی مثالیں موجود ہیں جہاں لوگوں نے عائلی دکھ درد کی دوا حاصل کرنے کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اپنے مسائل کا قانونی حل حاصل کیا۔[2]

عصر حاضر میں اخلاقی تعلیمات کا اثر بھی انسانی طبائع پر بہت کم ہو گیا ہے۔ باہم خیر خواہی اور احساس جواب دہی کم ہو گیا ہے۔ معمولی معاملات جن کا علاج محض صبر، درگزر، حسن سلوک اور عفو و درگزر سے ہو سکتا تھا، بڑھ کر نزاعات کی صورت اختیار کرنے لگ گئے ہیں۔ اس لیے عدالتوں میں عائلی جھگڑوں کے انبار لگے ہیں۔

ایک تحقیقی رپورٹ کے مطابق فیملی کورٹس میں تقریباً ۳۰ ہزار کے قریب کیس زیر سماعت ہیں جبکہ روزانہ ۶۰ مقدمات نئے دائر ہو رہے ہیں۔[3]

عمومی عدالتوں کے علاوہ فیملی کورٹس بھی قائم کی گئی ہیں لیکن جھگڑوں کی کثرت اور عدالتوں کے پیچیدہ اور سست نظام کی بنا پر عائلی مسائل کا جلد اور بروقت مداوا ممکن نہ ہو سکا۔ غیر ضروری تاخیر اور انصاف کے تقاضے مکمل طور پر بجالانے میں ناکامی کے باعث عوام میں یہ تاثر فروغ پا رہا ہے۔ کہ فیملی کورٹس لوگوں کو تاریخوں کے ایک لامتناہی سلسلے میں الجھا کر شدید ذہنی اور مالی مسائل سے دوچار کر دیتی ہیں۔ ان عدالتوں سے زیادہ تر شکایات خواتین کو ہیں لیکن مرد حضرات بھی زیادہ خوش دکھائی نہیں دیتے۔ ایک ایسی لڑکی جس کی شادی آغاز سے ہی ناکامی کا شکار ہونے لگی تھی۔ سسرال میں گزارے ہوئے ہر آٹھ دن کے عوض کم از کم دو ماہ

---

[1] نائیک، ذاکر عبد الکریم، ڈاکٹر، اسلام میں خواتین کے حقوق، جدید یافرسودہ، مترجم سید امتیاز احمد، دارالنوادر لاہور ۲۰۰۶ء، ص ۱۳

[2] بخاری، کتاب النکاح، باب الخلع، (ح ۵۲۷۳)

[3] روزنامہ جنگ لاہور، ۱۳ اگست ۲۰۰۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے میکے گزارتی تھی۔ پانچ سالوں میں تین بیٹیاں پیدا ہوئیں تو اس کے خاوند نے محض لڑکا نہ ہونے کی بنا پر اسے طلاق دے دی۔ والدین نے نکاح نامے پر درج ۲۰ ہزار روپے حق مہر، نان و نفقے اور بچوں کے خرچ کے لیے فیملی کورٹ میں تین دعوے دائر کیے۔ تقریباً اڑھائی سال کی خجل خواری کے باوجود انہیں کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکا۔ سرگودھا سے لاہور کی فیملی کورٹ میں فیملی سماعت کے لیے آئے ہوئے محمد اصغر نے ہمیں بتایا کہ فیملی کورٹس فریقین کو طویل عرصہ تک پریشان اور مصروف رکھنے کے علاوہ کچھ نہیں کرتیں۔ مجھے ایک خانگی مقدمے کے تحت ایک عدالت کے چکر کاٹتے ہوئے تقریباً ۲ سال ہو چکے ہیں۔ ہر بار ایک نئی تاریخ لے کر واپس لوٹ جاتا ہوں۔ یہ عدالتیں جان بوجھ کر لوگوں کے مقدمات کو الجھا کر لٹکائے رکھتی ہیں۔ کاہنا کاچھا کے رشید احمد کہتے ہیں کہ فیملی کورٹس میں جو تھوڑا بہت انصاف ہو رہا ہے وہ بھی صرف انہی لوگوں کو ملتا ہے جن کے پاس دولت ہے۔ لاہور کے اظہر علی نے انصاف سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ عدالتوں سے تاخیر، طوالت اور ناانصافی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ فیملی کورٹس میں ہر روز اتنا رش ہوتا ہے کہ انہیں دیکھ کر کسی سبزی منڈی کا گمان ہوتا ہے۔[1]

دونوں خاندانوں کا معاندانہ رویہ:

شادی محض دو افراد کے عقد نکاح میں بندھنے کا نام نہیں بلکہ دو خاندانوں کے ملاپ کا نام ہے۔ اسلام اس رشتہ اور تعلق کو اتنی زیادہ اہمیت دیتا ہے کہ صہری رشتوں کو اپنی نشانی قرار دیا۔

وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ مِنَ ٱلْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُۥ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا[2]

مرد کے لیے عورت کے خاندان کے کچھ رشتے اور عورت کے لیے مرد کے خاندن سے کچھ رشتے حرام ہیں۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَٰتُكُمْ وَعَمَّٰتُكُمْ وَخَٰلَٰتُكُمْ وَبَنَاتُ ٱلْأَخِ وَبَنَاتُ ٱلْأُخْتِ وَأُمَّهَٰتُكُمُ ٱلَّٰتِىٓ أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَٰتُكُم مِّنَ ٱلرَّضَٰعَةِ وَأُمَّهَٰتُ نِسَآئِكُمْ وَرَبَٰٓئِبُكُمُ ٱلَّٰتِى فِى حُجُورِكُم مِّن نِّسَآئِكُمُ ٱلَّٰتِى دَخَلْتُم بِهِنَّ فَإِن لَّمْ تَكُونُوا۟ دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَٰٓئِلُ أَبْنَآئِكُمُ ٱلَّذِينَ مِنْ أَصْلَٰبِكُمْ وَأَن تَجْمَعُوا۟ بَيْنَ ٱلْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ ٱللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا[3]

---

[1] انصاف سنڈے سپیشل اتوار ۳ ستمبر ۲۰۰۰ء

[2] الفرقان ۲۵:۵۴

[3] النساء ۴:۲۳

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی اس تعلق کو نسبی تعلق کی طرح شرف واحترام بخشتا ہے۔یہی دونوں طرف کے رشتے اصل میں اس نئے تعلق اور رشتے کو بنانے اور بر قرار رکھنے کا باعث بنتے ہیں۔بیوی اپنے والدین، بہن بھائی اور بے شمار دلچسپیاں اور روابط چھوڑ کر سسرال میں آکر آباد ہو جاتی ہے۔اگر یہ گھر اس کے لیے ٹھنڈی چھاؤں بن جائے تو وہ خوش ہوتی ہے اور یہ خوشی اس کی آبادی کا باعث بن جاتی ہے۔اگر یہ سرزمین اس کے لیے گرم وخشک ہو جائے تو وہ جلد ہی نازک پودے کی مانند کملا جاتی ہے۔اس لیے سسرال کو خوش دلی سے اس نئے فرد کے اپنے خاندان میں اضافے کو برداشت کرنا چاہیے۔اور عورت کو بھی چاہیے کہ وہ اعلیٰ ظرفی اور حسن خلق کا ثبوت دے۔اگر لڑکے کے انداز واطوار میں کوئی کمی ہو یا حسن سلوک کا فقدان ہو تو اس کے اپنے خاندان والے اس کی صلاح کر سکتے ہیں۔جبکہ لڑکی کی خامیوں کو اس کے اہل خاندان دور کر سکتے ہیں۔لیکن عصر حاضر میں عائلی نظام کی ناکامیوں کا ایک سبب دونوں خاندانوں کا نامناسب رویہ ہے۔دونوں خاندان ایک دوسرے کو محبت سے نہیں ملتے۔بلکہ تنقید اور اعتراضات کی دو دھاری تلوار چلتی ہے اور ساری محبتوں کو کاٹ کے رکھ دیتی ہے۔بعض گھرانوں میں ساس بہو کے اختلافات کی وجہ سے بہت سے مسائل پیش آتے ہیں۔بعض اوقات بہو سے پورے خاندان کی خدمت لی جاتی ہے اور اس کی وسعت سے بڑھ کر کام کا بوجھ اس کے اوپر لاد دیا جاتا ہے۔

ہمارے معاشرے میں کئی طبقوں میں عورت کو جانور تصور کیا جاتا ہے۔اس سے بد سلوکی کی جاتی ہے۔انہیں برا بھلا کہا جاتا ہے۔اور گالی گلوچ دی جاتی ہے۔اوران سے اپنی خدمت کے بہانے ایسے ایسے کام لیے جاتے ہیں جن کی وہ طاقت نہیں رکھتی اور جانوروں کی طرح دن رات کام میں لگی رہتی ہے۔[1]

عائلی بگاڑ اور شیطانی حربے:

ابتدائے آفرینش سے ہی شیطان انسان کا دشمن بن گیا اوراس نے گمراہ کرنے کے لیے چہار اطراف سے انسان کو اپنے دام میں پھانسنے کے لیے کوششیں جاری رکھیں۔اسی لیے قرآن نے انسان کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

إِنَّ ٱلشَّيۡطَٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ[2]

إِنَّهُۥ لَكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِينٌ[3]

---

[1] ہماری شادیاں ناکام کیوں؟ص ۱۴۴

[2] الاعراف ۷:۲۲

[3] البقرہ ۲:۱۶۸

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شیطانی کو ششوں کا ہدف ابتدا ہی سے عائلی زندگی کا رہا کیونکہ عائلی زندگی ہی انسانی اجتماع کی خشت اول ہے۔ اگر اجتماع میں بگاڑ پیدا کرنا ہو تو عائلی زندگی کو خراب کر دو۔ قرآن کریم نے اسی ہدف کی طرف متوجہ کرتے ہوئے فرمایا:

يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِۦ[1]

"اس سے وہ میاں اور بیوی کے درمیان جدائی ڈلواتے ہیں۔"

رسول ﷺ نے فرمایا:

ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے لشکر بھیجتا ہے، اس کے نزدیک اس شیطان کا مرتبہ زیادہ ہوتا ہے جو سب سے زیادہ فتنہ پرور ہو۔ ایک شیطان ابلیس کے پاس آتا ہے اور اطلاع دیتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا ہے۔ ابلیس کہتا ہے تو نے کچھ نہ کیا اس کے بعد ایک اور شیطان آتا ہے اور اطلاع دیتا ہے کہ:

ما تركته حتى فرَّقتُ بينه وبين أهله ، فيدْنيه منه ، ويقولُ : نعم أنتَ[2]

"میں نے فلاں فلاں شخص کی جان نہ چھوڑی، یہاں تک کہ اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی۔"

آپ ﷺ نے فرمایا:

شیطان اس کو اپنے قریب کرتا ہے اور کہتا ہے تو نے اچھا کام کیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی شیطان کے اس حربے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "اس میں راز یہ ہے کہ اگر دوسروں سے عداوت ہو تو اس کا اثر دوسروں تک نہیں پہنچتا اور میاں بیوی میں لڑائی اور طلاق ہو جائے تو دونوں کے خاندانوں میں جنگ ہوتی ہے۔ دو کی عداوت سے سو کی عداوت قائم ہوتی ہے۔ شیطان کو اتنی فرصت کہاں جو سو آدمیوں میں الگ الگ عداوت پیدا کرے بس وہ دو میاں بیوی میں عداوت کرا دیتا ہے۔ اس سے خود بخود دور تک سلسلہ پہنچ جاتا ہے۔"[3]

شیطان کے عائلی زندگی پر اثر انداز ہونے کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک تو وہ شیطان جو ہر وقت انسان کے ساتھ لگا رہتا ہے۔

---

[1] البقرہ ۲:۱۰۲

[2] مسلم، کتاب صفة القيامة والجنة، والنار، باب تحريش الشيطان وبعثه سرايه۔۔۔۔۔۔۔(ح ۲۸۱۳)

[3] تھانوی، اشرف علی، مولانا، تحفہ زوجین، ترتیب مفتی محمد زید صاحب طاہر سنز لاہور، ص ۱۱۲

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعض اوقات رشتہ داروں اور عزیزوں میں سے کوئی رشتہ دینا یا لینا چاہتا ہے۔ ناکامی کی صورت میں انتقاماً جادو کروادیا جاتا ہے تاکہ میاں بیوی کے دل جڑے نہ رہیں اور شادی ناکام ہو جائے۔ ساس بہو کے جھگڑے میں بھی اس کا سہارا لینے کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔ کبھی ساس کی طرف سے بیٹے کو صرف اپنا مطیع بنانے کے لیے اور کبھی بہو کی طرف سے صرف اپنا غلام بنانے کے لیے اسے سحر تفریق کہا جاتا ہے۔[1]

ایک شیخ بیان کرتے ہیں کہ امریکہ سے پڑھے ہوئے ایک نوجوان پر میں نے دم کیا۔ میں تقریباً ایک سال تک اسے دم کرتا رہا۔ میں اس پر دم پڑھتا تو وہ اس کے بعد بڑی سخت تکالیف برداشت کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی بیوی بھی میکے میں چھوڑ دی۔ اس نے بچی کو جنم دیا تو اس نے معصوم بچی کو بھی نہ دیکھا۔ دم کرنے پر جن بولا تو اس نے کہا "جوڈی" نامی ایک لڑکی ہے جسے اس نے امریکہ میں تعلیم کے دوران گرل فرینڈ بنا رکھا تھا جب یہ واپس آنے لگا تو اس لڑکی نے اس پر جادو کر دیا۔ تاکہ یہ دوبارہ امریکہ لوٹ آئے۔[2]

اسلامی تعلیمات سے دوری کی بنا پر شیطان کے شر سے بچنے کی مسنون دعائیں اکثر لوگ نہیں پڑھتے۔ ایمان کی کمزوری کی بنا پر اختلافات کے حقیقی اسباب و علل پر غور کرنے اور انہیں دور کرنے کی بجائے اکثر لوگ جھوٹے پیروں فقیروں کے دربار پر حاضری دیتے ہیں۔ اور ایمان کے یہ سوداگر عمل سے بے بہرہ، ایمان سے کورے لوگ گلی گلی گھات لگائے بیٹھے ہیں کمزور اعتقاد عورتیں ان کے دام فریب میں پھنس کر نہ صرف مالی خسارہ برداشت کرتی ہیں بلکہ آپس کے معمولی اختلافات کو ہوا دے کر نزاعات اور مجادلات بنانے میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

ذرائع ابلاغ کے اثرات:

شادیوں کی ناکامی اور ازدواجی اختلافات میں ٹی وی، فلموں، فضول افسانوں اور ناولوں پر مبنی رسالوں نے بھی بہت اہم کردار ادا کیا ہے۔ ٹی وی فلمیں وغیرہ انسان کی کردار کشی کے ذرائع ہیں، یہ ذہن کو حقیقت سے دور کر کے اس کی ڈرامائی تعمیر کرتے ہیں۔ یہ زہر بچپن سے جوانی تک قطرہ قطرہ کر کے انسان میں سرایت کرتا رہتا ہے جس کا اثر انسان کی عملی زندگی میں ظاہر ہوتا ہے۔ ذہن میں موجود بلند معیار کی بنا پر رشتہ ملنا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ٹی وی فلمیں دیکھ کر لڑکے لڑکیاں ایک دوسرے سے ڈرامائی توقعات وابستہ کر لیتے ہیں اور جب وہ ایک دوسرے کی توقعات پر پورے نہیں اترتے تو پھر رنجشیں اور اختلافات پیدا ہو

---

[1] وحید بن عبد السلام بالی، جادو کا علاج کتاب و سنت کی روشنی میں، محمدی اکیڈمی لاہور ۱۴۱۱ھ، ص ۸۸

[2] الطیار، عبد اللہ محمد بن احمد، جناتی اور شیطانی چالوں کا توڑ، ترجمہ حافظ محمد عباس گوندلوی، دار البلاغ لاہور ۲۰۰۵ء، ص ۳۱۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاتے ہیں۔ یہ خواب جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا جب ٹوٹتے ہیں تو ان کے ساتھ بعض اوقات رشتے ناتے اور گھر بار بھی ٹوٹ جاتے ہیں۔[1] ہمارے عوام الناس صرف ملکی میڈیا ہی نہیں بلکہ بین الاقوامی یا گلوبل میڈیا کی زد میں ہیں۔

ڈاکٹر محمود احمد غازی لکھتے ہیں:

آج جو صورت حال درپیش ہے وہ آج سے نہیں پچھلے ڈیڑھ سو سال سے درپیش ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر آنے والا دن، ہر نکلنے والا سورج، خطرے کی یا پریشانی کی ایک نئی جہت لے کر آتا ہے۔ آج اسلامی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جو خطرات سے دوچار نہ ہو۔ فرد کے ذاتی کردار اور تربیت کا معاملہ ہو، گھر کے اندر ماں اور باپ کے درمیاں کا معاملہ ہو، میاں بیوی کے تعلقات کا معاملہ ہو، گھر کی خواتین کے رویے کا معاملہ ہو، ان میں سے ہر چیز براہ راست مغربی حملے کی زد میں ہے۔[2]

ملکی ذرائع ابلاغ بھی فرد کے ذہن پر برا اثر ڈالتے ہیں۔ ذرائع ابلاغ میں تیز رفتار ترقی نے عائلی زندگی کو بے حد متاثر کیا ہے۔ مختلف گھروں کا رہن سہن فرق ہوتا ہے۔ سہولتیں اور نعمتیں ایک جیسی نہیں ہوتیں۔ میڈیا خوبصورت اور امیر ترین گھروں کا ماحول عموماً دکھاتا ہے۔ نگاہیں دیکھتی ہیں اور دل خواہشوں کے تانے بانے بننے لگتا ہے۔ ہر انسان وہ سہولتیں مہیا نہیں کر سکتا۔ خواہشات آسودہ نہیں ہوتیں تو رویے متاثر ہوتے ہیں۔ ماحول میں کھچاؤ اور تناؤ پیدا ہوتا ہے۔ ضروریات زندگی کی کثرت کی طلب بے شمار مسائل کو جنم دیتی ہے۔ جو میاں بیوی کے باہمی رویے پر بہت حد تک اثر انداز ہوتی ہے۔ مرد و زن کا اختلاط ، عورتوں کی بے پردگی، ٹیلی میڈیا میں کام کرنے والے مرد و خواتین بھی شہوتوں کی کثرت کو فروغ دینے میں معاون بن رہے ہیں۔ ہر شخص کے دل میں ٹی وی فلم وغیرہ دیکھ کر خواہش کروٹیں لیتی ہے کہ اس کی بیوی مرقع حسن ہو اور خواتین بھی تمنا کرنے لگتی ہیں کہ شوہر جمال یوسفی رکھتا ہو۔ اگرچہ اسلام نے حسن کو شادی کے اسباب میں شامل کر کے انسانی فطرت کی تصدیق کی۔ تاہم اس کو سب کچھ قرار نہیں دیا۔ اور حسن محض ظاہری ہی نہیں حسن ویسے بھی ہمیشگی نہیں رکھتا۔ ذرا سا زکام و بخار چہرے کی بشاشت کو منٹوں میں غائب کر دیتا ہے۔ میڈیا حسن کو کچھ زیادہ ہی حسین بنا دیتا ہے۔ کیونکہ میڈیا میں کام کرنے والے خواتین خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ آراستہ و پیراستہ بھی ہوتی ہیں۔ ویسے بھی تصویر حقیقت سے اکثر خوبصورت ہوا کرتی ہے۔ وہی تصویر آنکھوں میں بسی رہ جاتی ہے اور زوجین میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو اعلیٰ ترین معیار پر پرکھتا ہے۔ یوں وہ تصویریں نظروں سے دل میں اتر کے دونوں کو اپنے ساتھی سے بیزار کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ اسی لیے رسول ﷺ نے عورتوں کو منع کیا کہ وہ اپنے شوہر کے سامنے دوسری عورت کی صفات بیان نہ کریں۔ (کہیں اس عورت کی خوبصورتی کی بنا پر اس کا شوہر اس سے متنفر نہ ہو جائے) فرمایا:

---

[1] ماہنامہ بنات عائشہ، نومبر، دسمبر ۲۰۰۷ء، ص ۱۴۴

[2] مغرب کا فکری اور تہذیبی چیلنج اور علماء کی ذمہ داریاں، ماہنامہ افکار معلم لاہور، فروری ۲۰۰۶ء، ص ۱۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لا تباشرِ المرأةُ المرأةَ فتصفها لزوجها حتى كأنه ينظرُ إليها [1]

اب تو خود عورت نہیں بلکہ پورا معاشرہ مرد کے سامنے عورت کی تصویر پیش کر رہا ہے۔ عصر حاضر میں خواہ مرد ہو یا عورت، گھریلو خاتون ہو یا ملازمت پیشہ اسکی آنکھ کا افق اتنا وسیع ہو گیا ہے کہ اس میں ساری دنیا نظر آرہی ہے۔ سو وہ دونوں ساری دنیا کی خوبصورتیاں سمیٹنا چاہتے ہیں۔ یہ اثرات باہم فریقین کے تعلقات پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

[1] بخاری، کتاب النکاح، باب لا تباشر المراۃ، فتنعتھا لزوجھا (ح ۵۲۴۰)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب سوم: ماہنامہ محدث کے عائلی مضامین کا تحقیقی جائزہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل اوّل: نکاح سے متعلقہ مسائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسان کی جس طرح بہت ساری فطری ضروریات ہیں اسی طرح نکاح بھی انسان کی ایک اہم فطری ضرورت ہے۔اس لیے اسلام میں انسان کو اپنی اس فطری ضرورت کو جائز اور مہذب طریقے کے ساتھ پورا کرنے کی اجازت ہے۔

شریعت اسلامیہ نے نکاح کو اہم مقام عطا کیا ہے۔عائلی ندگی کے آغاز کا پسندیدہ اور مستحسن طریقہ اس کو قرار دیا ہے۔اس رشتہ کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لیے اس بات کو انتہائی پسندیدہ قرار دیا ہے کہ کہ معاہدہ نکاح خواتین کے ذمہ دار اور سرپرست انجام دیں تا کہ خوب غور وخوض اور تجربات کی روشنی میں مسلم خاتون کے لیے اچھے ساتھی کا انتخاب کریں۔

نکاح کی تعریف:

نکاح ایک ایسا عقد ہے جس کے نتیجے میں مرد وعورت ایک دوسرے پر حلال ہو جاتے ہیں۔نکاح مرد اور عورت کے درمیان شرعی اصولوں پر کیا گیا ایک معاہدہ ہے جس سے ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلق جائز اور پیدا ہونے والی اولاد کا نسب شرعاً ثابت ہو جاتا ہے اور باہم حقوق وفرائض عائد ہو جاتے ہیں۔

نکاح کا حکم:

اللہ تعالیٰ کے فرمان کی رو سے نکاح ایک مشروع کام ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَٱنكِحُواْ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثۡنَىٰ وَثُلَٰثَ وَرُبَٰعَۖ فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا تَعۡدِلُواْ فَوَٰحِدَةً أَوۡ مَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۚ[1]

”پس جو عورتیں تمہیں پسند آئیں،ان سے نکاح کرو،دو دو، تین تین اور چار چار اور اگر اندیشہ ہے کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک ہی یا جو تمہاری مملوکہ لونڈیاں ہیں۔“

[1] النساء:۳

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ محدث میں نکاح کے موضوع پر چھپنے والے فتاوٰی جات:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(1) نکاح نامے پر دستخط کر کے زبان سے قبول نہ کرنے والے دولہا کا نکاح

(حافظ ثناء اللہ مدنی)

جنوری:۲۰۰۱ء جلد:۳۳/ ۳۲ شمارہ:۱۲/۱ رمضان شوال ۱۴۲۱ھ

سوال: اگر کوئی آدمی نکاح نامے پر دستخط کر دے اور اپنی زبان سے اس بات کا اقرار نہ کرے جیسے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں: کیا آپ کو اس لڑکی کے ساتھ نکاح قبول ہے۔۔۔۔۔۔ آیا اس طرح کرنے سے اس کا نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟

جواب: ظاہر ہے کہ نکاح نامہ پر دستخط نکاح کی طلب کے بعد ہی کیے گئے ہوں گے۔ اندریں صورت یہ قبول کے ہی قائم مقام ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ ایک شخص کا آپ ﷺ نے قرآن پر نکاح کیا تھا ۔ (باب التزویج علی القرآن)

کسی روایت میں نہیں کہ ایجاب کے بعد اس نے کہا ہو کہ مجھے قبول ہے۔ اس حدیث میں اس کی چاہت کو ہی اس قائم مقام قبول قرار دے کر انعقاد نکاح کو قابل اعتبار سمجھا گیا ہے۔ صحیح بخاری کی عنوان بندی ان الفاظ میں ہے۔

''باب إذا قال الخاطب للولي زوّجني فلانة فقال قد زوجتك بكذا وكذا جاز النكاح وإن لم يقل للزوج اَرَضيتَ اَوْ قبلتَ''

''اس بارے میں کہ جب نکاح کرنے والا (لڑکا) ولی سے کہے کہ میرا فلاں لڑکی سے نکاح کر دیں اور ولی جواب میں کہے کہ میں نے اتنے مہر اور فلاں شرائط پر تیرا نکاح کر دیا تو نکاح ہو جائے گا، اگرچہ وہ لڑکے سے پھر نہ پوچھے کہ کیا تو راضی ہے یا تو نے قبول کیا؟''

اس طرح مذکورہ حالت میں نکاح نامہ پر دستخط قبول کے ہی قائم مقام ہے اور نکاح درست ہے۔ نیز شریعت میں بولنے کے علاوہ محض عمل کو بھی قابل اعتبار سمجھا گیا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری باب الطلاق فی الاغلاق۔۔۔ الخ کے تحت حدیث ہے:

''إن الله تجاوز عن امتي ماحدثت به انفسها، ما لم تعمل اوتتكلم''

'' نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری امت کی دل میں کی گئی باتوں سے درگزر فرمایا ہے جب تک وہ ان کا اظہار نہ کر دیں یا ان کو عملی جامہ نہ پہنائیں۔''

اس حدیث سے اہل علم نے استدلال کیا ہے طلاق تحریر میں آنے سے واقع ہوتی ہے۔ حافظ ابن حجر رقمطراز ہیں:

''واستدل به على ان من كتب الطلاق طلقت امرأته لانه عزم بقلبه وعمل بكتابته وهو قول الجمهور''

(فتح الباری: ۹/۳۹۴)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"اس بات سے استدلال کیا گیا ہے کہ جو طلاق لکھ دیتا ہے تو اس کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے دل سے اس کا ارادہ کیا، اور لکھ کر اس پر عمل کر دیا۔۔۔ اور یہی جمہور کا قول ہے"

اسی طرح محض نکاح نامہ پر دستخط کرنے سے نکاح بھی نیتاً منعقد ہو سکتا ہے۔

سوال: کیا نکاح چوری چھپے ہو سکتا ہے؟

جواب: چوری چھپے نکاح کرنا ناجائز ہے۔ حدیث میں ہے: " جو عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے، اس کا نکاح باطل ہے۔"

مشکوٰۃ باب الولی فی النکاح اور دوسری روایات میں ہے کہ وہ عورتیں بدکار ہیں جو گواہوں کے بغیر اپنا نکاح کر لیتی ہیں۔ والاصح انه موقوف على ابن عباس (سنن ترمذی)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک نکاح کا معاملہ پہنچا جس میں ایک مرد اور عورت گواہ تھے، فرمایا یہ پوشیدہ نکاح ہے، میں اسے جائز نہیں سمجھتا، اگر مجھے پیشگی علم ہو جاتا تو میں رجم کو چھوڑتا کیونکہ اس نکاح میں گواہی مکمل نہیں۔ واضح ہو کہ جمہور کے نزدیک نکاح میں کم از کم دو عادل گواہ ہونے ضروری ہیں۔ امام مالک فرماتے ہیں: وہ نکاح پوشیدہ ہے جس میں گواہوں کو چھپانے کی تلقین کی گئی ہو۔ (شرح الزرقانی ۳/۱۲۵)

اور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل"

" (احمد، طبرانی۔ بیہقی وغیرہ باسناد صحیح) یعنی "ولی اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح منعقد نہیں ہوتا۔"

صاحب مشکوٰۃ نے متعدد احادیث بیان کی ہیں جن میں اعلان نکاح کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی جائزہ:

یہ ماہنامہ محدث کے فتاوٰی جات میں سے کسی سائل کے سوال کا جواب ہے۔ مفتی شیخ الحدیث حافظ ثناءاللہ مدنی صاحب ہیں۔ سائل نے مفتی صاحب سے سوال کیا ہے کہ اگر کوئی آدمی نکاح نامے پر دستخط کر دے اور زبان سے اس کا اقرار نہ کرے تو کیا اس طرح نکاح ہو جائے گا یا نہیں؟ شیخ صاحب اس سوال کے جواب میں مصادر اصلیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے صحیح بخاری کی حدیث (باب الطلاق فی الاغلاق) کو بطور حوالہ پیش کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مذکورہ حالت میں دستخط قبول ہی کے قائم مقام ہے۔ اہل علم نے بھی اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اور پھر فتح الباری (۹/۳۹۴) میں حافظ ابن حجر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس بات سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ کہ جو طلاق لکھ دیتا ہے اس کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے کیونکہ اس نے دل سے اس کا ارادہ کیا اور لکھ کر اس پر عمل کیا۔ اس طرح نکاح نامے پر دستخط کرنے سے نکاح بھی نیتاً منعقد ہو سکتا ہے۔

سائل کے دوسرے سوال (کیا چوری چھپے نکاح جائز ہے؟) کے جواب میں سنن ترمذی کی حدیث کو بطور حوالہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ولی کی اجازت کے بغیر نکاح باطل ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ وہ امام مالک کا قول بھی نقل کرتے ہیں اور جمہور کے نزدیک بھی نکاح کے لیے دو عادل گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔ شیخ صاحب کا طرز تحریر اور منہج سلفی ہے۔ کیونکہ وہ دعویٰ ذکر کرنے کے بعد کتاب و سنت کی روشنی میں اپنے دلائل پیش کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)بلا اجازت لڑکی کا نکاح

(حافظ ثناءاللہ مدنی)

نومبر:۲۰۰۱ جلد:۳۳ شمارہ:۱۱ رمضان المبارک:۱۴۲۲ھ

سوال:ایک والد نے اپنی جوان بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر اپنے کسی رشتہ دار لڑکے سے کر دیا ہے۔ نکاح سے پہلے وہ لڑکی برملا پکار پکار کر کہتی رہی ہے کہ میں اس لڑکے کے ساتھ شادی کرنے پر راضی نہیں ہوں اور اب نکاح کے بعد بھی وہ لڑکی ناراضگی اور خفگی کا اظہار کرتے ہوئے اپنے رشتہ دار مردوں اور عورتوں کے سامنے رونا شروع کر دیتی ہے۔اس نکاح کا قرآن وحدیث کی روشنی میں کیا حکم ہے؟(عبدالوحید، ضلع قصور)

جواب: بالغ لڑکی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں ہونا چاہئے، چاہے نکاح کرنے والا اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو، چنانچہ حدیث میں ہے:

''والبكر يستأذنها أبوها في نفسها'' (صحیح مسلم:۱/۴۵۵)

''باپ کنواری لڑکی سے نکاح کے بارے میں اس سے اجازت طلب کرے''

علامہ ابن قیم فرماتے ہیں:

''وبهذه الفتوى نأخذ وأنه لا بد من استئمار البكر وقد صح عنه ﷺ: الأيم أحق بنفسها من وليها والبكر تستأمر فى نفسها وإذنها صماتها وفى لفظ والبكر يستأذنها أبوها فى نفسها وإذنها صماتها وفى الصحيحين عنه ﷺ: لا تنكح البكر حتى تستأذن، قالوا: وكيف إذنها؟ قال أن تسكت - وسألته ﷺ جارية بكر، فقالت إن أباها زوّجها وهى كارهة، فخيّرها النبىﷺ فقد أمر باستئذان البكر ونهي عن إنكاحها بدون إذنها - وخيرﷺ من نكحت ولم تستأذن'' (اعلام الموقعین،۴/۳۴۲،۳۴۱)

''امام صاحب فرماتے ہیں:ہم اس فتوٰی کو لیتے ہیں کہ باکرہ سے اجازت لینا ضروری ہے کیونکہ نبی ﷺ سے یہ بات صحیح ثابت ہے کہ بیوہ اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے اور کنواری سے اس کے نفس کے بارے میں مشورہ لیا جائے اور اس کی خاموشی اجازت تصور ہو گی۔ایک اور روایت میں یوں ہے کہ باپ باکرہ سے اجازت طلب کرے اور اس کی اجازت اس کی خاموشی ہے۔نیز بخاری مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:باکرہ کا نکاح نہ کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لی جائے۔لوگوں نے کہا:اس کی اجازت کیسے ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا:اس کی خاموشی ہی اجازت سمجھی جائے گی۔اور آپ ﷺ سے ایک کنواری لڑکی نے سوال کیا کہ اس کے باپ نے اس کا نکاح زبردستی کر دیا ہے تو آپ ﷺ نے اس کو اختیار دے دیا اور حکم دیا کہ باکرہ سے اجازت لی جائے اور اس کی اجازت کے بغیر نکاح سے منع کر دیا اور جس سے اجازت نہ لی گئی ہو،اس کو اختیار دے دیا۔''

ان نصوص کی بنا پر اس لڑکی کو اختیار ہے کہ یہ نکاح رد کر سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی جائزہ:

یہ مضمون نہیں بلکہ محدث میں شائع ہونے والے فتاوی میں سے ایک سوال کا جواب ہے۔ مفتی شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب حفظہ اللہ ہیں۔ سائل نے ایک لڑکی کا ذکر کیا ہے کہ جس کا نکاح اس کے والد صاحب نے لڑکی کی رضامندی لیے بغیر کر دیا۔ اب وہ لڑکی نکاح کے بعد بھی برملا اپنی نارضامند ہونے کا اظہار کرتی ہے۔ تو سائل پوچھتا ہے کہ ایسے نکاح کا حکم کیا ہے؟ شیخ صاحب اولاً لکھتے ہیں کہ لڑکی کی اجازت اور رضامندی کے بناء اسلام میں نکاح کا تصور نہیں ہے۔ اس پر وہ دلیل صحیح مسلم کی ایک روایت سے پیش کرتے ہیں۔ اور پھر اس کی تائید میں ابن قیم جوزیہ رحمہ اللہ کا اعلام الموقعین سے ایک اقتباس ذکر کرتے ہیں۔

دونوں جگہوں پر انھوں نے پہلے عربی الفاظ ذکر کیے ہیں اور پھر ان کا ترجمہ پیش کیا ہے۔ اور دونوں کا حوالہ بھی دیا ہے۔ حدیث کا حوالہ دینے کے لیے پہلے کتاب کا نام اور پھر حدیث اور جلد نمبر ذکر کیا ہے جبکہ اصول فقہ کی معروف کتاب اعلام الموقعین کا صفحہ نمبر اور جلد نمبر ذکر کی ہے۔ یعنی دونوں جگہ اصل اور اپنے موضوعات کی امہات الکتب سے حوالہ نقل کیا ہے۔

فتوی دینے میں ان کا اسلوب اور منہج سلفی ہے۔ کیونکہ اپنے مزاج کے مطابق وہ اولاً دعوی ذکر کرتے ہیں اور پھر کتاب وسنت سے دلیل ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)مزنیہ عورت کی بیٹی سے نکاح کی شرعی حیثیت

(حافظ ثناءاللہ مدنی)

ستمبر:۲۰۰۶ء جلد:۳۸ شمارہ:۹ شعبان معظم ۱۴۲۲ھ

سوال:ایک منکوحہ اور اولاد والی عورت کے ساتھ کسی دوسرے شخص کے مراسم اس حد تک ہو جائیں کہ اسلامی حدود بھی پار ہو جائیں۔اب کافی سال گزرنے کے بعد وہ شخص اس عورت کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتا ہے،کیا قرآن وسنت کی روشنی میں اجازت ہے؟

جواب: مذکورہ بالا صورت میں مزنیہ عورت کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے۔راجح مسلک کے مطابق زنا سے حرمت مصاہرت ثابت نہیں ہوتی۔سنن ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے:

''لا يحرّم الحرام الحلال''

''حرام کے ارتکاب سے حلال شے حرام نہیں ہوتی''

عکرمہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے:

'' إذا زنىٰ بأخت امرأته لم تحرم عليه امرأته-''

''جب کوئی اپنی سالی سے زنا کرلے تو اس کی بیوی اس پر حرام نہیں ہوتی''

صحیح بخاری(باب ما يحل من النساء وما يحرم-----الخ)کے تحت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

''جمہور زنا سے حرمت کے قائل نہیں۔''

وحجتهم أن النكاح في الشرع إنما يطلق على المقصود عليها لا على مجرد الوطء وأيضا فالزنا لاصداق فيه ولا عدة ولاميراث،قال ابن عبدالبر: وقد أجمع أهل الفتوى من الأمصار علىٰ أنه لايحرم على الزاني تزوّج من زنى بها فنكاح أمها وأبنتها أجوز (فتح الباری:۹ /۱۵۷)

''اور ان کی دلیل یہ ہے کہ شریعت میں نکاح کا اطلاق اس کے مقصود پر ہوتا ہے،محض مجامعت کا نام نکاح نہیں ہے۔نیز زنا میں نہ حق مہر ہوتا ہے،نہ عدت اور میراث۔ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ جب مختلف علاقوں کے اہل فتوٰی علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ زانی کے لیے اپنی مزنیہ سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے تو پھر مزنیہ کی ماں یا اس کی بیٹی سے نکاح کرنا بالاولیٰ جائز ہوا''

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی جائزہ:

مزنیہ کی بیٹی سے نکاح جائز ہے؟اس کے جواب میں حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب نے سنن ابن ماجہ میں عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث، صحیح بخاری (باب مایحل من انساء ومایحرم۔۔۔الخ) کو بطر حوالہ پیش کرتے ہیں۔کہ حرام کے ارتکاب سے حلال شے حرام نہیں ہو گی۔

اور پھر اس کی تائید میں فتح الباری میں حافظ ابن حجر کا قول نقل کرتے ہیں کہ جمہور زنا کی حرمت کے قائل نہیں ہیں۔ ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ جب مختلف علاقوں کے اہل فتوٰی علما کا اس بات پر اجماع ہے کہ زانی کے لیے اپنی مزنیہ سے نکاح کرنا حرام نہیں ہے تو پھر مزنیہ کی ماں یا اس کی بیٹی سے نکاح کرنا بالاولیٰ جائز ہوا۔

دونوں جگہوں پر انھوں نے پہلے عربی الفاظ ذکر کیے ہیں اور پھر ان کا ترجمہ پیش کیا ہے۔اور دونوں کا حوالہ بھی دیا ہے۔

فتوی دینے میں ان کا اسلوب اور منہج سلفی ہے۔کیونکہ اپنے مزاج کے مطابق وہ اولاً دعوی ذکر کرتے ہیں اور پھر کتاب وسنت سے دلیل ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)مساجد میں نکاح کی شرعی حیثیت

(شیخ صالح المنجد)

شمارہ:۳۵۸ جلد:۴۴ عدد:۹ محرم:۱۴۳۴ھ نومبر:۲۰۱۲ء

سوال :مسجد میں شادی کی تقریبات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

جواب :اللہ تعالیٰ نے مساجد کے بارے میں فرمایا:

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ ٱللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا ٱسْمُهُۥ يُسَبِّحُ لَهُۥ فِيهَا بِٱلْغُدُوِّ وَٱلْآصَالِ

(سورہ النور:۳۶)

"ان گھروں میں جن کے بلند کرنے، اور جن میں اپنے نام کی یاد کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے وہاں صبح وشام اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں۔"

سیدنا ابن عباس، مجاہد وحسن بصری وغیرہ کے نزدیک اس آیتِ کریمہ میں بیوت سے مراد مساجد ہیں۔اہل علم کا موقف یہ ہے کہ مساجد دراصل اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اقامتِ صلوٰۃ کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ مساجد کی تعظیم کی جانی چاہئے اور ان کو نجس وگندگی جیسی چیزوں سے پاک رکھنا چاہئے جیسا کہ امام قرطبی نے اپنی تفسیر میں بھی بیان کیا ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ "کو لہو ولعب، بے کار اور ایسے اُمور سے پاک رکھنا چاہئے جو اُن کے لائق نہیں ہیں۔ "علامہ جلال الدین سیوطیؒ کے مطابق "یہ آیتِ کریمہ مساجد کی عظمت اور اُنہیں ہلکی نوعیت کے کاموں سے دور رکھنے کو بیان کرتی ہے۔" غرض ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ مساجد کے مخصوص احکام وآداب ہیں جن کا اہتمام کیا جاناضروری ہے تاکہ مسلمانوں کے دلوں میں مساجد کی ہیبت واحترام اور وقار برقرار رہے۔ جیسا کہ سیدنا بریدہؓ سے مروی حدیث میں آتا ہے کہ ایک موقع پر ایک صحابی مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا :

لا وجدت إنما بنيت المساجد لما بينت له (صحیح مسلم:۵۶۹)

"اللہ کرے تو اپنی گمشدہ چیز نہ پائے۔ مساجد ان مقاصد کے لئے ہی ہیں جن کے لئے اُنہیں تعمیر کیا گیا ہے۔"

امام نووی فرماتے ہیں:

"اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ مساجد میں گم شدہ چیزیں ڈھونڈنا ممنوع ہیں۔ ایسے ہی مساجد میں خرید وفروخت کرنا بھی ناجائز ہے، مساجد میں آوازیں بلند کرنا بھی درست نہیں، پھر نبی کریم ﷺ کا ایسے شخص کے لئے یہ کہنا کہ تمہیں وہ اعلان کرنا چیز نہ ملے، اس سے تہدید وتوبیخ کا بھی پتہ چلتا ہے۔" (شرح النووی علی مسلم:۲/۲۱۵)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک بار سیدنا عمر بن خطاب نے ایک شخص کو مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرنا سنا تو اس سے ناراض ہوئے اور فرمایا کہ "یہ بلند آواز مسجد میں کیسی؟ تمہیں معلوم نہیں کہ تم کہاں کھڑے ہو۔" (تفسیر قرطبی:۱۲/ ۲۶۹)

ایسے ہی سیدنا ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ ایک بار مسجد نبوی میں اعتکاف بیٹھے تو آپ نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ بلند آواز سے تلاوتِ قرآن کر رہے ہیں تو آپ نے پردہ ہٹا کر اُنہیں فرمایا:

''ألا إن كلكم مناجٍ ربه فلا يؤذين بعضكم بعضا ولا يرفع بعضكم علىٰ بعض في القراءة أو قال في الصلاة''

(سنن ابی داؤد:۱۳۳۲)

تم میں سے ہر شخص ربِّ کریم سے مناجات کرتا ہے۔ کوئی شخص دوسرے کے لئے باعث اذیت بنے اور نہ ہی تلاوتِ قرآن یا نماز میں اپنی آواز بلند کرے۔

حتیٰ کہ سیدنا عمر بن خطاب نے مساجد میں بلند آواز اختیار کرنے والوں کو تعزیر یعنی سزا دینے کا بھی ارادہ فرمایا۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مساجد کے احکام دیگر عمارتوں سے مختلف ہیں۔ اور ایک دین دار مسلمان کا فریضہ ہے کہ وہ شعائر اللہ کا احترام کرے اور بلاشبہ مساجد شعائر اللہ ہی ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''ذٰلكَ وَمن يعظم شعئرَ اللهِ فإنها من تقوَى القلوبِ'' (سورۃ الحج:۳۲)

"جو شعائر اللہ کا احترام کرے تو ایسا دلوں میں اللہ سے تقویٰ کی بنا پر ہے۔"

مذکورہ بالا اُمور کو پیش نظر رکھتے ہوئے واضح رہنا چاہئے کہ مساجد میں نکاح کرنا اچھا عمل ہے جیسا کہ فقہاے حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور بعض حنابلہ کے ہاں مساجد میں نکاح کا انعقاد بہتر عمل ہے۔ تاہم نکاح سے مراد یہاں عقدِ نکاح ہی ہے اور عقد ایجاب وقبول کا نام ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ، علامہ ابن قیمؒ ودیگر اہل علم کا بھی موقف یہی ہے۔ اس سلسلے میں ان کا استدلال اُمّ المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کی اس حدیث سے ہے جس میں نبی کریم ﷺ کا فرمانِ گرامی روایت کیا گیا ہے:

أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد (جامع ترمذی:۱۰۸۹)

نکاح کا اعلان کیا کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو۔

واضح رہے کہ اس حدیث کا آخری جملہ مستند طور پر نبی کریم ﷺ سے ثابت شدہ نہیں، حافظ ابن حجرؒ نے تلخیص الحبیر ۴/ ۲۰۱ میں اس جملہ کو ضعیف قرار دیا ہے۔ اور اکثر محدثین کرام کا یہی موقف ہے کہ حتی کہ علامہ محمد ناصر الدین البانیؒ نے اپنی کتاب میں اس جملہ کو 'منکر' قرار دیا ہے۔ (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ:۹۸۲)

اس حدیث کے بعض راویوں کو حافظ ذہبی نے تلخیص العلل المتناہیہ میں اور حافظ ابن جوزی اور امام ابو حاتمؒ نے بھی ناقابل اعتبار قرار دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سعودی عرب کے مشہور مفتی وعالم شیخ محمد صالح عثیمینؒ فرماتے ہیں :

"ائمہ فقہا اور سلف کا مساجد میں نکاح کو مستحب قرار دینے کی وجہ دراصل اس مبارک جگہ کی برکت سے فائدہ اُٹھانے کا نظریہ ہے۔ اگر اس بارے میں کوئی صحیح حدیث بھی مل جائے تو بہت بہتر ہے تاہم میں اس بارے میں کسی صحیح حدیث کو نہیں جانتا۔"

(سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ:۹۸۲)

تاہم جمہور فقہاے کرام کا مساجد میں نکاح کا موقف صرف مذکورہ بالا حدیث کی بنا پر نہیں بلکہ اس سلسلے میں صحیح بخاری میں ایک اور مشہور حدیث بھی آتی ہے جو سہل بن سعد ساعدی سے مروی ہے:

"ایک خاتون نے کہا کہ میں اپنی ذات آپ ﷺ کو ہبہ کرنے کے لئے آئی ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا۔ اسی اثنا میں ایک صحابی رسول کھڑے ہوئے اور نبی کریم سے مخاطب ہوئے کہ اگر آپ کو اس میں کوئی حاجت نہیں تو آپ اس خاتون کا نکاح مجھ سے فرما دیجئے۔ تو نبی مکرّم ﷺ نے اس صحابی کی طرف سے اس عورت کا حق مہر قرآنِ کریم کی تعلیم کو قرار دے کر، ان دونوں کا نکاح کرا دیا۔" (صحیح بخاری:۵۱۴۹)

اس حدیثِ مبارکہ کے بارے میں حافظ ابن حجر صحیح بخاری کی شرح فتح الباری میں لکھتے ہیں کہ خاتون کی آمد کا یہ واقعہ مسجد میں پیش آیا تھا جیسا کہ امام سفیان ثوری کی روایت میں اس کی تصریح موجود ہے۔ (فتح الباری:۹/۲۰۶)

اس حدیثِ نبوی ﷺ سے معلوم ہوا کہ مساجد میں نکاح منعقد کیا جاسکتا ہے اور اس کا شریعت اسلامیہ میں جواز موجود ہے۔ تاہم واضح رہنا چاہئے کہ دورِ نبوی میں آپ ﷺ کے صحابہ کے بہت سے نکاح ہوئے، خلفاے راشدین کے اَدوار میں بھی بہت سے نکاح منعقد ہوتے رہے لیکن مساجد میں نکاح کی مستند روایت ان اَدوار میں شاذ ونادر ہی ملتی ہے۔ چنانچہ مساجد میں نکاح کے لئے درج ذیل ضوابط کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

(۱) مساجد میں یہ نکاح روز مرّہ معمول نہیں بننے چاہئیں، اور نہ ہی اس کو مسجد میں کوئی خاص باعثِ فضیلت سمجھنا چاہئے۔

(۲) مساجد کے احکام، اور اس کے شرعی آداب بہر طور ملحوظ رکھے جانے چاہئیں۔ چنانچہ مساجد میں آوازیں بلند کرنا، اور مساجد کو کھانے پینے اور حلویات سے آلودہ کر دینا بالکل درست نہیں ہے، مسجد کی صفائی لازماً برقرار رہنی چاہئے۔

(۳) مساجد میں آنے والے دولہا کو سادگی اور وقار اختیار کرنا چاہئے، کیونکہ مساجد تفریح کے مراکز نہیں اور ان میں وقار قائم رہنا چاہئے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان اوپر گزرا کہ "مساجد اسی کے لئے ہیں، جس لئے انہیں بنایا گیا ہے۔"

(۴) مساجد میں مرد وزن کا اختلاط بالکل منع ہے۔ اسی طرح مساجد میں فیشن زدہ خواتین کا اپنے زرق برق یا شرم وحیا سے عاری ملبوسات میں آنا، مساجد میں یادگاری تصاویر وغیرہ لینا، یہ چیزیں بالکل غیر شرعی ہیں، ان سے کلی اجتناب ہونا چاہئے۔

(۵) مساجد میں موسیقی، طبلے، گانے بجانے، گانوں اور عروسی نظموں سے بھی پرہیز ہونا چاہئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الغرض یاد رہنا چاہئے کہ نکاح کی تقریبات کے ذریعے کسی طرح بھی مسجد کا وقار واحترام متاثر نہ ہونے پائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مساجد اللہ تعالیٰ کے گھر ہیں، اللہ کی عبادت کے لئے بنائے گئے ہیں۔ ان کا احترام شعائر اللہ ہونے کے ناطے ہر مسلم پر فرض ہے۔ جہاں تک مساجد میں شادی کے تقریبات کا تعلق ہے تو اس کا مقصد، مساجد کے مقام ومرتبہ کو لوگوں کو ذہنوں میں راسخ کرنا اور لوگوں کا مساجد سے تعلق کو پختہ کرنا وغیرہ ہے۔ یہ مقاصد نیک ہیں، اوران مقاصد کو دیگر اچھے ذرائع سے حاصل کرنے کی بھی جدوجہد کرنا چاہئے۔

شیخ محمد صالح العثیمین سے پوچھا گیا کہ کیا مساجد میں نکاح کرنا عیسائیوں سے مشابہت رکھتا ہے کہ وہ بھی اپنے گرجاؤں میں نکاح کی تقریبات منعقد کرتے ہیں۔

جواب : نہیں، ایسی بات نہیں ہے۔ حتی کہ علمائے شریعت نے مساجد میں نکاح کو مستحب قرار دیا ہے اور ان کی یہ دلیل ہے: إن أحبّ البقاع إلى الله مساجدها "ارض پر سب سے مبارک قطعہ ارضی اللہ کی مساجد ہیں۔" سو اللہ کے گھر ہونے کے ناطے مساجد میں نکاح کرنا ایک بابرکت فعل ہونا چاہئے۔ تاہم یہ ایک منطقی توجیہ ہی ہے، ہمیں نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ میں ایسے نہیں ملتا کہ آپ بطورِ خاص مسجد میں تشریف لے جاتے ہوں اور وہاں نکاح منعقد کرنے کی جستجو کرتے ہوں۔ جب سنتِ مطہرہ میں ایسا منقول نہیں ہے تو اس کو روزمرہ عادت بنالینا بھی مناسب نہیں۔

شیخ عبدالعزیز بن باز سے سوال کیا گیا کہ مساجد میں نکاح کے بارے میں آپ کا فتویٰ کیا ہے، ہم یہ کام اس مقصد سے کرنا چاہتے ہیں کہ اس سے نئے جوڑے اور دونوں خاندانوں کو اللہ کی رحمت او ربرکت حاصل ہوگی۔

جواب : کسی مخصوص مقام پر نکاح کے انعقاد کے بارے میں، میرے علم میں کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ مساجد یا دیگر مقامات پر نکاح میں کوئی حرج نہیں ہے تاہم میرے علم میں مساجد میں نکاح کا التزام کرنے کی کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔ شرعی طور پر یہ امر واضح ہے کہ کتاب وسنّت میں مساجد میں نکاح منعقد کرنے کی پختہ روایت نہیں ملتی۔ تاہم فی زمانہ برصغیر پاک وہند میں نکاح کے ساتھ شان وشوکت، نمائش واسراف، بینڈ باجے اور بے جا رسومات کی جو متعدد عادات ورواجات منسلک ہوچکے ہیں تو مساجد میں نکاح منعقد کرکے ان غیر شرعی رسومات کی بیخ کنی کی جاسکتی ہے، کیونکہ مساجد کا ماحول ایسی بہت سے باتوں کا اپنی پاکیزگی کی بنا پر متحمل نہیں ہوسکتا۔ عقدِ نکاح سے قبل جو خطبہ ارشاد فرمایا جاتا ہے، اس کی تاثیر کے لئے بھی مبارک اور باوقار ماحول درکار ہے، تب ہی اس کے اثرات اور اس موقع پر کی جانے والی دعا کی تاثیر پیدا ہوسکتی ہے۔ ان مقاصد کے پیش نظر، جن میں سادگی، رسوم ورواج کا خاتمہ اور ہندوانہ عادات کی بیخ کنی وغیرہ شامل ہیں، مساجد میں نکاح کو اختیار کیا جاسکتا ہے، تاہم یہ بعض نیک مقاصد کی بناپر ہی ہے۔ اور اگر لوگ یہ طریقہ اختیار کرلیں کہ نکاح تو مسجد میں کریں اور غیر اسلامی عادات اور شان وشوکت کے لئے شادی کی مستقل تقریبات منعقد کریں تو اس سے یہ اصل مقصد ختم ہوجاتا ہے۔ بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ چونکہ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی پر شکوہ مجالسِ شادی بیاہ کے لئے خطبہ نکاح یا کسی عالم دین کا آکر وہاں وعظ و تلقین کرنا اجنبی محسوس ہوتا ہے، اس بنا پر وہ شادی کی تقریب میں اپنے دنیادارانہ شوق پورے کرتے ہیں اور اس کے دینی پہلو کے لئے مسجد میں ایک رسمی مجلس کرکے، جس میں چند ایک رشتہ دار حاضر ہو جاتے ہیں، نکاح کے شرعی پہلو سے عہدہ برا ہو جاتے ہیں۔ جن مقاصد کے لئے مساجد میں نکاح کو فروغ دیا جارہا ہے، اگر وہ مقاصد پورے نہیں ہو رہے بلکہ اس سے اسلام اور اہل اسلام کی بے توقیری سامنے آرہی ہو تو پھر مساجد میں نکاح کے تکلف کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ شریعتِ اسلامیہ کی رو سے مساجد میں نکاح منعقد ہو سکتا ہے اور نیک مقاصد کے لئے اس کو پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ جہاں تک صرف اِس کے مبارک مقام ہونے اور اس سے برکت لینے کا تعلق ہے تو دورِ نبوی ﷺ اور ادوارِ صحابہ و تابعین میں مساجد سے اس تبرک کی کوئی مستند روایت موجود نہیں ہے۔

تحقیقی جائزہ:

مساجد میں نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کے جواب میں حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب نے بنیادی مصادر کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہی حوالہ جات اخذ کیے ہیں۔ مثلاً (سورہ النور:۳۶)، (صحیح مسلم:۵۶۹)، (سنن ابو داؤد:۱۳۳۲)، (ترمذی:۱۰۸۹) کو بطور دلیل پیش کیا ہے۔

اس ضمن میں اہل علم کے موقف کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

مختلف تفاسیر کو بھی بطور استدلال پیش کیا گیا ہے۔

مسئلہ کے حل کے لیے فقہاء کرام کے اقوال و آراء سے بھی بھرپور استفادہ واستدلال کیا گیا ہے۔

فقہائے حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے ہاں مساجد میں نکاح کا انعقاد ایک بہترین عمل ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ابن قیم رحمہ اللہ اور دیگر اہل علم کا موقف بھی یہی ہے۔ اس سلسلے میں حافظ صاحب نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ (نکاح کا اعلان کیا کرو اور اس کو مساجد میں منعقد کرو۔)

صحیح احادیث کے ساتھ ضرورت پڑنے پر ضعیف احادیث کو بھی زیر بحث لائے ہیں۔

مختلف علمائے کرام کے فتاوٰی جات کو بھی بیان کیا گیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل دوم: طلاق سے متعلقہ مسائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسانی زندگی میں عائلی زندگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ معاشرتی، معاشی، ثقافتی اور سیاسی میدانوں میں کامیاب رہنے کے لیے اولین ضرورت ہے کہ انسان اپنے گھر میں کامیاب زندگی گزارنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ دین اسلام میں اسی بناء پر عائلی زندگی سنوارنے اور بھلی صورت میں گزارنے کی تاکید کی ہے۔ اس مقصد کے لیے نہایت گرانقدر تعلیمات دی گئی ہیں۔ اس سلسلے میں اہم اور بنیادی اہمیت کی حامل تعلیمات میاں بیوی کے درمیان خوشگوار تعلقات کو دوام و ثبات بخشنے سے متعلق ہیں۔ چونکہ اسلام مکمل ضابطہ حیات ہے۔ وہ زوجین کے لیے یکجائی کا سفر ہو یا خدانخواستہ جدائی کا فیصلہ، ہر دور کے لیے مکمل تعلیمات فراہم کرتا ہے۔ اگر انتہائی ناگزیر حالات میں زوجین علیحدگی کا ارادہ کریں تو اس کے مہذب اور متمدن طریقے بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔ مرد اگر نکاح کے بندھن کو توڑ دے تو اسے طلاق کہا جاتا ہے۔

طلاق کا مفہوم:

لغت میں طلاق کے معنی بندش کو کھول دینے کے ہیں چاہے بندش نظر آنے والی یا غیر محسوس ہو۔ مثلاً اونٹنی کی بندش کو کھول کر اسے چھوڑ دیا جائے تو کہا جاتا ہے طلق الناقۃ طلاق۔ اسی طرح شوہر اگر بیوی سے علیحدگی اختیار کرے تو کہتے ہیں:

طلق الرجل امراته طلاقا[1]

اس شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔

طلاق کا لفظ اسلام سے پہلے بھی میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کے معنوں میں استعمال ہوتا تھا۔ شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں اس کا مطلب نکاح کے ذریعہ لگائی گئی گرہ کو کھول دینا یا نکاح کا زائل ہو جانا ہے۔ یا خاص الفاظ کے ساتھ عقد نکاح میں ایسا نقصان ڈال دینا ہے جس سے گرہ پوری طرح کھلنے میں کمی رہ جائے۔۔ نکاح زائل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ عقد نکاح ختم ہو جائے اور آئندہ کے لیے بیوی اس پر پوری طرح حرام ہو جائے۔ یہ اس صورت میں ہو گا جب بیوی کو تین طلاقیں دے دی جائیں ۔ نکاح میں نقصان سے مراد یہ ہے کہ عقد نکاح جاری ہے اور مرد رجوع کا اختیار رکھتا ہے۔[2]

شریعت اسلامیہ میں چونکہ نکاح کے معاہدہ کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ لہٰذا معمولی باتوں اور اختلاف سے اس کو ختم کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ حق طلاق کے استعمال کی اجازت انتہائی ناگزیر حالات میں دی گئی ہے۔ رشتہ ازدواج کی برقراری پر زور دیا اور حتی الوسع آپس میں عفو و درگزر سے کام لینے کی ترغیب دی ہے۔

---

[1] ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، ۱۰/۲۲۶، ادار صادر بیروت، ۱۳۷۳ھ

[2] ابن الھمام، کمال الدین محمد، فتح القدیر، ۳/۲۱، مطبعہ مصطفی محمد مصر بدون سنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماہنامہ ”محدث“میں طلاق کے موضوع پر چھپنے والے مضامین:

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

(1) تین طلاقوں کا مسئلہ کتاب وسنت کی روشنی میں

(مولانا محمد رمضان سلفی)

نومبر:۲۰۰۶ء جلد:۳۸ شمارہ:۱۰ شوال ۱۴۲۷ھ

طلاق دینا پسندیدہ فعل نہیں ہے۔ اسلام نے انتہائی کٹھن حالات میں طلاق کی اجازت دی ہے۔ جبکہ صلح اور باہمی اتفاق کی کوئی صورت باقی نہ رہ جائے۔ معمولی بات پر طلاق، طلاق کہہ دینا باعزت اور باوقار لوگوں کا شیوہ نہیں ہے۔ میاں بیوی میں جدائی اور تفریق ہی وہ جرم ہے جو کہ شیطان کو تمام جرائم سے بڑھ کر پسند ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا کہ

" ابلیس سمندر کے پانی پر اپنا تخت بچھاتا ہے اور لوگوں میں فساد اور بگاڑ ڈالنے کے لیے اپنے چیلوں کو بھیجتا ہے اور اسب سے بڑے فتنہ باز کو شیطان کا سب سے بڑھ کر قرب حاصل ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک آکر اپنی رپورٹ پیش کرتا ہے کہ میں نے فلاں جرم کروا دیا اور دوسرا کہتا ہے کہ میں نے فلاں شخص سے فلاں گناہ کروایا۔ شیطان کہتا ہے کہ تم نے کچھ بھی نہیں کیا ،لیکن جو چیلا کہتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی ڈال دی اور ان دونوں کے ازدواجی تعلق کو توڑ دیا ،تو اس پر ابلیس اسے اپنے قریب کرتے ہوئے اس سے بغل گیر ہو جاتا ہے اور کہتا ہے:"تو نے بہت خوب کام کیا۔"

(صحیح مسلم:ج ۲،ص ۳۷۶)

اسلام نے کلی طور پر طلاق کے دروازے کو بند بھی نہیں کیا بلکہ انتہائی ناگزیر حالات میں اس کی اجازت دی ہے اور اس کے لیے طریق کار کا تعین بھی صحیح کر دیا ہے۔ طلاق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ عورت جب حیض سے فارغ ہو تو اسے طہر کی حالت میں بغیر مقاربت کیے ایک طلاق دی جائے، اور پوری عدت گزرنے دی جائے۔ عدت پوری ہونے پر عورت، مرد سے جدا ہو جائے گی۔ اس کے بعد مرد اور عورت رضامند ہوں تو دوبارہ نکاح کی گنجائش موجود رہتی ہے۔

دوسری طرف شریعت مطہرہ نے ایک مجلس میں اکٹھی تین طلاقیں داغ دینے کی حوصلہ شکنی کی ہے اور اسے انتہائی قبیح فعل قرار دیا ہے۔ رسول ﷺ کی حیات مبارکہ میں ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں۔ رسول کریم ﷺ کو پتا چلا تو آپ ﷺ غصے کی حالت میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا:

"کیا میری موجودگی میں اللہ تعالیٰ کی کتاب سے کھیلا جا رہا ہے؟ یہ سن کر ایک آدمی نے کہا:

" اے اللہ کے رسول ﷺ، کیا میں اسے قتل نہ کر دوں؟" (سنن نسائی:۲/۴۶۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس شدید ڈانٹ کے باوجود طلاق ثلاثہ کا مسئلہ اختلافی بنا دیا گیا ہے، ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یک بار گی تین طلاقیں دے دے تو تینوں ہی واقع ہو جائیں گی۔ یہ گرہ مقلدین حضرات کا ہے، اگرچہ اس گروہ کے وسیع النظر علما اس رائے سے اختلاف رکھتے ہیں۔

دوسرے گروہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہے، اس رائے کے حاملین اہل حدیث اور ظاہریہ ہیں۔ امام طحاوی، امام رازی، امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، علامہ ابن حجر، علامہ عینی، علامہ طحطاوی، امام شوکانی، عبدالحیی لکھنوی اور نواب صدیق حسن خان رحمہم اللہ بھی اسی رائے کو اختیار کرتے ہیں۔

اس بارے میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب کیا ہے؟ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے متعلق ان سے دو روایتیں منقول ہیں: ایک تو وہی جو مشہور ہے اور دوسری یہ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک طلاق رجعی ہوتی ہے۔ جیسا کہ محمد بن مقاتل نے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے۔ (اغاثۃ اللھفان: ج ۱ / ص ۲۹۰)

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کی جو فہرست دی ہے، وہ حسب ذیل ہے: حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر رضوان اللہ علیہم اجمعین اور غنوی رحمہ اللہ نے اسی مسلک کو قرطبہ کے مشائخ کے ایک گروہ، مثلاً محمد بن تقی بن مخلد اور محمد بن عبدالسلام خشنی وغیرہ سے نقل کیا ہے اور ابن منذر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اصحاب، مثلاً عطا، طاؤس اور عمرو بن دینار سے نقل کیا ہے۔ (فتح الباری: ج ۹ / ص ۳۶۳)

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ " اہل علم کا گروہ اس طرف گیا ہے کہ طلاق طلاق کے پیچھے واقع نہیں ہوتی بلکہ صرف ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔" (نیل الاوطار: ج ۴ / ص ۳۵۵)

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " اور یہ مذہب (تین طلاقوں کو ایک قرار دینے کا) ابن عباس رضی اللہ عنہ،

ابن اسحٰق، عطا، عکرمہ اور اکثر اہل بیت کا ہے۔ اور تمام اقوال میں یہی سب سے زیادہ صحیح ہے۔"

(الروضۃ الندیۃ: ج ۲ / ص ۵۰

(

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری میں کہا ہے کہ طاؤس، ابن اسحٰق، حجاج بن ارطاۃ، ابراہیم نخعی رحمہم اللہ وغیرہ، ابن مقاتل اور ظاہریہ وغیرہ اسی کے قائل ہیں کہ اگر شوہر اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دے تو ایک ہی واقع ہو گی۔

(عمدۃ القاری: ج ۱۰ / ص ۲۳۳)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام طحطاوی حنفی رحمہ اللہ در مختار کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

" دور اول میں جب کوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دیتا تو اس کے ایک ہونے کا فیصلہ دیا جاتا تھا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور آیا تو لوگ چونکہ کثرت سے تین طلاقیں اکٹھی دینے لگ گئے تھے، لہٰذا آپ رضی اللہ عنہ نے تینوں کے واقع ہونے کا فیصلہ کر دیا۔" (در مختار: ج ۲ / ص ۱۰۵)

علامہ عبد الحیی حنفی لکھنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "دوسرا قول یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو اگر تین طلاقیں دے دے تو وہ ایک ہی پڑے گی اور یہ قول بعض صحابہ سے بھی منقول ہے۔ داؤد ظاہری اور ان کے پیروکار اسی کے قائل ہیں، امام مالک رحمہ اللہ کا ایک قول بھی یہی ہے، امام احمد رحمہ اللہ کے بعض اصحاب کا بھی یہی مذہب ہے۔" (عمدۃ الرعایہ: ج ۲ / ص ۷۱)

اوپر ان علما کے اقوال کا تذکرہ کیا گیا ہے جنہوں نے خود اور سلف صالحین میں تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دینے کے موقف کا تذکرہ کیا ہے۔ علما کی اس فہرست سے ان لوگوں کے دعوے کا پھسپھسا پن ظاہر ہو جاتا ہے جو یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ

" تین طلاقیں اکٹھی دی جائیں یا دو، ان کا شرعاً اعتبار کیا جائے گا اور دو کو دو اور تین کو تین ہی سمجھا جائے گا، تقریباً سو فیصد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اکثر تابعین رحمہم اللہ، ائمہ واربعہ رحمہم اللہ جمہور سلف وخلف رحمہم اللہ اسی کے قائل ہیں اور ظاہر قرآن کریم اور صحیح وصریح احادیث بھی یہی بتلاتی ہیں اور یہی حق وصواب ہے۔ لہٰذا جن بعض حضرات کے اقوال اور فتوے اس مسئلے میں جمہور کے اجماع کے خلاف نقل کیے جاتے ہیں ان کی کوئی وقعت نہیں اور وہ سب کے سب شاذ ہیں جو قابل عمل نہیں۔" (ماہنامہ 'الشریعہ': ص ۳۳، جولائی ۲۰۰۶ء)

اس عبارت میں حسب ذیل چار دعوے کیے گیے ہیں:

(۱) سو فیصدی صحابہ کرام اور تابعین تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے ہیں۔

(۲) جن حضرات کے اقوال ان کے خلاف نقل کیے جاتے ہیں، وہ شاذ اور نا قابل عمل ہیں۔

(۳) ظاہر قرآن اور صحیح احادیث بھی تین طلاقوں کے تین ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

(۴) تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کے اقوال اور فتوے جمہور کے اجماع کے خلاف ہیں۔

یہ دعوٰی کہ سو فیصدی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، اور اکثر تابعین رحمہم اللہ، تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے ہیں، تو یہ سوچ سراسر تقلیدی غلو کی پیداوار ہے، ورنہ جو حضرات تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیتے ہیں وہ تعداد میں کم نہیں ہیں۔ ان حضرات کی فہرست جن علما کے پیش نظر رہی، انہوں نے کبھی ایسا غیر منصفانہ فیصلہ نہیں کیا جو 'الشریعہ' کے مضمون نگار نے کیا ہے، بلکہ جو لوگ تین طلاقوں کو ایک قرار دیتے ہیں، وہ اگر یہ دعویٰ کریں کہ سو فیصدی صحابہ کرام بھی اسی موقف کے حامل تھے تو یہ بے جا نہ ہو گا جیسا کہ عنقریب اسے ثابت کیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہا دوسرا دعویٰ کہ تین طلاقوں کو ایک ہی طلاق بنانے والوں کا مذہب شاذ اور منکر ہے تو یہ بھی جذباتی فیصلہ ہے جو حقیقت سے عاری ہے۔ کتاب و سنت کے دلائل سے ثابت شدہ مسئلے کو شاذ یا منکر نہیں کہنا چاہیے اور اس سلسلہ میں عجلت سے کام نہیں لینا چاہیے بلکہ مسئلہ زیر بحث میں شاذ یا منکر کا استعمال ہی بے جا اور بے محل ہے، کیونکہ شاذ کے مراد یہ ہے راوی خود تو ثقہ ہو لیکن وہ اپنے سے اوثق یا اکثر رواۃ کی اس طرح مخالفت کرے کہ ان میں سے ایک کا صدق دوسرے کے کذب کو مستلزم ہو۔

دلائل قرآن کریم :

قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ٱلطَّلَٰقُ مَرَّتَانِۖ فَإِمۡسَاكُۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٖ[1]

"یہ طلاقیں دو مرتبہ ہیں پھر یا تو اچھائی سے روک لینا ہے یا عمدگی سے چھوڑ دینا ہے۔"

یعنی وہ طلاق جس میں خاوند کو عدت کے اندر رجوع کا حق حاصل ہے، وہ دو مرتبہ ہے۔ پہلی مرتبہ طلاق دینے کے بعد بھی رجوع کی گنجائش ہے۔ یہ نہیں فرمایا کہ طلاق دو عدد ہیں کہ ایک آدمی یک بار متعدد طلاقیں دے دے۔ بلکہ مَرَّتَانِ سے واضع کر دیا گیا ہے کہ دو طلاقیں الگ الگ دو بار دی جائیں گی۔ اسی لیے آگے چل کر فرمایا:

فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعۡدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوۡجًا غَيۡرَهُۥ[2]

"یعنی دو دفعہ طلاق دینے کے بعد تیسری مرتبہ اگر پھر طلاق دے دے تو وہ اس کے لیے حلال نہیں، یہاں تک کہ وہ کسی اور سے (شرعی) نکاح کرے۔"

اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ تینوں طلاقیں قرآن کی رو سے الگ الگ دی جائیں گی۔ فان طلقھا کی ف سے کسی کو غلط فہمی نہیں ہونی چاہئے کہ اس میں ف تعقیب کے لیے ہے جو فی الفور طلاق دینے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ یہاں ف صرف ترتیب کے لیے ہے۔ اگر ف کو یہاں تعقیب بلا مہلت یعنی تیسری طلاق فی الفور دینے کے لیے سمجھ لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ قرآن کریم تین طلاقیں اکٹھی دینے کا حکم بیان کر رہا ہے کہ جو شخص تینوں طلاقیں اکٹھی داغ دے تو وہ تینوں شمار ہو جائیں گی اور وہ عورت اس مرد پر حرام ہو جائے گی اور اسے تحلیل کی ضرورت ہو گی۔ حالانکہ تین طلاقیں اکٹھی دے ڈالنا احناف کے نزدیک بھی بدعت ہے تو کیا قرآن کریم بدعات کو جواز فراہم کرنے کے لیے نازل ہوا ہے؟ اور اگر اس آیت کریمہ میں ف کو تعقیب بلا مہلت کے لیے مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ قرآن کریم یکبارگی تین طلاقوں کے تین ہونے کا حکم بیان کر رہا ہے اور اس کے برعکس اگر کوئی شخص تین طلاقیں وقفہ وقفہ سے تین مہینوں میں دے تو اس کا حکم قرآن کریم میں ذکر نہ ہوا کیونکہ ف کو تعقیب بلا

---

[1] البقرہ:۲۲۹

[2] البقرہ:۲۳۰

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہلت کے لیے مان لیا گیا ہے اور اس طرح تین مہینوں میں تین طلاقیں دینے والے کی طلاق بتۃ نہ سمجھی جائے اور نہ اسے تحلیل کی ضرورت ہو۔ گویا ف کو تعقیبیہ ماننے والوں کے نزدیک طلاق کا جو حسن طریقہ ہے، اسے قرآن نے نظر انداز کر دیا اور جو طریقہ طلاق بدعت کا ہے، اسے قرآن کریم نے جائز قرار دے دیا۔ (تعالی اللہ علی ذالک)

یہ بھی یاد رہے کہ تین طلاقیں تین طہروں یا تین مہینوں میں دینے سے بھی ف تعقیب کے لیے ہو سکتی ہے کیونکہ ایک طہر میں ایک طلاق دینے کے بعد وہ طلاق معدوم نہیں ہو جاتی بلکہ اس کا اثر اگلے طہر تک جاری رہتا ہے تو دوسرے طہر میں دی جانے والی طلاق بھی پہلی طلاق کے پیچھے ہی واقع ہو گی۔ اسی طرح دوسرے طہر میں دی جانے والی طلاق بھی معدوم نہیں ہو جائے گی بلکہ اس کا تیسرے طہر تک جاری رہے گا اور تیسرے طہر میں دی جانے والی طلاق دوسرے طہر میں دی جانے والی طلاق کے پیچھے ہی واقع ہو گی۔ اس طرح طلاق حسن طریقہ کے مطابق دی جائے گی اور ف کی تعقیب بھی باقی رہے گی۔ لہذا قرآن کریم کے الفاظ سے طلاق کا وہی طریقہ مراد لینا چاہیے جو جائز ہے۔ طلاق بدعت کو قرآن کریم کے الفاظ میں لپیٹ کر رائج کرنے سے بہر حال گریز کرنا چاہیے۔ اسی میں انسان کی عاقبت کی عافیت بھی ہے اور اس کے مذہب کی خیر بھی۔ کیونکہ مذہب حنفی میں بھی یکبارگی تین طلاقیں دینے کو بدعت کہا گیا ہے۔ (الھدایۃ: ۲ / ۳۳۵، المطبع المجتبائی، دہلی طبع ۱۳۷۵ھ)

دلائل احادیث مبارکہ:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ " رسول اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت کے ابتدائی دو سالوں میں جب سوئی شخص اکٹھی تین طلاقیں دے دیتا تو وہ ایک ہی شمار کی جاتی تھیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ لوگوں نے اس کام میں جلدی کرنا شروع کر دی جس میں انہیں مہلت ملی تھی۔ تو اس کو ہم نافذ کر دیں تو مناسب ہے۔ پھر انہوں نے اسے جاری کر دیا۔ (صحیح مسلم: ج ۱ / ص ۴۷۷)

(۲) ابو اصبہاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: کیا آپ جانتے ہیں کہ رسول ﷺ کے زمانہ میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خلافت، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بھی تین سال تک تین طلاقوں کو ایک بنایا جاتا تھا؟ تو عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں۔ (مسلم: ج ۱ / ص ۴۷۸)

(۳) ابو اصبہاء نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: ایک مسئلہ تو بتایئے کیا رسول ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں تین طلاقیں ایک ہی شمار نہ ہوتی تھیں؟ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: ہاں ایسا ہی تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو لوگ اکٹھی طلاقیں دینے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں لوگوں پر نافذ کر دیا۔"

(صحیح مسلم: ج ۱ / ص ۴۷۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ احادیث جو مفہوم کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں۔ان سے مندرجہ ذیل امور پر روشنی پڑتی ہے۔

(۱)دور نبوی ﷺ،دور صدیقی رضی اللہ عنہ اور فاروقی رضی اللہ عنہ دور کے ابتدائی دو یا تین سال تک بھی ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں اکٹھی تین طلاقیں دی جاتی تھیں۔

(۲) تین طلاقیں اکٹھی دینے کا طریقہ چونکہ کتاب و سنت کے خلاف تھا،اس لیے اس پر لوگوں کو زجر و توبیخ کی جاتی تھی، تاہم تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیا جاتا تھا۔

(۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ " فلو امضیناہ علیہم "اس بات پر واضح دلیل ہیں کہ آپ کا یہ فیصلہ ذاتی تھا جو تعزیر و تعدیب کے لیے تھا تاکہ لوگ اس بری عادت سے باز آجائیں۔

(۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رکانہ بن عبدیزید نے اپنی بیوی کو ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دے دیں۔پھر اس پر سخت پریشان ہوئے تو رسول ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تو نے طلاق کس طرح دی ہے؟اس نے کہا: میں نے تینوں طلاقیں دے دی ہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ایک ہی مجلس میں دی ہیں؟اس نے کہا: ہاں(ایک ہی مجلس میں تین طلاقیں دی ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تو ایک ہی طلاق ہوئی ہے۔تو چاہے تو اس سے رجوع کرلے۔اس نے کہا: میں نے رجوع کیا۔(مسند احمد: ج۳/ ص۹۱)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک رجعی طلاق شمار ہوگی۔

کیا اکٹھی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا اجماع کے خلاف ہے؟

رہا یہ دعویٰ کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کا قول اجماع کے خلاف ہے تو یہ دعوٰی بھی خلاف حقیقت اور کئی اعتبار سے غلط ہے: اولاً.....اجماع کی تعریف اصول فقہ کی کتابوں میں یہ کی گئی ہے:

''هو اتفاق المجتهدين من الأمة الإسلامية في عصر من العصور على حكم شرعي بعد وفاة النبي!''

(الوجيز فى اصول الفقه:ص۲۲۲)

یعنی " نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد کسی دور میں امت مسلمہ کے تمام مجتہدین کا کسی شرعی حکم پر متفق ہونا 'اجماع' کہلاتا ہے۔"

'اجماع' کی اس تعریف کے پیش نظر طلاق ثلاثہ کے تین واقع ہونے پر اجماع کا دعویٰ ہرگز نہیں کیا جاسکتا کیونکہ بہت سے اہل علم نے اس سے اختلاف کیا ہے جن کی فہرست اس کے قبل دے دی گئی ہے جبکہ صرف ایک مجتہد کے اختلاف کرنے سے بھی اجماع ثابت نہیں ہوسکتا، تو اتنی کثیر تعداد کے اختلاف کی صورت میں اجماع کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے؟

ثانیاً: امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ طلاق ثلاثہ سے متعلق چار مذاہب پائے جاتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۱)"یہ کہ تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں، اس گروہ میں اکثریت مقلدین کی ہے، جبکہ مقلدین میں سے بھی بعض وسیع النظر علما نے اختلاف کیا ہے۔

(۲)یہ کہ تین طلاقیں دینے سے ایک بھی واقع نہیں ہوتی، ان کے نزدیک اکٹھی تین طلاقیں دے دینا بدعت ہے اور بدعت مردود ہوتی ہے اور یہ قول رافضہ کا ہے۔

(۳)یہ کہ تین طلاقیں دینا بدعت ہے لہٰذا اس بدعت کو سنت کی طرف لوٹایا جائے گا اور سنت یہ ہے کہ ایک وقت میں ایک ہی طلاق رجعی دی جائے کیونکہ خاوند ایک وقت میں صرف ایک ہی طلاق کا مالک ہوتا ہے۔ اگر وہ تین طلاقیں یکبار دے گا تو اس سے ایک طلاق رجعی واقع ہو گی، یہ مذہب اہل حدیث اور اہل ظاہر کا ہے اور امام ابن قیم رحمہ اللہ اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسے بلند پایہ علما بھی اسی کے قائل ہیں۔

(۴)یہ کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں مدخولہ عورت کے لیے تین اور غیر مدخولہ کے لیے ایک شمار ہو گی۔ اس کے قائل اسحٰق بن راہویہ وغیرہ ہیں۔" (زاد المعاد: ج ۴ / ص ۵۴)

اندازہ فرمایئے زیر بحث مسئلہ میں چار مختلف مذاہب کے پائے جانے کے باوجود اجماع کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے؟

تین طلاقوں کے تین شمار ہونے پر اجماع کا دعویٰ تو بالکل خلافِ حقیقت ہے، لیکن اس کے برعکس تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کرنے والے حضرات کا اپنے موقف پر اجماع کا دعویٰ کرنا بالکل برمحل اور برحق ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی مذکور حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں اور حضرت عمرؓ کی خلافت کے ابتدائی دو یا تین سال تک تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی تھیں۔ مسلم شریف کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۵ ہجری تک صحابہ کرامؓ میں ایک صحابیؓ بھی ایسا نہ تھا جس نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہو، تمام صحابہ کرامؓ ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک رجعی طلاق شمار کرتے تھے۔ اس لئے طلاقِ ثلاثہ کو ایک طلاق قرار دینے والے اپنے اس موقف پر اجماع کا دعویٰ کرنے میں حق بجانب ہیں۔

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں:

فنحن أحق بدعوى الإجماع منكم لأنه لايعرف في عهد الصديق أحد ردّ ذلك ولا خالفه فإن كان إجماع فهومن جانبنا أظهر ممن يدعيه من نصف خلافة عمر وهلمّ جرا فإنه لم يزل الاختلاف فيها قائما

(إغاثة اللهفان: ۱ / ۲۸۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طلاق ثلاثہ کو ایک بنانے والے حضرات تین بنانے والوں سے بڑھ کر اجماع کا دعویٰ کرنے کا حق رکھتے ہیں اور ہمارے موقف پر اجماع کا پایا جانا زیادہ واضح ہے، جبکہ حضرت عمرؓ کے نصف دور میں تین طلاقوں کو تین قرار دینے سے لے کر اب تک اس مسئلہ میں اختلاف چلا آرہا ہے۔"

اجماع کا دعویٰ کرنے والوں کا انحصار اس بات پر ہے کہ جب سے حضرت عمرؓ نے تین طلاقوں کو تین قرار دینے کا حکم دیا ہے، تب سے اس پر اتفاق ہو گیا ہے۔ لہٰذا اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔

جبکہ صورتِ حال یہ ہے کہ خود حضرت عمرؓ نے اپنے اس فیصلے کو ترک کر دیا تھا اور ایک مجلس میں تین طلاق کے وقوع کا جو حکم انہوں نے جاری کیا تھا، اس سے رجوع فرمالیا اور اس پر ندامت کا اظہار کیا تھا،

جیسا کہ امام ابن قیمؒ إغاثۃ اللھفان میں فرماتے ہیں:

قتلت ال ''قال الحافظ أبوبكر الإسماعيلي في مسند عمر أخبرنا أبو يعلى حدثنا صالح بن مالك حدثنا خالد بن يزيد بن أبي مالك عن أبيه قال قال عمر بن الخطاب: ما ندمت على شيئ ندامتى على ثلاث أن لا أكون حرمت الطلاق وعلى أن لا أكون أنكحت الموالي وعلى أن لا أكون نوائح''

(إغاثۃ اللھفان: ج ۱/ ص ۳۳۶)

"حضرت عمرؓ نے فرمایا جو ندامت مجھے تین کاموں پر ہوئی ہے وہ کسی اور کام پر نہیں ہوئی: ایک یہ کہ میں تین طلاقوں کو طلاقِ تحریم نہ بناتا، دوسرا یہ کہ غلاموں کو نکاح کرنے کا حکم صادر نہ کرتا، اور تیسرا یہ کہ نوحہ کرنے والیوں کو قتل کرنے کا حکم نہ دیتا۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے جو تین طلاقوں کے تین ہونے کا حکم دیا تھا، وہ شرعی حکم نہ تھا بلکہ تعزیری اور وقتی آرڈیننس تھا، جو یکبار تین طلاقیں دینے والوں کے لئے سزا کے طور پر نافذ کیا تھا۔ جب دیکھا کہ اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا بلکہ لوگوں کا یکبارگی طلاقیں دینے کا فساد اور بڑھا ہے تو آپؓ نے اس ذاتی فیصلے سے رجوع فرمالیا، اور اس پر ندامت کا اظہار بھی کیا۔ تو دیکھئے جب حضرت عمرؓ ہی اپنے اس فیصلے پر ندامت کا اظہار فرما چکے ہیں تو اب اسے بنیاد بنا کر اجماع کا دعویٰ کیسے کیا جاسکتا ہے؟

بعض لوگوں نے مسندِ عمرؓ کے اس اثر پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کی سند میں خالد بن یزید بن ابی مالک راوی ضعیف ہے، اس لئے یہ ناقابل اعتبار ہے۔

اگرچہ بعض علما نے اس راوی پر جرح کی ہے لیکن کبار ائمہ مثلاً ولید بن مسلم، عبداللہ بن مبارک، سلیمان بن عبدالرحمن، ہشام بن عمار، ہشام بن خالد، سوید بن سعید، ابوزرعہ اور ابن صالح وغیرہ نے اس راوی کو ثقہ اور قابل اعتماد قرار دیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ ابن حبانؒ نے اسے فقہاے شام میں شمار کیا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ یہ صدوق في الروایۃ ہے۔ عجلی نے بھی اسے ثقہ کہا ہے۔(تہذیب التہذیب:ج۳ / ص۱۲۶)

تحقیقی جائزہ:

مضمون نگار نے مذکورہ مضمون لکھتے ہوئے مصادر اصلیہ کو پیش نظر رکھا ہے۔ مثلاً(صحیح مسلم:ج۲ / ص۳۷۲)
(سنن نسائی:۲/۴۶۸)

طلاق ثلاثہ کے بارے میں فقہاء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ اہل حدیث اور ظاہریہ کے نزدیک ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی شمار ہوتی ہیں۔ امام طحاوی، امام رازی، امام ابن تیمیہ، امام ابن قیم، علامہ ابن حجر، علامہ عینی، علامہ طحطاوی، امام شوکانی، عبدالحیی لکھنوی اور نوب حسن خان رحمہم اللہ بھی اسی رائے کو اختیار کرتے ہیں۔ جبکہ مقلدین حضرات کا نقطہ نظر یہ ہے کہ یک بارگی تین طلاقیں دینے سے تینوں ہی واقع ہو جائیں گی۔

مضمون نگار نے مذکورہ بالا تمام فقہاء کی آراء کو اپنے مضمون میں بیان کیا ہے۔

امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اعلام الموقعین میں تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کی جو فہرست پیش کی ہے وہ اس مضمون میں بطور حوالہ پیش کی گئی ہے۔ مثلاً(اعلام الموقعین مترجم:ص۸۰۳)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں، امام شوکانی نے نیل الاوطار میں، نواب صدیق حسن خان نے الروضۃ الندیۃ میں، علامہ عینی حنفی نے عمدۃ القاری میں تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کی جو فہرست پیش کی ہے ان سب کو مضمون نگار نے بطور دلیل اپنے مضمون میں بیان کیا ہے۔ مثلاً(فتح الباری:ج۹ / ص۳۶۳)،(نیل الاوطار:ج ۴ / ص ۳۵۵)،(الروضۃ الندیہ:ج۲ / ص۵۰)،(عمدۃ القاری:ج۱۰ / ص۵۰)وغیرہ۔

مضمون نگار اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے قرآن کریم سے متعدد آیات کو بطور حوالہ اور دلیل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً(البقرۃ:۲۲۹)اور پھر اپنا نقطہ نظر واضح کرنے کے لیے فرماتے ہیں کہ تین طلاقیں اکٹھی دے ڈالنا احناف کے نزدیک بھی بدعت ہے تو کیا قرآن کریم بدعات کو جواز فراہم کرنے کے لیے نازل ہوا ہے؟ لہٰذا قرآن کریم کے الفاظ سے طلاق کا وہی طریقہ مراد لینا چاہیے جو جائز ہے۔ طلاق بدعت کو قرآن کے کریم کے الفاظ میں لپیٹ کر رائج کرنے سے بہر حال گریز کرنا چاہیے۔ کیونکہ اسی میں انسان کی عاقبت کی عافیت اور اس کے مذہب کی خیر بھی ہے۔

قرآن کریم سے دلائل دینے کے بعد مضمون نگار احادیث مبارکہ سے دلائل پیش کرتے ہیں۔ صحیح مسلم کی متعدد احادیث جو مفہوم کے اعتبار سے ایک جیسی ہیں کو پیش کرنے کے بعد دور نبوی ﷺ، دور صدیقی، دور فاروقی کے ابتدائی دو یا تین سال کے واقعات سے بھی مثالیں پیش کر کے اپنے موقف کو ثابت کرتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا اکٹھی تین طلاقوں کو ایک قرار دینا اجماع کے خلاف ہے ؟ رہا یہ دعویٰ کہ تین طلاقوں کو ایک قرار دینے والوں کا قول اجماع کے خلاف ہے تو یہ دعویٰ بھی خلاف حقیقت اور کئی اعتبار سے غلط ہے۔

اجماع کی تعریف اصول فقہ کی کتابوں میں جو کی گئی ہے اس تعریف کے پیش نظر طلاق ثلاثہ کے تین واقع ہونے پر اجماع کا دعویٰ ہر گز نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ بہت سے اہل علم نے اس سے اختلاف کیا ہے۔ جبکہ ایک مجتہد کے اختلاف کرنے سے بھی اجماع ثابت نہیں ہو سکتا، تو اتنی کثیر تعداد کے اختلاف کی صورت میں اجماع کا دعویٰ کیسے کیا جا سکتا ہے ؟

مضمون نگار مذاہب اربعہ کے ساتھ ساتھ فقہ المقارن سے بھی استفادہ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مضمون مجتہدانہ بصیرت رکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)عورت کو حق طلاق تفویض کرنا شریعت میں تبدیلی ہے

(حافظ صلاح الدین یوسف)

شمارہ:۳۶۱ جلد:۴۵ جون:۲۰۱۳ء رجب المرجب:۱۴۳۴ھ

پاکستان میں حکومت کے مجوزہ نکاح فارم کی ایک شق میں یہ درج ہوتا ہے کہ خاوند نے بیوی کو طلاق کا حق تفویض کیا ہے یا نہیں؟... اکثر لوگ تو اس شق کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اثبات یا نفی (ہاں یا نہیں) میں کچھ نہیں لکھتے۔ لیکن بعض لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں کہ نکاح کے موقعے پر تفویض طلاق کے اس حق کو تسلیم کیا جائے اور وہ اس شرط کو لکھواتے یعنی منواتے ہیں کہ عورت کو طلاق کا حق تفویض کر دیا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت جب چاہے اپنے خاوند کو طلاق دے سکتی ہے اور اس طرح کے واقعات اب پیش آنے لگے ہیں کہ ایسی عورتیں جن کو حق طلاق تفویض کیا گیا، انھوں نے اپنے خاوندوں کو طلاقیں دے دیں۔

علماے احناف اور دیگر فقہا تو اس تفویض طلاق کو صحیح سمجھتے ہیں اور اس کی وجہ وہ فقہی جمود ہے جس میں وہ مبتلا ہیں، اس لیے عدمِ دلیل کے باوجود وہ اس بنا پر اس کے قائل ہیں کہ ان کے فقہانے اس کو تسلیم کیا ہے۔ بنابریں وہ عورت کے طلاق دینے کی وجہ سے میاں بیوی میں جدائی کو بھی ضروری قرار دیتے ہیں۔ لیکن بعض علماے اہلحدیث بھی اس کے جواز کا فتویٰ دے دیتے ہیں۔ غالباً انھوں نے مسئلے کا گہرائی سے جائزہ نہیں لیا یا عورتوں کے 'حقوق' کے شور میں اس کی شاید ضرورت ہی محسوس نہیں کی، اس لیے وہ بھی جواز کے قائل ہو گئے!!

راقم کے پاس بھی یہ استفسار آیا اور اس میں بعض علماے اہلحدیث کی طرف سے اس کے اثبات کا حوالہ بھی دیا گیا۔ اس بنا پر ضرورت محسوس ہوئی کہ مسئلے کی نوعیت کو شرعی دلائل کی روشنی میں واضح اور منقح کیا جائے تاکہ ایک طرف مسلکِ تفویض کے حامل علماے احناف کے دلائل کی بے ثباتی واضح ہو جائے اور جو علما محض بعض شبہات کی وجہ سے اس کے جواز کے قائل ہیں، وہ بھی اپنے موقف پر نظر ثانی کر کے صحیح دلائل پر مبنی موقف کو اختیار کر سکیں۔

بہر حال ہمارا موقف یہ ہے کہ عورت کو طلاق کا حق تفویض نہیں کیا جا سکتا اور اگر کسی نے اس کو یہ حق دے دیا اور عورت نے اسے استعمال کرتے ہوئے خاوند کو طلاق دے دی، تو یہ طلاق نہیں ہو گی۔ طلاق کا حق صرف مرد کو حاصل ہے، یہ حق اللہ نے صرف اُسے ہی عطا کیا ہے، اسے پوری اُمت مل کر بھی عورت کی طرف منتقل کرنے کی مجاز نہیں ہے۔ اس کے دلائل حسبِ ذیل ہیں:

اسلام میں طلاق کا حق صرف مرد کو دیا گیا ہے، عورت کو نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت مرد کے مقابلے میں زود رنج، زود مشتعل اور جلد بازی میں جذباتی فیصلہ کرنے والی ہے، نیز عقل اور دور اندیشی میں کمزور ہے۔ عورت کو بھی حق طلاق دیے جانے کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورت میں، یہ اہم رشتہ جو خاندان کے استحکام وبقااور اس کی حفاظت وصیانت کے لیے بڑا ضروری ہے، تارِ عنکبوت سے زیادہ پائیدار ثابت نہ ہوتا۔ علمائے نفسیات وطبیعیات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل راقم کی کتاب 'خواتین کے امتیازی مسائل' مطبوعہ دارالسلام میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

اگر عورت کو بھی طلاق کا حق مل جاتا تو وہ اپنا یہ حق نہایت جلد بازی یا جذبات میں آکر استعمال کر لیا کرتی اور اپنے پیروں پر آپ کلہاڑا مار لیا کرتی۔ اس سے معاشرتی زندگی میں جو بگاڑ اور فساد پیدا ہوتا، اس کا تصور ہی نہایت روح فرسا ہے۔ اس کا اندازہ آپ مغرب اور یورپ کی اُن معاشرتی رپورٹوں سے لگا سکتے ہیں جو وہاں عورتوں کو حق طلاق مل جانے کے بعد مرتب اور شائع ہوئی ہیں۔ ان رپورٹوں کے مطالعے سے اسلامی تعلیمات کی حقانیت اور عورت کی اس کمزوری کا اثبات ہوتا ہے جس کی بنا پر مرد کو تو حق طلاق دیا گیا ہے لیکن عورت کو یہ حق نہیں دیا گیا۔ عورت کی جس زود رنجی، سریع الغضبی، ناشکرے پن اور جذباتی ہونے کا ہم ذکر کر رہے ہیں، احادیث سے بھی اس کا اثبات ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَرَأَيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيْلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ؟ قَالَ: يَكْفُرْنَ الْعَشِيْرَ وَ يَكْفُرْنَ الْإِحْسَانَ، لَوْأَحْسَنْتَ إِلى إِحْدَاهُنَّ الدَّهْرَ ثُمَّ رَأَتْ مِنْكَ شَيْئًا، قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ مِنْكَ خَيْرًا قَطُّ

(صحیح بخاری:۲۹)

''میں نے جہنم کا مشاہدہ کیا تو اس میں اکثریت عورتوں کی تھی (اس کی وجہ یہ ہے کہ) وہ ناشکری کا ارتکاب کرتی ہیں۔ پوچھا گیا: کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ آپ نے فرمایا: (نہیں) وہ خاوند کی ناشکری اور احسان فراموشی کرتی ہیں۔ اگر تم عمر بھر ایک عورت کے ساتھ احسان کرتے رہو، پھر وہ تمہاری طرف سے کوئی ایسی چیز دیکھ لے جو اسے ناگوار ہو تو وہ فوراً کہہ اُٹھے گی کہ میں نے تو تیرے ہاں کبھی بھلائی اور سکھ دیکھا ہی نہیں۔''

جب ایک عورت کی افتادِ طبع اور مزاج ہی ایسا ہے کہ وہ عمر بھر کے احسان کو مرد کی کسی ایک بات پر فراموش کر دیتی ہے تو اسے اگر حق طلاق مل جاتا تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کس آسانی کے ساتھ وہ اپنا گھر اُجاڑ لیا کرتی؟

عورت کی اس کمزوری، کم عقلی اور زود رنجی ہی کی وجہ سے مرد کو اس کے مقابلے میں صبر وضبط، تحمل اور قوت برداشت سے کام لیتے ہوئے عورت کے ساتھ نباہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے، کیونکہ عورت کی یہ کمزوریاں فطری ہیں، کسی مرد کے اندر یہ طاقت نہیں کہ وہ قوت کے زور سے اُن کمزوریوں کو دور کر کے عورت کو سیدھا کر دے یا سیدھا رکھ سکے۔

نبی ﷺ نے فرمایا:

''اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ، فَإِنَّ الْمَرأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ، فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُهُ كَسَرْتَهُ، وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ، فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاء (صحیح بخاری:۳۳۳۱

(

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت مانو، عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے، اور سب سے زیادہ کجی اوپر کی پسلی میں ہوتی ہے، پس اگر تم اُسے سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے اور یوں ہی چھوڑ دو گے تو کجی باقی رہے گی، پس عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کی وصیت قبول کرو۔“

شارح بخاری حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

”مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ عورت کے مزاج میں کجی (ٹیڑھا پن) ہے (جو ضد وغیرہ کی شکل میں بالعموم ظاہر ہوتی رہتی ہے)، پس اس کمزوری میں اسے معذور سمجھو کیونکہ یہ پیدائشی ہے، اسے صبر اور حوصلے سے برداشت کرو اور اُن کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کرو۔ اگر تم اُنھیں سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اُن سے فائدہ نہیں اُٹھا سکو گے جبکہ اُن کا وجود انسان کے سکون کے لیے ضروری ہے اور کشمکشِ حیات میں اُن کا تعاون ناگزیر ہے، اس لیے صبر کے بغیر اُن سے فائدہ اٹھانا اور نباہ ناممکن ہے۔“
(فتح الباری:۹ / ۳۱۵)

بہر حال عورت کی یہی وہ فطری کمزوری ہے جس کی وجہ سے اللہ نے مرد کو تو حق طلاق دیا ہے لیکن عورت کو نہیں دیا۔ عورت کا مفاد ایک مرد سے وابستہ اور اس کی رفیقۂ حیات بن کر رہنے ہی میں ہے، نہ کہ گھر اجاڑنے میں۔ اور عورت کے اس مفاد کو عورت کے مقابلے میں مرد ہی صبر و ضبط اور حوصلہ مندی کا مظاہرہ کر کے زیادہ ملحوظ رکھتا اور رکھ سکتا ہے۔

بنابریں اسلام کا یہ قانونِ طلاق بھی دراصل عورت کے مفاد ہی میں ہے، گو عورت آج کل پروپیگنڈے کا شکار ہو کر اس کی حکمت کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

مرد کے حق طلاق کے مقابلے میں عورت کے لیے حق خلع

تاہم اسلام چونکہ دین فطرت اور عدل و انصاف کا علم بردار ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس دوسرے پہلو کو بھی ملحوظ رکھا ہے کہ کسی وقت عورت کو بھی مرد سے علیحدہ ہونے کی ضرورت پیش آسکتی ہے، جیسے خاوند نامرد ہو، وہ عورت کے جنسی حقوق ادا کرنے پر قادر نہ ہو، یا وہ نان و نفقہ ادا کرنے پر قادر نہ ہو، یا قادر تو ہو لیکن بیوی کو مہیانہ کرتا ہو، یا بلاوجہ اس پر ظلم و ستم یا مار پیٹ سے کام لیتا ہو، یا عورت اپنے خاوند کو ناپسند کرتی اور محسوس کرتی ہو کہ وہ اس کے ساتھ نباہ یا اس کے حقوقِ زوجیت ادا نہیں کر سکتی۔

ان صورتوں یا اِن جیسی دیگر صورتوں میں عورت خاوند کو یہ پیشکش کر کے کہ تو نے مجھے جو مہر اور ہدیہ وغیرہ دیا ہے، وہ میں تجھے واپس کر دیتی ہوں تو مجھے طلاق دے دے، اگر خاوند اس پر رضامند ہو کر اُسے طلاق دے دے تو ٹھیک ہے لیکن اگر خاوند ایسا نہیں کرتا تو اسلام نے عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ عدالت یا پنچایت کے ذریعے سے اس قسم کی صورتوں میں خاوند سے گلو خلاصی حاصل کر لے، اِس کو خلع کہتے ہیں۔ یہ قرآنِ کریم اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

عورت کے اس حق خلع کی موجودگی میں اس بات کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ نکاح کے موقعے پر مرد اپنا حق طلاق عورت کو تفویض کرے، کیونکہ اسلام نے عورت کے لیے بھی قانونِ خلع کی صورت میں مرد سے علیحدگی کا طریقہ بتلا دیا ہے اور عہدِ رسالت میں بعض عورتوں نے اپنا یہ حق استعمال بھی کیا ہے اور رسول ﷺ نے بحیثیتِ حاکم وقت خلع کا فیصلہ ناپسندیدہ خاوند سے علیحدگی کی صورت میں فرمایا ہے جس کی تفصیل صحیح احادیث میں موجود ہے۔

علمائے احناف کا فقہی جمود، خُلع کا انکار

لیکن بدقسمتی سے قرآن و حدیث کے مقابلے میں آرا کو زیادہ اہمیت دینے والے علما و فقہا، اسلام کے اس قانونِ خلع کو تسلیم نہیں کرتے، اس لیے فقہ حنفی میں مذکورہ صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں عورت کے لیے مرد سے گلو خلاصی حاصل کرنے کا جواز نہیں ہے، اس کا اعتراف مولانا تقی عثمانی صاحب (دیوبندی) نے بھی کیا ہے۔

(مولانا اشرف علی تھانوی کی کتاب "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ" کے نئے ایڈیشن (ناشر: ادارہ اسلامیات) کا پیش لفظ، از مولانا تقی عثمانی)

مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ نامی کتاب اسی لیے تحریر فرمائی تھی کہ عورتوں کی مشکلات کا کوئی حل، جو کہ فقہ حنفی میں نہیں ہے، تلاش کیا جائے، چنانچہ اُنھوں نے کچھ فقہی جمود توڑتے ہوئے دوسری فقہوں کے بعض مسائل کو اختیار کر کے بعض حل پیش فرمائے اور دیگر علماے احناف کی تصدیقات بھی حاصل کیں۔ اس کے باوجود علماے احناف کا جمود برقرار ہے کہ جب تک خاوند کی رضامندی حاصل نہ ہو، عورت کے لیے علیحدگی کی کوئی صورت نہیں۔ حالانکہ عورت کو حق خلع دیا ہی اس لیے گیا ہے کہ خاوند راضی ہو یا راضی نہ ہو، عورت عدالت یا پنچایت کے ذریعے سے علیحدگی اختیار کر سکتی ہے اور عدالت کا فیصلہ طلاق کے قائم مقام ہو جائے گا۔

فقہائے احناف کی شریعت سازی

شریعت کے دیے ہوئے حق خلع کو تو فقہاے احناف نے تسلیم نہیں کیا جو ایک ناگزیر ضرورت ہے، البتہ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے اپنی طرف سے یہ طریقہ تجویز کیا کہ عورت کو حق طلاق تفویض کر دیا جائے جو حکم الٰہی میں تبدیلی اور شریعت سازی کے مترادف ہے، حالانکہ عورت کو حق طلاق دینے میں جو شدید خطرات ہیں، وہ مسلمہ ہیں اور اُنہی کے پیش نظر اللہ عزوجلّ نے یہ حق عورت کو نہیں دیا۔ قابل غور امر یہ ہے کہ جو حق اللہ نے نہیں دیا، اللہ کے رسول ﷺ نے نہیں دیا تو وہ اور کون سی اتھارٹی ہو سکتی ہے جو یہ حق عورتوں کو دے دے؟ یقیناً ایسی کوئی اتھارٹی نہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے، اس لیے اس تفویض طلاق کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اگر کوئی عورت انسانوں کے اپنے تفویض کردہ اس حق کو استعمال کرتے ہوئے اپنے خاوند کو طلاق دے دیتی ہے تو اس طرح قطعاً طلاق واقع نہیں ہو گی۔ نکاح ایک 'میثاقِ غلیظ' (نہایت مضبوط عہد) ہے جو حکم الٰہی کے تحت طے پاتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے، اسے خود ساختہ طریقے سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ یہ عہد اسی وقت ختم ہو گا جب اس کے ختم کرنے کا وہ طریقہ اختیار کیا جائے گا جو خود اللہ نے بتلایا ہے اور وہ طریقہ صرف اور صرف مرد کا طلاق دینا یا عورت کا خلع لینا ہے۔ اس کے علاوہ رشتۂ نکاح کو ختم کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔

کون سی شرطیں قابل اعتبار یا نا قابل اعتبار ہیں؟

تفویض طلاق کے جواز میں یہ دلیل دی جاتی ہے کہ نکاح کے موقعے پر جو شرطیں طے پائیں، ان کا پورا کرنا ضروری ہے، نبی ﷺ کا فرمان ہے:

''أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوْفُوا بِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ'' (صحیح بخاری:۲۷۲۱)

''جن شرطوں کا پورا کرنا سب سے زیادہ ضروری ہے، وہ وہ شرطیں ہیں جن کے ذریعے سے تم شرم گاہیں حلال کرو۔''

یہ حدیث اپنی جگہ بالکل صحیح ہے لیکن اس سے مراد وہ شرطیں ہیں جن سے مقاصدِ نکاح کو مزید مؤکد کرنا مقصود ہو، جیسے خود امام بخاری نے اُس کو مہر کی ادائیگی کے ضمن میں بیان کیا ہے۔ اسی طرح کسی مرد سے یہ اندیشہ ہو کہ وہ نان نفقہ میں کوتاہی کرے گا یا شاید حسن سلوک کے تقاضے پورے نہیں کرے گا، یا رشتے داروں سے میل ملاپ میں ناجائز تنگ کرے گا، وغیرہ؛ تو نکاح کے

موقعے پر اس قسم کی شرطیں طے کر لی جائیں تو اُن کا پورا کرنا مرد کے لیے ضروری ہو گا۔ یہ حدیث اسی قسم کی شرطوں تک محدود

رہے گی۔

اس کے برعکس اگر خاوند یہ شرط عائد کرے کہ وہ بیوی کے نان نفقہ کا ذمے دار نہیں ہو گا، شادی کے بعد وہ ماں باپ یا بہن بھائیوں سے ملنے کی اجازت نہیں دے گا، یا میں اس کو پردہ نہیں کرنے دوں گا، وعلیٰ ہذا القیاس اس قسم کی ناجائز شرطیں، تو وہ کالعدم ہوں گی، یا عورت یہ شرط عائد کرے کہ وہ خاوند کو ہم بستری نہیں کرنے دے گی تاکہ بچے پیدا نہ ہوں، یا خاوند کو دوسری شادی کرنے کی اجازت نہیں ہو گی، یا مردوں کے ساتھ مخلوط ملازمت سے وہ نہیں روکے گا وغیرہ وغیرہ۔ تو ان شرطوں کا بھی اعتبار نہیں ہو گا کیونکہ یہ ناجائز شرطیں ہیں یا مقاصدِ نکاح کے منافی ہیں۔ اسی لیے امام بخاری نے نبی ﷺ کے اس فرمان کو کہ ''عورت اپنی سوتن کی طلاق کا مطالبہ نہ کرے تاکہ وہ اس کا برتن اُلٹائے۔'' یعنی سہولیاتِ زندگی سے محروم کر دے جو خاوند کے ہاں اس کو میسّر ہیں۔ ''(صحیح بخاری:۲۷۲۳)

عہدِ رسالت کا ایک واقعہ اور فیصلہ کن فرمانِ رسول ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس مسئلے میں نبی ﷺ کے زمانے کا ایک واقعہ ہماری بڑی رہنمائی کرتا ہے۔ بریرہ ایک لونڈی تھی اور مُکاتبہ تھی، یعنی مالکوں کے ساتھ اس کا معاہدہ ہو چکا تھا کہ اتنی رقم تو ادا کر دے گی تو ہماری طرف سے آزاد ہے۔ بریرہؓ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: اُمّ المومنین! آپ مجھے خرید کر آزاد کر دیں۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: ٹھیک ہے۔ بریرہ نے کہا: لیکن میرے آقا کہتے ہیں کہ 'حق وَلاء' (ورثا کی عدم موجودگی میں وراثت وغیرہ کے حق کو ولاء کہا جاتا ہے۔) ان کا ہو گا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: مجھے حق ولاء کی کوئی حاجت نہیں ہے۔ یہ بات نبی ﷺ نے سن لی یا آپ تک پہنچ گئی تو آپ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا: اِشْتَرِيهَا فَأَعْتِقِيهَا وَدَعِيهِمْ يَشْتَرِطُوا مَاشَاؤُا

"اُس کو خرید کر آزاد کر دے اور مالکوں کو چھوڑ، وہ جو چاہے شرط کر لیں۔"

چنانچہ حضرت عائشہؓ نے حضرت بریرہؓ کو قیمت ادا کر کے آزاد کر دیا اور اس کے مالکوں نے ولاء کی شرط کر لی کہ وہ ہمارا حق ہو گا۔ لیکن نبی ﷺ نے فرمایا:

"اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَ إِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْطٍ" (صحیح بخاری:۲۵۶۵)

"حق ولاء آزاد کرنے والے کا ہے، چاہے مالک سو شرطیں لگا لیں۔"

ایک اور مقام پر آپ کا یہ فرمان بایں الفاظ منقول ہے:

مَابَالُ رِجَالٍ يَّشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ؟ مَاكَانَ مِنْ شَرْطٍ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَإِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ، قَضَاءُ اللهِ أَحَقُّ وَشَرْطُ اللهِ أَوْثَقُ وَإِنَّمَا الْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ (صحیح بخاری:۲۱۶۸)

"لوگوں کا کیا حال ہے، وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں؟ (یاد رکھو) جو شرط ایسی ہو گی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے، وہ باطل ہے اگرچہ سو شرطیں ہوں۔ اللہ کا فیصلہ زیادہ حق دار ہے (کہ اس کو مانا جائے) اور اللہ کی شرط زیادہ مضبوط ہے (کہ اس کی پاسداری کی جائے) ولاء اسی کا حق ہے جس نے اسے آزاد کیا۔"

اس حدیث میں آپ نے واشگاف الفاظ میں اعلان فرما دیا کہ جو شرط بھی کتاب اللہ میں نہیں ہے، یعنی شریعتِ اسلامیہ کی تعلیمات کے خلاف ہے، وہ باطل ہے اور باطل کا مطلب کالعدم ہے، اس کا کوئی اعتبار نہیں۔

علاوہ ازیں اللہ تبارک تعالیٰ نے احکامِ وراثت بیان فرما کر ان کی بابت کہا کہ یہ اللہ کی حدیں ہیں اور اس کے بعد فرمایا:

وَمَن يَعصِ اللَّهَ وَرَسولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدودَهُ يُدخِلهُ نارًا (سورۃ النساء:۱۴)

" جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا تو اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے مقررہ حصہ ہائے وراثت میں تبدیلی کرنا، اللہ کی حدوں سے تجاوز اور اللہ رسول کی نافرمانی ہے جس کی کسی کو اجازت نہیں۔

اسی طرح اللہ نے طلاق اور خلع کے احکام بیان کرکے فرمایا :

''تِلكَ حُدودُ اللَّهِ فَلا تَعتَدوها ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدودَ اللَّهِ فَأُولـٰئِكَ هُمُ الظّـٰلِمونَ'' (البقرہ :۲۲۹)

''یہ اللہ کی حدیں ہیں، سو تم اُن سے تجاوز نہ کرو اور جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا، وہ لوگ ظالم ہیں۔''

اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ طلاق و خلع کے احکام، حدود اللہ کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں تبدیلی کرنا، یعنی عورت کو حق خلع کے بجائے، جو کہ اسے اللہ نے دیا ہے، طلاق کا حق تفویض کر دینا، حدود اللہ میں تجاوز کرنا ہے جس کا حق کسی کو حاصل نہیں، یہ سراسر ظلم ہے جو اللہ کو ناپسند ہے۔

چنانچہ آیت مذکورہ :'' تِلكَ حُدودُ اللَّهِ فَلا تَعتَدوها'' کے تحت مولانا عبدالماجد دریا آبادی مرحوم نے لکھا ہے اور کیا خوب لکھا ہے:

''یہ تاکید ہے اس امر کی کہ احکامِ شرعی میں کسی خفیف جزئیہ کو بھی ناقابل التفات نہ سمجھا جائے اور شریعت جیسے بے انتہا منظم فن میں ہونا بھی یہی چاہیے تھا۔ مشین جتنی نازک اور اعلیٰ صنّاعی کا نمونہ ہوگی، اسی قدر اس کا ایک ایک تنہا پرزہ بھی اپنی جگہ پر بے بدل ہوگا۔''

(تفسیر ماجدی:۱ / ۹۲، طبع تاج کمپنی)

بنابریں عورت کو طلاق کا حق تفویض کرنا، امر باطل ہے۔ اس سے حکم شریعت میں تبدیلی لازم آتی ہے، مرد کا جو حق ہے وہ عورت کو مل جاتا ہے اور عورت جو مرد کی محکوم ہے، وہ حاکم (قوّام) بن جاتی ہے اور مرد اپنی قوّامیت کو (جو اللہ نے اسے عطا کی ہے) چھوڑ کر محکومیت کے درجے میں آجاتا ہے، یا بالفاظِ دیگر عورت طلاق کی مالک بن کر مرد بن جاتی ہے اور مرد عورت بن جاتا ہے کہ بیوی اگر اسے طلاق دے دے تو وہ سوائے اپنی بے بسی اور بے چارگی پہ رونے کے کچھ نہیں کر سکتا۔'' تِلكَ إِذًا قِسمَةٌ ضيزىٰ '' (سورۃ النجم:۲۲)

چند شبہات و اشکالات کا ازالہ

پہلا اشکال اور اس کی وضاحت

بعض علماء آیتِ تخییر سے تفویض طلاق کا جواز ثابت کرتے ہیں، حالانکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ آیتِ تخییر سے مراد وہ واقعہ ہے جو نبی ﷺ اور اَزواجِ مطہرات کے درمیان پیش آیا کہ جب فتوحات کے نتیجے میں مالِ غنیمت کی وجہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مسلمانوں کی معاشی حالت قدرے بہتر ہوئی تو ازواجِ مطہرات نے بھی اپنے نان ونفقہ میں اضافے کا مطالبہ کر دیا جو نبی ﷺ کو پسند نہ آیا۔ اس موقعے پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

''یـٰأَیُّهَا النَّبِیُّ قُل لِأَزوٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُردنَ الحَیوٰةَ الدُّنیا وَزینَتَها فَتَعالَینَ أُمَتِّعكُنَّ وَأُسَرِّحكُنَّ سَراحًا جَمیلًا "

(سورۃ الاحزاب:۲۸)

''اے پیغمبر! اپنی بیویوں سے کہہ دیجیے: اگر تم دنیا اور اس کی زینت کی طالب ہو، تو آؤ میں تمھیں کچھ متعہ (فائدہ) دے کر تمھیں اچھے طریقے سے چھوڑ دیتا ہوں، یعنی طلاق دے دیتا ہوں۔''

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سمیت تمام ازواجِ مطہرات کو اختیار دے دیا کہ تم دنیا چاہتی ہو یا آخرت؟ اگر دنیا کی آسائشیں مطلوب ہیں تو میں تمھیں طلاق اور کچھ متعۂ طلاق دے کر آزاد کر دیتا ہوں لیکن سب نے دنیا کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے حبالۂ عقد ہی میں رہنے کو پسند کیا۔

یہ 'آیتِ تخییر' کہلاتی ہے۔ اس سے تفویض طلاق کا اثبات نہیں ہوتا کیونکہ اس میں تو اُن کے مطالبات کے جواب میں اُنھیں یہ اختیار دیا گیا کہ اگر تمھیں اپنے مطالبات پورے کرانے پر اصرار ہے تو میں زبردستی تمھیں اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور نہیں کرتا، میں تمھیں طلاق دے دیتا ہوں، قرآن کے الفاظ واضح ہیں:

فَتَعالَینَ أُمَتِّعكُنَّ وَأُسَرِّحكُنَّ سَراحًا جَمیلًا

" آؤ میں تمھیں متعۂ طلاق اور طلاق دے کر چھوڑ دیتا ہوں۔"

(سورۃ الاحزاب:۲۸)

جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر وہ نبی ﷺ کے ساتھ رہنے کے بجائے دنیا کی آسائشیں پسند کرتیں تو آپ ان کو طلاق دے کر اپنے سے جدا کر دیتے... از خود ان کو طلاق نہ ہوتی۔

اس سے مستقل طور پر عورت کو طلاق کا حق تفویض کرنے کا اثبات ہرگز نہیں ہوتا۔ اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ عورت اگر کچھ ایسے مطالبات پیش کرے جس کو خاوند پورا نہ کر سکتا ہو تو وہ بیوی سے یہ کہے کہ میں یہ مطالبات پورے نہیں کر سکتا، اگر تو انھی حالات کے ساتھ گزارا کر سکتی ہے تو ٹھیک ہے، بصورتِ دیگر میں طلاق دیکر اچھے طریقے سے تجھے فارغ کر دیتا ہوں۔ اگر عورت دوسری (طلاق کی) صورت اختیار کرتی ہے تو اسے طلاق نہیں ہو جائے گی بلکہ خاوند اس کی خواہش کو پورا کرتے ہوئے طلاق دے تبھی طلاق، یعنی علیحدگی ہو گی۔

غرض اس صورت کا تفویض طلاق سے کوئی تعلق نہیں ہے، اس لیے اس آیت سے استدلال یکسر غلط اور بے بنیاد ہے۔

دوسرا شبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی سے ملتی جلتی ایک دوسری صورت یہ ہے کہ جھگڑے کے موقع پر خاوند عورت کو یہ کہہ دے :أَمْرُكِ بِيَدِكِ (تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے)

اس سے بھی بعض لوگوں نے تفویض طلاق کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ حالانکہ یہ طلاق کنائی کی ایک صورت بنتی ہے۔ اور اکثر فقہا اس کے جواز کے قائل ہیں لیکن یہ تفویض نہیں بلکہ طلاق ہے۔

دوسرا اثر، جس سے استدلال کیا گیا ہے، حسب ذیل ہے:

''سیدنا عثمان کے پاس وفد میں ابوالحلال العتکی رحمہ اللہ آئے، تو کہا: ایک آدمی نے اپنی بیوی کو اس کا اختیار دے دیا ہے؟ اُنھوں نے فرمایا: فأمر ها بيدها پس اس عورت کا اختیار اس کے پاس ہی ہے۔''(مصنف ابی شیبہ:۵ /۵۶ ،حدیث:۱۸۰۷۱)اس میں بھی وہی خیارِ طلاق بلکہ طلاق بالکنایہ کا اثبات ہے جس سے کسی کو اختلاف نہیں، یعنی لڑائی جھگڑے کی صورت میں عورت کو علیحدگی کا اختیار کنائے کی صورت میں دے دینا، اس اثر کا بھی تفویض طلاق کے مسئلے سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

تیسرا اثر، جس سے استدلال کیا گیا ہے، حسبِ ذیل ہے:

''سیدنا عبداللہ بن عمر سے اس آدمی کے بارے میں پوچھا گیا جس نے اپنی بیوی کو اس کا اختیار دے دیا تو انھوں نے فرمایا:

'' القضاء ماقضت فإن تنا كراحلف'' وہ عورت جو فیصلہ کرے گی وہی فیصلہ ہے، پھر اگر وہ دونوں ایک دوسرے کا انکار کریں تو مرد کو قسم دی جائے گی۔'' (مصنف ابی شیبہ:۹ /۸۵۱، حدیث:۱۸۳۸۸)

یہ اثر نقل کرکے فاضل مفتی تحریر فرماتے ہیں:

''یہاں پر چونکہ یہ اختیار نکاح نامے پر شوہر کے دستخطوں اور گواہوں کے ساتھ لکھا ہوا ہے، لہٰذا یہاں کسی قسم کے انکار کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''(ماہنامہ 'الحدیث' حضرو، مئی ۲۰۱۳)

لیکن اس اثر میں بھی پہلے قابل غور بات تو یہ ہے کہ اس میں بھی طلاق بالکنایہ والا مسئلہ ہی بیان ہوا ہے یا تفویض طلاق کا؟ واقعے پر غور فرمالیا جائے، اس میں بھی طلاق کنائی یا خیارِ طلاق ہی کا مسئلہ بیان ہوا ہے جس کا شادی کے بعد ہونے والے میاں بیوی کے درمیان شدید جھگڑے سے ہے کہ اگر اختلافات کا کوئی حل نہ نکلے تو خاوند اس کا یہی حل پیش کرے کہ تجھے اختیار ہے میرے ساتھ رہنے یا نہ رہنے کا۔ اس صورت میں ظاہر بات ہے کہ عورت جو فیصلہ کرے گی وہی نافذ ہو گا۔ علیحدگی پسند کرے گی تو طلاق ہو جائے گی، بصورتِ دیگر نہیں۔ لیکن اس طلاق میں بھی فیصلہ کن بات خاوند کی نیت ہی ہے کہ طلاق رجعی ہے یا بائن؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس اثر سے بھی رشتۂ ازدواج میں جڑنے سے پہلے ہی نکاح کے موقعے پر مرد کا اپنے اس حق طلاق سے دست بردار ہو کر، جو اللہ نے اسے عطا کیا ہے، عورت کو اس کا مالک بنا دینا، کس طرح ثابت ہوتا ہے؟... میاں بیوی کے درمیان عدمِ موافقت کی صورت میں ان کے اختلافات دور کرنے کے کئی طریقے ثابت ہیں۔ ایک یہ ہے جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے کہ ایک ثالث (حَکَم) بیوی کی طرف سے اور ایک خاوند کی طرف سے مقرر کیے جائیں، وہ دونوں کے بیانات سن کر فیصلہ کریں اور دونوں کی کوتاہیوں کو معلوم کر کے ان کو دور کرنے کی تلقین دونوں کو کریں، اگر یہ ممکن نہ ہو تو وہ بطورِ وکالت ان کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کر دیں۔ اس کو 'توکیل بالفرقہ' کہا جاتا ہے، یہ وکالت کی وہ صورت ہے جو جائز ہے۔

اس سے زیر بحث تفویض طلاق کا اثبات کرنے والوں سے ہمارے چند سوال ہیں:

(۱) تفویض طلاق والی عورت اگر خاوند کو طلاق دے دیتی ہے تو کیا اس میں خاوند کی نیت کا اعتبار ہو گا یا نہیں؟

(۲) اگر خاوند کہے کہ میری مراد اس تفویض طلاق سے ایک طلاقِ رجعی تھی، تو کیا خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق حاصل ہو گا؟

(۳) اور اگر رجوع کا حق حاصل ہو گا تو پھر تفویض طلاق کی شق ہی بے معنیٰ ہو جاتی ہے، کیونکہ جو عورت بھی اس حق کو استعمال کرتے ہوئے خاوند کو طلاق دے گی تو خاوند رجوع کر لیا کرے گا۔

(۴) اگر تفویض طلاق میں طلاقِ بائنہ ہو گی تو پھر یہ صورت أَمْرُكِ بِيَدِكِ میں کس طرح آسکتی ہے جس کو اس کے جواز میں دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے؟ جبکہ أَمْرُكِ بِيَدِكِ کی صورت میں طلاق بائنہ نہیں ہو گی جیسا کہ آثار سے واضح ہے۔ (الغرض اسلام میں توکیل کی گنجائش بھی موجود ہے اور طلاق کنائی کی بھی، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نظام طلاق ہی شوہر کے ہاتھ سے نکل کر، عورت کے ہاتھ میں چلا گیا جیسا کہ تفویض طلاق کے سلسلے میں باور کیا جاتا ہے، بلکہ یہ مرد کے ہی حق طلاق کنایہ و وکالتاً استعمال کی صورتیں ہیں، جس کی کیفیت اور نوعیت کا تعین شوہر ہی کرتا ہے۔ ایسی ہی صورت تخییر کی ہے، جس کے بعد طلاق آخر کار مرد ہی دیتا ہے۔)

تیسرا اشکال: توکیل (وکیل بنانے) کی اجازت

ایک تیسری اصطلاح 'توکیل' ہے، یعنی ایک جائز کام کو خود کرنے کے بجائے کسی دوسرے شخص سے کرایا جائے۔ شریعت نے اس کو جائز رکھا ہے، اس کو نیابت بھی کہا جاتا ہے۔ طلاق دینا بھی (ناگزیر حالات میں) جائز ہے اور یہ صرف خاوند کا حق ہے، تاہم خاوند اپنا یہ حقِ طلاق وکیل کے ذریعے سے استعمال کرے تو دوسرے معاملات کی طرح یہ توکیل بھی جائز ہے۔ قرآن کریم کی آیت: '' وَإِن خِفتُم شِقاقَ بَينِهِما فَابعَثوا حَكَمًا مِن أَهلِهِ وَحَكَمًا مِن أَهلِها'' (النساء:۳۵)

میں جمہور علما کے نزدیک حَکَمَین کے 'توکیل بالفُرقہ' ہی کے اختیار کا بیان ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسی توکیل میں وہ خاص صورت بھی شامل ہے جو پنچایتی توکیل کی ضرورت پیدا کر دیتی ہے، مثلاً: ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کرتا حتیٰ کہ بیوی بار بار اپنے میکے آجاتی ہے اور خاوند بار بار حسن سلوک کا وعدہ کر کے لے جاتا ہے لیکن وعدے کے مطابق حسن سلوک نہیں کرتا، بالآخر لڑکی کے والدین تنگ آکر اس سے وعدہ لیں کہ اس دفعہ عہد کی پاسداری نہیں کی تو ہم آئندہ اس کو تمہارے پاس نہیں بھیجیں گے، خاوند سے پنچایت میں یہ اقرار لیا جائے۔ اس صورت میں یہ پنچایت 'توکیل بالفرقہ' کا کردار ادا کر کے دونوں کے درمیان جدائی کروادے۔

پنچایت یا عدالت کا یہ فیصلہ طلاق کے قائم مقام ہو جائے گا، جیسے خلع میں عدالت کا فیصلہ فسخ نکاح سمجھا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی عدالت کے اقربا خاوند سے تفویض طلاق کا مطالبہ نہیں کر سکتے کہ تم بیوی کو حق طلاق تفویض کرو، یعنی معاہدۂ حسن سلوک کی پاسداری نہیں کی گئی تو بیوی حق طلاق استعمال کرے گی بلکہ خلع کی طرح پنچایت یا عدالت ہی علیحدگی کا فیصلہ کرے گی۔

خلع اور اس توکیل میں فرق یہ ہے کہ خلع میں حق مہر واپس لینے کا حق خاوند کو حاصل ہے جب کہ پنچایتی فیصلے میں خاوند کو یہ حق نہیں ہو گا کیونکہ یہ جدائی خاوند کے اقرار یا وعدے کی بنیاد پر ہو گی۔ دوسرے، توکیل کی وجہ سے یہ جدائی طلاق کے قائم مقام ہو گی۔

چوتھی نوعیت: تفویض طلاق؟

چوتھی اصطلاح، تفویض طلاق ہے جس کی اجازت فقہاے احناف اور دیگر بعض فقہا دیتے ہیں لیکن شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے جیسا کہ اس کی تفصیل پہلے گزری۔ کیونکہ بیوی کو حق طلاق تفویض کرنے میں ان تمام حکمتوں کی نفی ہے جو حق طلاق کو صرف مرد کے ساتھ خاص کرنے میں مضمر ہیں۔

اس اعتبار سے عورت کو کسی بھی مرحلے میں حق طلاق تفویض نہیں کیا جا سکتا۔ نہ ابتدا میں عقدِ نکاح کے وقت اور نہ بعد میں عدمِ موافقت کی صورت میں۔ عدم موافقت کی صورت میں چار صورتیں جائز ہوں گی جن کی تفصیل گزری۔ ہم خلاصے کے طور پر اسے دوبارہ مختصراً عرض کرتے ہیں:

(۱) تخییر: نبی ﷺ کی طرح خاوند کی طرف سے عورت کو اختیار دیا جا سکتا ہے کہ وہ خاوند کے ساتھ رہنا پسند کرتی ہے یا نہیں؟ اگر اس کا جواب نفی میں ہو تو خاوند اس کو طلاق دے کر اپنے سے علیحدہ کر دے، جیسا کہ "أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا" (الاحزاب:۲۸) سے واضح ہے، یعنی طلاق دے کر علیحدگی کا کام مرد ہی کی طرف سے ہو گا۔

(۲) توکیل: یا پھر حکمین (دو ثالثوں) کے ذریعے سے توکیل کا اہتمام کیا جائے گا۔ ایک ثالث خاوند اور ایک بیوی کی طرف سے ہو گا۔ وہ دونوں میاں بیوی کی باتیں آمنے سامنے یا الگ الگ (جو بھی صورت مناسب اور مفید ہو گی) سنیں گے اور اس کی روشنی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صلح و مفاہمت کی مخلصانہ کوشش کریں گے لیکن اگر یہ کوشش کامیاب نہ ہوئی تو پھر وہ، ان دونوں کے درمیان جدائی کا فیصلہ کر دیں گے۔ یہ فیصلہ بھی طلاق کے قائم مقام ہو گا۔

(۳) یا اَمْرُكِ بِيَدِكِ، کہہ کر خاوند عورت کو علیحدگی کا حق دے دے۔ یہ بھی اختلافات ختم کرنے کی ایک صورت ہے جو آثارِ صحابہ سے ثابت ہے اور یہ طلاقِ کنائی کی ایک شکل ہے۔

(۴) یا خلع یا پنچایت کے ذریعے سے علیحدگی عمل میں لائی جائے گی۔ خلع کی صورت میں عورت کو حق مہر وغیرہ واپس کرنا پڑے گا۔

ان چار طریقوں کے علاوہ کوئی چوتھا طریقہ اسلام کی تعلیمات کے مطابق نہیں ہو گا۔

اور یہ تفویض طلاق پانچواں طریقہ ہے جو فقہا کا ایجاد کردہ ہے جس کی شریعت میں کوئی اصل ہے، نہ صحابہ و تابعین کا کوئی اثر اس کی تائید میں ہے۔

تحقیقی جائزہ:

مضمون نگار نے مسئلے کی نوعیت کو شرعی دلائل کی روشنی میں واضح کیا تاکہ علمائے احناف کے دلائل کی بے ثباتی واضح ہو جائے۔ اور جو علماء محض شبہات کی وجہ سے اس کے جواز کے قائل ہیں وہ بھی اپنے موقف پر نظر ثانی کر کے صحیح دلائل پر مبنی موقف کو اختیار کر سکیں۔

مضمون نگار نے قرآن و حدیث کی روشنی میں دلائل کے ساتھ اپنے موقف کو ثابت کیا ہے کہ عورت کو حق طلاق تفویض نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر کسی نے اس کو یہ حق دے دیا اور عورت نے اسے استعمال کرتے ہوئے اپنے خاوند کو طلاق دے دی تو طلاق واقع نہیں ہو گی۔ کیونکہ طلاق کا حق صرف مرد کو حاصل ہے۔ جو اس کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے۔ اور اسے پوری امت مل کر بھی عورت کی طرف منتقل نہیں کر سکتی۔

اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے مضمون نگار نے بنیادی مصادر کو پیش نظر رکھا ہے۔

عورت کی کمزوری اور کم عقلی کی وجہ سے مرد کو اس کے مقابلے میں مرد کو اس کے مقابلے میں صبر و ضبط، تحمل اور قوت برداشت سے کام لیتے ہوئے عورت کے ساتھ نباہ کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

مرد کے حق طلاق کے مقابلے میں دین اسلام نے عورت کو حق خلع عطا کر دیا ہے۔ اور عورت کے اس حق خلع کی موجودگی میں عورت کو اس بات کی ضرورت نہیں رہتی کہ نکاح کے موقع پر مرد اپنا حق طلاق عورت کو تفویض کرے۔

لیکن بد قسمتی سے قرآن و حدیث کے مقابلے میں آراء کو زیادہ اہمیت دینے والے علماء کرام اور فقہاء اسلام کے اس قانون خلع کو تسلیم نہیں کرتے۔ حالانکہ عورت کو حق طلاق دینے میں جو شدید خطرات ہیں وہ مسلم ہیں۔ اور انہی کے پیش نظر اللہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عزوجل نے یہ حق عورت کو نہیں دیا۔ تو جو حق اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں دیا تو وہ کون سی اتھارٹی ہو سکتی ہے جو یہ حق عورتوں کو دے دے۔ یہ تو حکم الٰہی میں تبدیلی اور شریعت سازی کے مترادف ہے۔

تفویض طلاق کے جواز کے سلسلے میں فقہائے کرام جو دلائل پیش کرتے ہیں مضمون نگار نے ان دلائل کو اپنے مضمون میں گوش گزار کرنے کے بعد یہ واضح کیا کہ کون سی شرطیں قابل اعتبار ہیں اور کونسی نا قابل اعتبار ہیں۔

مضمون نگار نے عورت کو حق طلاق تفویض کرنے کے بارے میں جو شبہات و اشکالات ہیں ان کو بیان کرنے کے بعد قرآن وحدیث کی روشنی میں ان شبہات کا ازالہ بھی کیا ہے۔

بعض علماء آیت تخییر سے تفویض طلاق کا جواز ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ آیت تخییر سے مراد وہ واقعہ ہے جو نبی کریم ﷺ اور ازواج مطہرات کے درمیان پیش آیا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورہ احزان کی آیت نمبر ۲۸ نازل کی۔ رسول ﷺ نے حضرت عائشہ سمیت تمام ازواج مطہرات کو اختیار دے دیا کہ تم دنیا چاہتی ہو یا آخرت؟ لیکن سب نے دنیا کے مقابلے میں رسول ﷺ کے عقد میں ہی رہنے کو پسند کیا۔ اس آیت سے تفویض طلاق اثبات نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں تو ان کے مطالبات کے جواب میں انہیں اختیار دیا گیا ہے۔ اس لیے اس آیت سے استدلال یکسر غلط ہے۔

دوسرا شبہ: جھگڑے کے موقع پر عورت خاوند کو یہ کہہ دے (امرک بیدک) تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے۔ اس سے بھی بعض لوگوں نے تفویض طلاق کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ اکثر فقہاء اس کے جواز کے قائل ہیں لیکن یہ تفویض نہیں بلکہ طلاق ہے۔

تیسرا اشکال توکیل کی اجازت ہے۔ یعنی ایک جائز کام کو خود کرنے کی بجائے کسی دوسرے شخص سے کرایا جائے۔ شریعت نے اس کو جائز رکھا ہے۔ اس کو نیابت بھی کہا جاتا ہے۔

چوتھی نوعیت: تفویض طلاق ہے جس کی اجازت فقہائے احناف اور دیگر فقہاء دیتے ہیں۔ لیکن شریعت میں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) مجبوری کی طلاق کا شرعی حکم

(ہانی بن عبد اللہ بن محمد جبیر، ترجمہ: عمران اسلم)

جلد:۴۳ شمارہ:۶ رجب المرجب:۱۴۳۲ھ جون:۲۰۱۱ء

انسانوں کی اصلاح سے خالق حقیقی جل جلالہ سے بڑھ کر اور کون آگاہ ہو سکتا ہے، جس نے اُنہیں پیدا کیا ہے اور کوئی ذات بھی ایسی نہیں ہے جو انسانی حالات وو قائع سے اس سے زیادہ باخبر ہو۔ اِرشاد باری تعالیٰ ہے:

(اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ) (الملک: ۱۴)

''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے، حالانکہ وہ باریک بین اور خبر دار ہے۔''

وہ بابرکت ذات جس نے نفس انسانی کو بنایا اور اس کی نیکی و بُرائی اور اس کے ابہام کو جانتی ہے کہ انسان کس طرح مائل بہ نیکی ہو سکتا ہے اور کیسے تقویٰ کے راستوں پر گامزن ہو سکتا ہے، اگرچہ اس دور میں نام نہاد تجدد اور آزادی کے دعویدار انسان کی فلاح کے لاکھ دعوے کریں۔ فرمان عالی شان ہے:

''وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا''(النساء:۲۷)

''اور اللہ تو تم پر رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے مگر جو لوگ خود اپنی خواہشاتِ نفس کی پیروی کر رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ کر دور نکل جاؤ۔''

مذہبِ اسلام میں حیاتِ دنیوی کے حوالے سے منفرد اور بے مثال ہدایات موجود ہیں۔ سعادت و کامرانی کا یہ واحد مذہب ہے جس میں بنی نوعِ انسان کی جمیع مشکلات و مصائب کا حل موجود ہے۔ ذیل میں ہم انسانی زندگی کے دو اہم مسائل ''مجبوری اور غصے کی حالت میں دی گئی طلاق اور اس کے وقوع یا عدمِ وقوع'' کے بارے فقہاے اسلام کی آرا پیش کر رہے ہیں جس سے اسلام کے انسانیت کی فلاح و سعادت کے دعوے کی بھرپور تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں فقہا کے اَقوال واَدلہ پیش کرنے کے بعد راجح موقف کو آخر میں درج کیا جائے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

'طلاق' کی لغوی تعریف

یہ مصدر ہے:طلقت المرأة وطلقت تطلق طلاقا فهي طالق سے یعنی چھوڑنا،ترک کرنا اور الگ کر دینا۔کہا جاتا ہے:طلق البلاد یعنی اس نے شہر چھوڑ دیا، اور أطلق الأسير یعنی قیدی کو رہا کر دیا۔اسی طرح یہ چند دیگر معانی پر بھی دلالت کرتا ہے:

•اس کا اطلاق پاک، صاف اور حلال پر بھی ہوتا ہے۔کہا جاتا ہے:هو لک طلق یعنی وہ تیرے لیے حلال ہے۔

•اسی طرح بُعد اور دوری پر بھی بولا جاتا ہے، کہا جاتا ہے:طلق فلان "فلاں شخص دور ہوا۔"

•اسے خروج اور نکلنے کے معنوں میں بھی استعمال کیا جاتا ہے جیسا کہ أنت طلق من هذا الأمر)

(اللسان:۴/ ۲۶۹۶، مجمل اللغۃ:۳/ ۳۳۰)

"یعنی تو اس معاملے سے خارج ہے۔"

مذکورہ معانی پر گہری نظر ڈالتے ہیں تو مقصود لفظ 'طلاق' اور ان میں ہم یک گونہ ربط پاتے ہیں۔جب شوہر بیوی کو طلاق دیتا ہے تو اس کو چھوڑ رہا ہوتا ہے اور کسی دوسرے کے لیے اسے حلال کر رہا ہوتا ہے۔اس سے دوری اختیار کر رہا ہوتا ہے تو اس عقد سے بھی نکل رہا ہوتا ہے جو ان دونوں کو جمع کیے ہوئے تھا، چنانچہ لفظ طلاق میں یہ تمام معانی جمع ہو جاتے ہیں۔

(حافظ ابن حجر فی فتح الباری:۹/ ۲۵۸)

طلاق کی شرعی تعریف

طلاق کی شرعی تعریف کے سلسلہ میں فقہائے کرام کی طرف سے متعدد عبارات دیکھنے میں آئی ہیں۔ان میں سے جامع ومانع تعریف اس طرح ہوگی:

(حل قيد النكاح (وبعضه) في الحال أوالمآل بلفظ مخصوص) (الدر المختار:۴۱۴۲)

"حال یا مستقبل میں کسی مخصوص لفظ کے ساتھ نکاح کی گرہ کھولنا۔"

یہ تعریف الدر المختار کی ہے جس پر اہل علم کا اتفاق موجود ہے۔میں نے اس میں (وبعضہ) کا اضافہ اس لیے کیا ہے کہ اس میں طلاقِ رجعی بھی داخل ہو جائے۔(الروض المربع لابن قاسم:۴۸۲۶)

طلاق کی مشروعیت پر دلائل

(۱)طلاق کی مشروعیت پر کتاب وسنت اور اجماع سے بھی واضح دلائل موجود ہیں جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

"اَلطلاقُ مرَّتنِ فاِمساكٌ بمعرُوْفٍ اَوْ تسرِيحٌ بِاحسانٍ "(البقرۃ: ۲۲۹)

" طلاق دو بار ہے، پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے۔"

(۲) ایک جگہ ارشاد ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یاَیھا النبیُّ اِذَا طلقتمُ النساءَ فطلقوْھنَّ لعدَّتھنَّ)"(الطلاق: ۱)

"اے نبی ﷺ! جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو انہیں ان کی عدت میں طلاق دیا کرو۔"

(۳)اِرشاد نبوی ﷺ ہے:

إنما الطلاق لمن أخذ بالساق (سنن ابن ماجہ:۲۰۸۱)

"طلاق کا اختیار اسی کو ہے جو پنڈلی تھامتا ہے۔"

اسی طرح آپ ﷺ نے حضرت حفصہؓ کو طلاق دی اور پھر ان سے رجوع کیا۔(سنن نسائی:۳۵۶۰ ،سنن ابوداؤد: ۲۲۸۳)

طلاق کی مشروعیت پر بیسیوں احادیث و آثار موجود ہیں۔(نیل الاوطار:۶ /۲۴۷،جمع الفوائد:۱ /۶۷۱)

(۴) جہاں تک اجماع کا تعلق ہے تو صدرِ اوّل سے لے کر موجودہ زمانہ تک طلاق کے جواز پر اجماع چلا آرہا ہے اور کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہیں کیا۔(المغنی لابن قدامہ: ۱۰/۳۲۳)

مجبوری(اِکراہ) کی طلاق

الإکراہ لغوی طور پر یہ أکَرِہَ یَکرَہ سے مصدر ہے۔یعنی کسی کو ایسے کام کے کرنے یا چھوڑنے پر مجبور کیا جائے جس کو وہ ناپسند کرتا ہو۔اصلاً یہ کلمہ رضا اور پسند کی مخالفت پر دلالت کرتا ہے۔امام فرا کہتے ہیں:

یقال أقامني علی کرہ بالفتح إذا أکرھك علیه إلیٰ أن قال: فیصیر الکرہ بالفتح فعل المضطر)(اللسان: ۵ /۳۸۶۵)

"کہا جاتا ہے مجھے مجبور کیا گیا۔یعنی جب یہ فتحہ کے ساتھ ہو تو اس سے مراد مجبور شخص کا فعل ہو گا۔"

اکراہ کی اصطلاحی تعریف:

"انسان کا ایسا کام کرنا یا کوئی ایسا کام چھوڑنا جس کے لیے وہ راضی نہ ہو۔اگر اسے مجبور کیے بغیر آزاد چھوڑ دیا جائے تو وہ ایسا نہ کرے۔"

کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اکراہ سے مراد آدمی کا کوئی ایسا کام کرنا ہے جو وہ کسی دوسرے کے لیے انجام دیتا ہے۔

(معجم لغۃ الفقھاء:ص۸۵)

مختلف اعتبار سے اِکراہ کی متعدد اقسام ہیں۔اِکراہ اقوال میں بھی ہو سکتا ہے اور افعال میں بھی۔جہاں تک افعال کا تعلق ہے تو اس کی بھی دو اقسام ہیں: مجبور اور غیر مجبور۔

اَقوال میں اکراہ

علماے کرام نے اقوال میں جبر کی صحت کو تسلیم کیا اور اس پر اتفاق کیا ہے۔ان کا کہنا ہے کہ جو شخص حرام قول پر مجبور کیا جائے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُس پر جبر معتبر مانا جائے گا۔ اسے وہ حرام بات کہ کر اپنے آپ کو چھڑانا جائز ہے اور اس پر کسی قسم کا کوئی گناہ نہیں ہو گا۔ زبردستی کا تصور تمام اقوال میں پایا جاتا ہے، لہٰذا جب کوئی شخص کسی بات کے کہنے پر مجبور کر دیا جائے تو اس پر کوئی حکم مرتب نہیں ہو گا اور وہ لغو جائے گا۔

اس سلسلے میں احناف نے فسخ اور عدم فسخ کے مابین تفریق کو ملحوظ رکھا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر اکراہ خرید و فروخت اور اُجرت دینے میں ہو پھر تو وہ فسخ ہو جائے گا، لیکن طلاق، عتاق (آزادی) اور نکاح میں فسخ کا احتمال باقی نہیں رہے گا۔ لہٰذا جو شخص بیع و تجارت کے لیے مجبور کیے جانے کے بعد بیع کر لے تو اس کو اختیار ہے، چاہے تو اس بیع کو باقی رکھے یا پھر فسخ کر دے، لیکن طلاق، آزادی اور نکاح میں میں اختیار باقی نہیں رہے گا۔ (العنایۃ والکفایۃ:۸/ ۱۶۶)

تاہم اس ضمن میں اگر ادلہ شرعیہ کا جائزہ لیا جائے تو عدم تفریق کا قول زیادہ قرین قیاس معلوم ہوتا ہے۔ فرمانِ عالی شان ہے:

"اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ" (النحل:۱۰۶)

"مگر یہ کہ وہ مجبور کیا گیا ہو اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو۔"

امام شافعیؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

إن الله سبحانه وتعالىٰ لما وضع الكفر عمن تلفظ به حال الكراه أسقط عنه أحكام الكفر، كذٰلك سقط عن المكره ما دون الكفر لإن الأعظم إذا سقط سقط ما هو دونه من باب أولىٰ (الام:۳/ ۲۷۰)

"جس طرح اللہ تعالیٰ نے حالتِ اکراہ میں کلمۂ کفر کہنے میں رخصت عنایت کی ہے اور اس سے کفریہ احکام ساقط کیے ہیں، بالکل اسی طرح کفر کے علاوہ دیگر چیزیں بھی مجبور سے ساقط ہو جائیں گی، کیونکہ جب بڑا گناہ ساقط ہو گیا تو چھوٹے گناہ تو بالاولیٰ ساقط ہو جائیں گے۔"

سیدنا عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استُكرهوا عليه (سنن ابن ماجہ: ۲۰۴۵)

"اللہ تعالیٰ نے میری اُمت سے خطا و نسیان اور مجبوری سے کیے جانے والے کام معاف کر دیئے ہیں۔"

ابن قیم الجوزیہؒ کہتے ہیں: "مکرہ کی کسی کلام کا کوئی اعتبار نہیں ہے، قرآنِ کریم بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ جو شخص کلمۂ کفر کہنے پر مجبور کیا جائے، وہ کافر نہیں ہو گا اور اسی طرح جو اسلام کے لیے مجبور کیا جائے، اسے مسلمان بھی تسلیم نہیں کیا جائے گا۔ سنت میں بھی واضح اشارہ ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجبور شخص سے تجاوز کیا ہے اور اس کو مؤاخذے سے بری قرار دیا ہے..... اس کے بعد امام ابن قیم اقوال اور افعال میں اکراہ کے مابین فرق بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"اَقوال میں اکراہ اور افعال میں اکراہ کے مابین فرق یہ ہے کہ افعال کے وقوع پذیر ہو جانے کے بعد اس کے مفاسد کا خاتمہ ناممکن ہے۔ جبکہ اقوال کے مفاسد کو سوئے ہوئے اور مجنون پر قیاس کرتے ہوئے دور کیا جا سکتا ہے۔" (زاد المعاد: ۵/ ۲۰۵، ۲۰۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ اکراہ (جبر) کی ایک تقسیم درست اور غیر درست کے اعتبار سے بھی کی گئی ہے۔ غیر درست اکراہ تو وہ ہے کہ جس میں ظلم وزیادتی سے کوئی بات منوائی گئی ہو۔ جبکہ درست اِکراہ یہ ہے کہ جس میں حاکم کسی شخص کو اپنا مال بیچنے پر مجبور کرے تاکہ وہ اس سے اپنا قرض ادا کرے۔ (جامع العلوم والحکم: ص ۳۷۷)

یا وہ ایلاء کرنے والے کو طلاق دینے پر مجبور کرے جب کہ وہ رجوع کرنے سے انکار کرے۔

اکراہ کی شرائط

اہل علم نے اکراہ کی درج ذیل شرائط کا تذکرہ کیا ہے:

(۱)۔ اکراہ اس شخص کی طرف سے ہو گا جو صاحب قدرت ہو جیسے حکمران۔

(۲)۔ مجبور کو ظن غالب ہو کہ اگر میں نے اس کی بات نہ مانی تو یہ وعید اور اپنی دھمکی کو نافذ کر دے گا اور مجبور اس سے بچنے یا بھاگنے سے عاجز ہو۔۲

(۳)۔ اکراہ ایسی چیز سے ہو جس سے مجبور کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہو۔ (شرح الکبیر: ۲/ ۳۶۷)

ان شروط پر مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے اتفاق کا اظہار کیا ہے۔ البتہ ان میں سے کچھ لوگوں نے چند دیگر شرائط کا اضافہ بھی کیا ہے۔ ظاہر بات یہ ہے کہ اکراہ کی تحدید حاکم اور مفتی کے ساتھ خاص کی جائے گی اور انہی کے ثابت کردہ اکراہ کا اعتبار کیا جائے گا۔ کیونکہ یہ لوگوں کے احوال کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ (الکفایۃ: ۸/ ۱۶۸)

اکراہ کی صورت میں وقوعِ طلاق

اس تحریر میں مجبوری کی طلاق کو موضوعِ بحث بنانے کا مقصد اس قضیے کا حل ہے کہ ایسی طلاق وقوع پذیر ہوتی ہے یا نہیں؟

امام مالک، شافعی، احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک ایسی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ یہی قول عمر بن خطاب، علی بن ابی طالب، ابن عمر، ابن زبیر، ابن عباس اور دیگر کثیر جماعت کا ہے۔ جبکہ امام ابو حنیفہ اور ان کے صاحبین نے اس طلاق کے وقوع کا موقف اختیار کیا ہے اور یہی موقف شعبی، نخعی اور ثوری کا بھی ہے۔ (الکفایۃ والعنایۃ: ۳/ ۲۲۲)

سببِ اختلاف یہ ہے کہ مجبور کیا جانے والا مختار ہے یا نہیں؟ کیونکہ طلاق کے الفاظ بولنے والے کا ارادہ تو طلاق دینے کا نہیں ہوتا اور وہ تو اپنے تئیں دو برائیوں میں سے کم تر برائی کو اختیار کر رہا ہوتا ہے اور وہ مجبور کرنے والے کی وعید سے بچنے کے لیے طلاق دینے کو اختیار کر لیتا ہے۔

اَحناف اور ان کے مؤیدین کے دلائل

(۱)۔ نصب الرایۃ میں ہے کہ ایک آدمی سو رہا تھا کہ اس کی بیوی نے چھری پکڑ کر اس کے گلے پر رکھی اور دھمکی دی کہ تو مجھے طلاق دے، ورنہ میں تیرا کام تمام کر دوں گی۔ اس شخص نے اسے اللہ کا واسطہ دیا لیکن وہ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مانی۔ لہٰذا اس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ پھر وہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام ماجرا بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لاقیلولة في الطلاق (نصب الرایة: ۳/ ۲۲۲) "طلاق میں کوئی فسخ نہیں ہے۔"

(۲)۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ثلاث جدهن جد، وهزلهن جد. النكاح والطلاق والرجعة (سنن ترمذی: ۱۱۸۴)

"تین چیزوں کی سنجیدگی بھی سنجیدگی ہے اور مذاق بھی سنجیدگی ہے۔ نکاح، طلاق اور رجوع۔"

اَحناف اس حدیث سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ مذاق کرنے والے کا مقصد تو وقوعِ طلاق نہیں ہوتا بلکہ اس نے فقط لفظ کا ارادہ کیا ہوتا ہے۔ اس کی طلاق کا واقع ہونا واضح کرتا ہے کہ مجرد لفظ کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ اس طرح مجبور کو بھی مذاق کرنے والے پر قیاس کیا جائے گا، کیونکہ دونوں کا مقصود لفظ ہوتا ہے، معنیٰ مراد نہیں ہوتا۔ (فتح القدیر: ۳ / ۳۴۴)

(۳)۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أربع مبهمات مقفولات ليس فيهن رد. النكاح والطلاق، والعتاق والصدقة (فتح القدیر: ۳ / ۳۴۴)

"چار مبہم چیزیں بند کی ہوئی ان میں واپسی نہیں ہو سکتی: نکاح، طلاق، آزادی اور صدقہ"

(۴)۔ ایک حدیث حضرت حذیفہؓ اور ان کے والدِ گرامی سے متعلق ہے جب ان دونوں سے مشرکین نے نہ لڑنے کا حلف لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نفی لهم بعهدهم ونستعين الله عليهم (صحیح مسلم: ۱۷۸۷)

"ہم ان سے معاہدہ پورا کریں گے اور اللہ سے ان کے خلاف مدد مانگیں گے۔"

اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ قسم حالت اکراہ اور غیر اکراہ میں برابر ہے۔ لہٰذا مجرد لفظ کے ساتھ کسی حکم کی نفی کے لیے اکراہ کو معتبر نہیں مانا جائے گا۔ جیسا کہ طلاق۔ (فتح القدیر: ۳/ ۳۴۴)

(۵)۔ اُن کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ مکلّف کی طرف سے ایسے محل میں طلاق ہے جس کا وہ مالک ہے لہٰذا اس پر غیر مجبور کی طلاق کے احکام مرتب ہوں گے۔ (الھدایة: ۳ / ۳۴۴)

دلائل کا جائزہ

(۱)۔ سب سے پہلے نقل کی جانے والی حدیث: لا قيلولة في الطلاق ضعیف ہے۔ امام ابن حزمؒ اس کے متعلق فرماتے ہیں "هٰذا خبر في غاية السقوط" (المحلیٰ: ۱۰ / ۳۰۴) لہٰذا اس سے استدلال بھی ساقط ہوا۔

(۲)۔ اور جو ثلاث جدهن جد ... سے استدلال کرتے ہوئے مکرہ کو مذاق کرنے والے پر قیاس کیا گیا ہے تو یہ قیاس درست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔(تہذیب السنن لابن القیم:٦ /١٨٨)

کیونکہ مجبور شخص نہ تو لفظ کا ارادہ کرتا ہے اور نہ اس کے سبب کا وہ تو لفظ کے بولنے پر مجبور کر دیا جاتا ہے، اگرچہ قصد پر مجبور نہیں ہوتا جب کہ مذاق کرنے والا تو لفظ طلاق اپنے اختیار سے بولتا ہے اگرچہ اس کے سبب کا قصد نہیں کرتا۔ لہذا جو شخص اپنے اختیار سے سبب کو اختیار کرے اس پر تو مسبب لازم ہو جائے گا، جیسے مذاق کرنے والا ہے، لیکن مجبور نہ تو لفظ کا ارادہ کرتا ہے نہ اس کے سبب کا تو اسے مذاق کرنے والے پر کیسے قیاس کیا جا سکتا ہے؟

(٣)۔ ذکر کردہ حضرت عمرؓ کا قول ہمیں نہیں ملا۔ اگر ہم اس کی صحت کا اعتبار کر بھی لیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ جب طلاق واقع ہو جائے گی تو پھر دوبارہ لوٹنا ممکن نہیں رہے گا جبکہ مکرہ کی طلاق تو واقع ہی نہیں ہوئی۔ وہ تو مجبوری کی بنا پر صرف اور صرف لفظ بول رہا ہے۔ تاکہ وہ مجبور کرنے والے سے بچ سکے جب کہ حضرت عمر کے متعلق صحیح روایت سے ثابت ہے کہ اُنہوں نے مکرہ کی طلاق کو لغو قرار دیا۔(زاد المعاد:٥ /٢٠٦ تا ٢٠٩)

(٤)۔ اور جو حضرت حذیفہ اور ان کے والد کا واقعہ سامنے رکھتے ہوئے طلاق کو قسم پر قیاس کیا گیا ہے اور ان دونوں کو مجرد لفظ کے ساتھ متعلق کیا گیا ہے۔

تو اس کا جواب بھی یہ ہے کہ یہ قیاس درست نہیں ہے، کیونکہ طلاق میں صرف لفظ کا اعتبار نہیں کیا جاتا بلکہ اس کے لیے متکلم کا ارادہ اور اس کے مدلولات کا علم ضروری ہے، کیونکہ شارع نے سوئے ہوئے، بھولنے والے اور پاگل کی طلاق کو واقع نہیں کیا۔ (زاد المعاد:٥ /٢٠٥ تا ٢٠٤)

اس سے یقیناً ان دونوں کے مابین فرق نظر آتا ہے لہٰذا یہ قیاس مع الفارق ہے۔

(٥)۔ اس سے استدلال کہ یہ طلاق مکلّف کی طرف سے ایسے محل میں ہے جس کا وہ مالک ہے لہٰذا اس کی طلاق کی تنفیذ اسی طرح ہو گی جس طرح غیر مکرہ کی ہوتی ہے۔ اس حوالے سے ہم اس سے ملتے جلتے دیگر دلائل کا جائزہ لے چکے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مکرہ کو غیر مکرہ پر قیاس کرنا کسی طور بھی مناسب نہیں ہے۔ اس کی تردید دوسرے قول کے دلائل سے بھی ہو جائے گی جو ہم ذکر کرنے والے ہیں۔

مجبوری کی طلاق کے غیر معتبر ہونے پر جمہور کے دلائل

(١)۔ حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

لا طلاق ولا عتاق في غلاق (مسند احمد:٦/ ٢٧٦)

"زبردستی کی کوئی طلاق اور آزادی نہیں ہے۔"

اور اِکراہ زبردستی میں شامل ہے، کیونکہ مجبور و مکرہ شخص تصرف کا حق کھو بیٹھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲)۔حضرت علیؓ سے موقوفاً روایت ہے:
"كل طلاق جائز إلا طلاق المعتوه والمكره"(سنن ترمذی:۱۱۹۱)

"دیوانے اور مکرہ کے سوا ہر ایک کی طلاق جائز ہے۔"

(۳)۔ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہؓ بن عباس کا قول ہے:
"طلاق السكران والمستكره ليس بجائز"(صحیح بخاری،ترجمۃ الباب:باب الطلاق فی الغلاق)

"مجبوری اور نشے کی حالت میں طلاق جائز نہیں ہے۔"

(۴)۔ثابت بن احنف نے عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب کی اُمّ ولد سے نکاح کر لیا۔ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عبدالرحمن بن زید بن خطاب نے مجھے بلایا۔میں اُن کے ہاں آیا تو وہاں دو غلام کوڑے اور زنجیریں پکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس نے مجھ سے کہا:تونے میرے باپ کی اُمّ ولد سے میری رضا کے بغیر نکاح کیا ہے۔میں تجھے موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔ پھر کہنے لگا:تو طلاق دیتا ہے یا میں کچھ کروں؟تو میں نے کہا:ہزار بار طلاق۔میں اس کے ہاں سے نکل کر عبداللہ بن عمرؓ کے پاس آیا اور سارا ماجرا بیان کیا تو آپ نے فرمایا:یہ طلاق نہیں ہے،اپنی بیوی کے پاس چلا جا۔پھر میں عبداللہؓ بن زبیر کے پاس آیا تو اُنھوں نے بھی یہی فرمایا۔(مؤطا امام مالک،کتاب الطلاق،باب جامع الطلاق:۱۲۴۵)

(۵)۔چونکہ یہ قول زبردستی منوایا جاتا ہے، اس لیے یہ کوئی تاثیر نہیں رکھتا۔ جیسا کہ مجبوری کی حالت میں کلمۂ کفر کہنا۔

(المغنی:۱۰/ ۳۵۱،زادالمعاد:۵/ ۲۰۴)

بیان کردہ عمومی دلائل سے جمہور نے استدلال کیا ہے کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

راجح موقف

بیان کردہ دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ مکرہ کی طلاق کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔جمہور کے موقف کو ترجیح دینے کی درج ذیل وجوہات ہیں:

(۱)۔جمہور کے دلائل کا قوی ہونا۔

(۲)۔احناف کے دلائل کا کمزور ہونا،کیونکہ ان پر اعتراضات وارد ہوئے ہیں۔

(۳)۔یہی موقف اُصولِ شریعہ اور قواعد کے زیادہ قریب ہے، کیونکہ اس سے بہت سی خرابیوں کا رد ہو جاتا ہے ۔

شیخ احمد دہلوی کہتے ہیں:

"اگر مکرہ کی طلاق کو طلاق شمار کیا جائے تو اس سے زبردستی کا دروازہ کھل جائے گا اور بعید نہیں ہے کہ کوئی طاقتور اسی دروازہ سے

" محكم دلائل سے مزين متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مكتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کمزور کی بیوی کو چھین لے۔ جب بھی اس کے دل کو کوئی خاتون بھلی لگے، وہ تلوار کے زور پر زبردستی طلاق دلوائے گا۔ لیکن جب اس قسم کی اُمیدوں کا سدباب کر دیا جائے گا تو لوگ ان مظالم سے بچے رہیں گے جو اکراہ کی وجہ سے پیش آسکتے ہیں۔"

(حجۃ البالغۃ:۲ /۱۳۸)

بہت سے محققین اسی موقف کے حامل نظر آتے ہیں، ان میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ (مجموع الفتاویٰ:۳۳/۱۱۰)، ابن قیم (زادالمعاد:۵/۳۰۴)، امام شوکانی (نیل الاوطار:۶/۲۶۵) اور نواب صدیق بن حسن قنوجی (الروضۃ الندیۃ:۲ /۴۲) شامل ہیں۔

تحقیقی جائزہ:

مضمون نگار نے اپنے مضمون میں بنیادی مصادر کو پیش نظر رکھتے ہوئے طلاق کی مشروعیت پر بہت سے دلائل پیش کیے ہیں۔اس مقصد کے لیے انہوں نے قرآن مجید کی متعدد آیات کو بطور حوالہ پیش کیا ہے۔مثال کے طور پر البقرۃ:۲۲۹، الطلاق:۱، النحل:۱۰۶ وغیرہ۔

مسائل کے حل کے لیے مضمون نگار نے وہ احادیث پیش کی ہیں جو سند کے اعتبار سے صحیح ترین ہیں۔مثال کے طور پر سنن نسائی:۳۵۶۰، سنن ابوداؤد:۲۲۸۳، سنن ابن ماجہ:۲۰۴۵، ۲۰۸۱ وغیرہ۔

فقہ المقارن سے بھی خوب استفادہ کیا گیا ہے جس سے مضمون نگار کی مجتہدانہ صلاحیتوں کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

فقہاء کرام کی آراء سے بھی استفادہ کیا گیا ہے، اکراہ کی صورت میں وقوع طلاق کے سلسلے میں احناف اور ان کے موئدین کے دلائل بھی پیش کیے گئے ہیں۔

آثار صحابہ سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

مجبوری کی طلاق کے غیر معتبر ہونے پر جمہور کے دلائل کو پیش کیا گیا ہے۔ان تمام دلائل سے جمہور کا استدلال ثابت کیا ہے کہ مکرہ کی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

جمہور کے موقف کو ترجیح دیتے ہوئے ان کی وجوہات کو بیان کیا گیا ہے۔مثلاً جمہور کے دلائل کا قوی ہونا اور احناف کے دلائل کا کمزور ہونا اور ان پر اعتراضات کا وارد ہونا وغیرہ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)غصّہ کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم

(حافظہ مریم مدنی)

جلد:۴۳ شمارہ:۷ شعبان المعظم:۱۴۳۲ھ جولائی:۲۰۱۱ء

غضب کی تعریف

جرجانی کہتے ہیں:

الغضب تغير ،يحصل عند غليان دم القلب ليحصل عنه التشفي للصدر(التعریفات:ص۱۶۲)

"دل کے خون کے کھولنے کی وجہ سے جو تغیر ہوتا ہے اس کو غضب کہتے ہیں تاکہ دل کو تسلی ہو سکے۔"

غصے کی حالتیں

غصے کی تین حالتوں کا تذکرہ کیا گیا ہے:

(۱)یہ کہ انسان پر غصہ کی ابتدائی حالت طاری ہو جہاں پر اس کی عقل میں فتور نہ آئے اور جو وہ کہہ رہا ہو، اس کو بخوبی جانتا ہو۔ایسی حالت میں دی گئی طلاق بغیر کسی اشکال کے واقع ہو جائے گی اور وہ اپنے اَقوال کا مکلف ہو گا

(جامع العلوم والحکم:ص۱۴۸)

(۲)ایسا غصہ جس میں انسان حواس کھو بیٹھتا ہے اور متکلم کو پتہ نہیں چلتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو یہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔

حافظ ابن قیم الجوزیہ فرماتے ہیں:

وذلك أنه يعلم صدور الطلاق منه فهو شبه ما يكون بالنائم والمجنون و نحوهم

(إغاثة اللهفان في حكم طلاق الغضبان:ص۳۹)

"چونکہ وہ طلاق کے صدور کے متعلق نہیں جانتا ہو تالہذا وہ بھی سوئے ہوئے اور پاگل وغیرہ کے مشابہ تصور ہو گا۔

(۳)غصے کی تیسری حالت یہ ہے کہ انسان پر شدید غصہ تو طاری ہو لیکن ایسا نہ ہو کہ وہ ہوش و حواس ہی کھو بیٹھے۔اس حالت میں دی گئی طلاق کی تنفید اور عدم تنفید میں علما کے مابین اختلاف ہے۔ (إغاثة اللهفان في حكم طلاق الغضبان:ص۳۹)

غصّے کی حالت میں دی گئی طلاق کا حکم

غصے کی حالت میں دی گئی طلاق کے بارے میں دو قسم کی آرا ہیں:

(۱)اَحناف اور بعض حنابلہ کا موقف ہے کہ غصے کی حالت میں دی گئی طلاق شمار نہیں ہو گی۔(حاشیہ ابن عابدین:۲/۴۲۷)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مالکیہ اور حنابلہ کا خیال ہے کہ غصے کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی اور اس کا اعتبار کیا جائے گا۔
(حاشیہ الشرح الکبیر:۲ /۳۶۶)

فریق اوّل کے دلائل

احناف اور ان کے مؤیدین نے درج ذیل اَدلہ سے استدلال کیا ہے:

(۱)حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا طلاق ولا عتاق في إغلاق" (سنن ابو داؤد:۲۱۹۳)

"زبردستی طلاق اور آزادی نہیں ہے،"

اور زبردستی غصے کو بھی شامل ہے، کیونکہ اس رائے پر بندش لگ جاتی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے:

لا يؤاخذُكمُ اللهُ باللغوِ فى أيمنكم(سورۃ البقرۃ:۲۲۵)

"اللہ تعالیٰ تمہیں ان قسموں پر نہ پکڑے گا جو پختہ نہ ہوں"

عبداللہ بن عباسؓ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

(۲)لغو اليمين أن تحلف و أنت غضبان (بیہقی:۲ /۴۵۰)

"لغو قسم یہ ہے کہ آپ غصے کی حالت میں قسم اٹھائیں۔"

اسی پر قیاس کرتے ہوئے غصے کی حالت میں دی گئی طلاق کو بھی طلاق شمار نہیں کیا جائیگا۔(طلاق الغضبان:ص۳۵)

(۳)فرمانِ الٰہی ہے : وَإِما ينزَغنكَ منَ الشيطنِ نزغٌ فاستعذ باللهِ إنهُ سميعٌ عليمٌ

(سورۃ الاعراف:۲۰۰)

"اگر آپ کو شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ آنے لگے تو اللہ کی پناہ مانگ لیجئے۔"

متکلم شدید غصے کی حالت میں شیطان کے بہکانے سے طلاق یا اسطرح کے دیگر الفاظ غیر ارادی طور پر بول دیتا ہے لہذا ایسی حالت میں اسپر طلاق کے احکام مرتب نہیں ہوں گے۔(طلا قالغضبان:ص۳۵)

رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: "إن الغضب من الشيطان" (سنن ابو داؤد:۴۷۸۴)

"غصہ شیطان کی طرف سے ہے۔"

(۴)عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"لا نذر في غضب و كفارته كفارة يمين" (سنن نسائی:۳۸۴۲)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"غصے کی حالت میں نذر نہیں ہے اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنی نظروں کو پورا کرنے والوں کی تعریف کی ہے۔ تو جب حالتِ غضب میں مانی گئی نذر میں رخصت موجود ہے تو طلاق میں یہ رخصت کیوں باقی نہ رکھی جائے۔(طلاق الغضبان:ص۴۱)

(۵)حدیثِ ابو بکرہ:

"لا يقض القاض بين اثنين وهو غضبان" (سنن ابن ماجہ:۲۳۱۶)

"قاضی غصے کی حالت میں دو لوگوں کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔"

اس کی وجہ یہ ہے کہ غصہ علم و ارادہ پر اثر انداز ہوتا ہے اور درُست فیصلہ کرنے میں مانع ہوتا ہے تو ایسی حالت میں دی گئی طلاق بھی معتبر نہیں ہوگی۔(طلاق الغضبان:ص۴۳)

(۶)نشہ ایک سبب ہے جو طلاق کے عدم وقوع پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ متکلم کا طلاق دینے کا ارادہ نہیں ہوتا۔ یاد رہے کہ غصے کی حالت نشے سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے۔(طلاق الغضبان:ص۴۵)

مذکورہ دلائل کا جائزہ

(۱)اس سلسلہ میں حضرت عائشہ کی بیان کردہ حدیث اس نزاع سے خارج ہے، کیونکہ اس سے مراد زبردستی ہے اور زبردستی محض غصے کا نام نہیں ہے۔ امام ابن قیم فرماتے ہیں:

"الغلاق انسدادباب العلم والقصد عليه"(تہذیب السنن:۶/ ۱۸۷)

"غلاق علم وارادہ کے دروازہ کو بند کرتا ہے۔"

لہذا یہ غصے کی دوسری حالت کو شامل ہے جس میں بالاتفاق طلاق واقع نہیں ہوتی۔

(۲)حضرت ابن عباسؓ کی طرف منسوب تفسیر صحیح نہیں ہے۔

ابن رجب فرماتے ہیں : لا يصح إسناده (جامع العلوم والحکم:ص۱۴۹)

"اس کی سند صحیح نہیں ہے۔"

ابن اسی آیت کی تفسیر میں آپ سے دیگر اقوال بھی بیان کیے گئے ہیں۔ جیسا کہ ابن ابی حاتم نے تفسیر ابن کثیر (۱/ ۲۶۸)

میں سعید بن جبیر کے طریق سے بیان کیا ہے کہ "لغو قسم وہ ہے جس میں آپ ایسی چیز کو حرام قرار دیں جو اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دی ہو۔"

ابن رجب فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صح عن غير واحد من الصحابة أنهم أفتوا أن يمين الغضبان منعقدة و فيها الكفارة

(جامع العلوم والحکم:ص۱۴۹)

"دیگر بہت سے صحابہ کرام نے فتویٰ دیا کہ غصے کی حالت میں اُٹھائی گئی قسم کا انعقاد ہو گا اور اس (کو پورا نہ کرنے) پر کفارہ ہو گا۔" یہ کہنا کہ غصہ کی حالت میں انسان شیطان کے اکسانے پر بول رہا ہوتا ہے۔ لہذا اس پر حکم مرتب نہ ہو گا۔ تو ایسا کہنا کسی طور بھی درست نہیں ہے، کیونکہ زیادہ تر گناہوں اور بُرائیوں کا ظہور تو شیطان کی اکساہٹ اور وساوس ہی کی وجہ سے ہوتا ہے ۔ پھر اس کا مطب تو ہے کہ شیطان کے اکسانے پر کیے جانے والے کسی بھی عمل پر احکام مرتب نہ کیے جائیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سر اسر خام خیالی ہے!

(۴) حضرت عمران بن حصین کی بیان کردہ حدیث ضعیف ہے۔

(۵) "ابو بکرہؓ کی حدیث میں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے قاضی کو حالت غصہ میں فیصلہ نہ کرنے کا پابند کیا ہے جس سے قاضی خود غصے کی حالت میں بھی مکلف ہی ٹھہرتا ہے اور یہ حدیث قاضی کے مکلف ہونے کی دلیل ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ قاضی نے اپنے علاوہ کسی اور کا فیصلہ کرنا ہوتا ہے اور یہ طلاق کے مشابہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ طلاق تو اس کا صیغہ بولنے والے کے لیے خاص ہے اور وہ اس وقت اپنا فیصلہ خود کر رہا ہوتا ہے، نہ کہ دوسرے کا۔"

(۶) اس حالت کو نشہ پر قیاس کرنا درست نہیں ہے۔ کیونکہ نشہ میں تو انسان اپنے حواس کھو بیٹھتا ہے اور اسے پتہ نہیں ہوتا وہ کیا کہہ رہا ہے۔ اور یہ غصہ کی دوسری حالت کو شامل ہے۔ ایسی حالت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

يأيها الذينَ اٰمنوا لا تقرَبوا الصلوٰةَ وَأنتم سكرىٰ حتىٰ تعلموا ما تقولونَ (سورۃ النساء:۴۳)

"اے ایمان والو! جب تم نشہ میں مست ہو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ۔ جب تک کہ اپنی بات سمجھنے نہ لگو۔"

فریق ثانی کے دلائل

مالکیہ اور حنابلہ نے درج ذیل دلائل کو سامنے رکھا ہے:

(۱) خولہ بنت ثعلبہ اوس ثابت کی اہلیہ تھیں، ایک روز اُن دونوں میں جھگڑا ہو گیا تو اوس بن ثابت نے غصے سے ظہار کر ڈالا۔ حضرت خولہ پریشانی کے عالم میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور تمام ماجرا کہا تو اللہ تعالیٰ نے آیت ظہار نازل فرمائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ ان کو ظہار کے کفارہ کا حکم دیا۔ (سنن ابن ماجہ:۲۰۶۳)

(۲) اوس بن ثابت نے غصّے کی حالت میں ظہار کرنے کے باوجود اس کا کفارہ ادا کیا اور طلاق بھی ظہار ہی کی طرح ہے۔

(جامع العلوم:ص۱۴۹)

علامہ ابن رجب فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اوس بن ثابت نے غصّے کی حالت میں ظہار کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ اس وقت ظہار کو طلاق شمار کرتے تھے اور ان کی بیوی کو ان پر حرام قرار دیا۔ اور جب اللہ تعالیٰ نے ظہار کا کفارہ لازم کیا تو آپ ﷺ نے اوس بن ثابت کو کفارہ سے بری قرار نہیں دیا۔ (ص:۱۴۹)

ان احادیث پر یہ اعتراض وارد کیا جاتا ہے کہ یہ غصے کی ابتدائی حالت سے متعلق ہے اور اس سے غصے کی پہلی قسم مراد ہے۔ اس کے جواب میں عرض ہے کہ یہ حدیث مطلق طور پر عمومی غضب سے متعلق ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی تفصیل نہیں اور احتمالی جگہ پر تفصیل کو چھوڑ دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو محمول کیا جائے۔ اس میں اگرچہ غصہ تینوں حالتیں اور ہر غصے کی حالت میں دی گئی طلاق لازم ہو گی، اجماعِ امت سے وہ حالت اس سے نکل گئی جب غصہ انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔ اس طرح اس حدیث میں دوسری دونوں قسمیں شامل ہوں گی۔

راجح موقف

سابقہ مبحث سے اندازہ ہوتا ہے کہ مالکیہ، حنابلہ اور ان کے مؤیدین کا موقف راجح ہے، کہ غصّہ کی حالت میں طلاق کا وقوع ہو جائے گا اور اس کی ترجیح اِن اُمور کی وجہ سے ہے:

(۱) دلائل کو قوت

(۲) مسئلے پر مکمل گرفت اور وضاحت

(۳) مخالفین کے دلائل کا ضعف

(۴) قاعدہ ہے:

أن الأصل في الأبضاع التحريم فالواجب التثبت في أمرها والتنبه لها

''یعنی شرمگاہوں میں اصل تحریم ہے لہذا اس معاملہ میں پوری تحقیق اور ذمہ داری سے کام لینا چاہیے۔''

خلاصہ

فقہا، محدثین، مفسرین اور اُصولیین کی آرا کو نقل کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ

(۱) زبردستی کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

(۲) اور ایسے غصے کی حالت میں طلاق جس میں انسان اپنے ہوش و حواس میں ہوتا ہے طلاق واقع ہو جائے ہو گی۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر اللہ تعالیٰ نے طلاق کو حلال قرار دیا ہے، اسے دیگر اُمور کے لیے سیڑھی کے طور پر استعمال کرنا کسی طور بھی جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض جہلا تربیت اور ڈرانے دھمکانے کے نام پر اس کا ناجائز استعمال کرتے ہیں۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کی آیات کو مذاق بنانے کے سوا کچھ نہیں!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی جائزہ:

مذکورہ مضمون میں مضمون نگار نے غصے کی تین حالتوں کو تذکرہ کیا ہے۔

(۱) انسان پر غصہ کی ابتدائی حالت جہاں اس کی عقل میں فتور نہ آئے اور وہ جو کہہ رہا ہو اس کو بخوبی جانتا ہو ایسی صورت میں طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۲) ایسا غصہ جس میں انسان اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھتا ہے۔اس کو پتا نہیں چلتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے تو یہ طلاق واقع نہیں ہو گی۔

(۳) غصے کی تیسری حالت یہ ہے کہ انسان پر شدید غصہ تو طاری ہو لیکن وہ ہوش و حواس میں ہو۔اس حالت میں دی گئی طلاق کی تنفیذ اور عدم تنفیذ میں علماء کے مابین اختلاف ہے۔(اغاثۃ اللھفان فی حکم طلاق الغضبان:ص۳۹)

مضمون نگار نے غصے کی حالت میں دی گئی طلاق کی دو اقسام کے بارے میں بیان کیا ہے۔

(۱)احناف اور بعض حنابلہ کا موقف ہے کہ غصے کی حالت میں دی گئی طلاق شمار نہیں ہو گی۔

(۲)مالکیہ اور حنابلہ کا خیال ہے کہ غصے کی حالت میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی۔اور اس کا اعتبار کیا جائے گا۔

مضمون نگار احناف اور ان کے موئدین کے دلائل کو بیان کرنے کے بعد ان دلائل کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔

مالکیہ اور حنابلہ کی آراء کا جائزہ پیش کرنے کے بعد مضمون نگار اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ مالکیہ،حنابلہ اور ان کے موئدین کا موقف راجح ہے کہ غصہ کی حالت میں دی گئی طلاق کا وقوع ہو جائے گا۔اور ان کے موقف کو ترجیح دینے کی وجوہات بھی بیان کرتے ہیں۔مثلاً دلائل کی قوت،مسئلے پر مکمل گرفت اور وضاحت،مخالفین کے دلائل کا ضعف وغیرہ۔

فقہاء،محدثین،مفسرین اور اصولین کی آراء کو نقل کرنے کے بعد مضمون نگار یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ

زبردستی کی حالت میں دی گئی طلاق واقع نہیں ہو گی۔

ایسے غصے کی حالت میں طلاق جس میں انسان اپنے ہوش و حواس میں ہوتا ہے طلاق واقع ہو جائے گی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)ایک مجلس کی تین طلاقیں اور بھارتی سپریم کورٹ کا فیصلہ

(حافظ صلاح الدین یوسف)

جلد:۴۹ شمارہ:۹-۳۷ عدد:۵ ذوالحجہ:۱۴۳۸ھ ستمبر:۲۰۱۷ء

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا مسئلہ اگرچہ صدیوں سے مختلف فیہ چلا آرہا ہے لیکن جب تک اسلامی یا مسلمان معاشروں میں شریعت پر عمل کا جذبہ توانا، مرد اور عورت کے باہمی حقوق کی پاسداری کا خیال فراواں اور ہمدردی و تعاون کا سکہ رواں رہا، اس مسئلے نے زیادہ گھمبیر شکل اختیار نہیں کی تھی، اس لئے اس کی کٹھنائیاں بھی زیادہ سامنے نہیں آئیں۔ لیکن اب صورتِ حال سالہا سال سے کافی مختلف ہے۔ اب مسلمانوں کی اکثریت جہاں ایک طرف اسلامی تعلیمات سے نابلد ہے تو دوسری طرف صبر و تحمل سے بھی عاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے طلاق کی شرح برائے نام تھی تو اب اس کی شرح آسمانوں سے باتیں کرتی نظر آتی ہے۔ پھر ستم بالائے ستم یہ فقہی جمود کہ عام لوگوں کی جہالت کی وجہ سے تو ہزاروں گھر اُجڑ گئے اور اُجڑ رہے ہیں اور پتہ نہیں کب تک اُجڑتے رہیں گے لیکن عوامی اکثریت کے حامل حنفی علما اس صورتحال پر سنجیدہ غور و فکر کرنے سے گریزاں ہیں۔ اُجڑتے گھرانے اور بڑھتے مسائل آئے روز ان کی نظروں کے سامنے آتے ہیں لیکن وہ کوئی شرعی گنجائش دینے کو آمادہ نہیں۔ جس چیز کا حل شریعتِ اسلامیہ میں موجود ہے حتی کہ فقہ حنفی میں بھی اس کے بعض شرعی متبادل پائے جائے ہیں لیکن ایسے متوازن حل کی طرف پیش قدمی کی بجائے حلالہ کا ناجائز اور بے غیرتی پر مبنی راستہ دکھادیا جاتا ہے۔ اس طرح حنفی علما نے اپنے معتقدین کے لئے آسانی کی بجائے ایک مشکل ترین راستے کو منتخب کر رکھا ہے۔ جو عورت ایک بار اِن مسائل کا شکار ہو جائے تو بے شک اس کا گھر اُجڑ جائے، اس کے بچے رُل جائیں، خود وہ عورت بے آسرا اور بے سہارا ہو کر دربدر کی ٹھوکریں کھائے لیکن ان تقدس مآبوں کے دل نہیں پسیجتے، ان کے دکھوں اور دردوں کا کوئی درماں ان کے پاس نہیں ہے، اُن کے رِستے زخموں کے لئے ان کے پاس کوئی پھاہا نہیں ہوتا۔

کیا یہ اسلامی یا مسلمان معاشرے کی اچھی تصویر ہے...؟

یا خدانخواستہ اسلام کا نظامِ طلاق ایسا بے رحمانہ اور ظالمانہ ہے...؟

کیا اسلام میں مذکورہ مظلوم عورتوں اور بچوں کا کوئی حل نہیں ہے...؟

کیا ایک مسلمان کی جہالت کا ازالہ 'بے غیرتی' (حلالہ) اختیار کئے بغیر نہیں ہو سکتا؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہمارے یہ چار سوال ان علماء سے ہیں جو فقہی جمود میں اس طرح مگن ہیں کہ ان مسائل کے حل کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں جاتی۔

ہم عرض کریں گے کہ اسلام وہ پہلا مذہب ہے جس نے سب سے پہلے عورتوں پر ہونے والے مظالم کا خاتمہ کیا تھا، ان کو عزت و احترام کا اعلیٰ مقام عطا کیا تھا، وہ اس ظلم و ستم کا روادار کب ہو سکتا ہے جو مسئلۂ طلاقِ ثلاثہ کے نام پر مذہبی قیادت کی طرف سے عورتوں پر رَوا رکھا جا رہا ہے۔ ان حضرات کے اس رویے سے اسلام پر ایسے بدنما اعتراضات اُٹھ جاتے ہیں جن کی وضاحت ممکن نہیں رہتی۔ اسلام کے نظامِ طلاق میں قطعاً ایسی کوئی بات نہیں جس سے مسلمان عورت پر ظلم کا دروازہ کھلے۔ البتہ اس میں دو عنصر ایسے ہیں جو اسلام کی بدنامی کا باعث ہیں:

ایک، اسلام نے مرد کو جو طلاق کا حق دیا ہے، جو بڑی حکمتوں پر مبنی ہے، مسلمان مرد اپنے اس حق طلاق کو غلط طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔

دوسرے، وہ علماء ہیں جو طلاق کے غلط طریق استعمال سے ہونے والی کوتاہیوں کا ازالہ کرنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ اگر ان دونوں کا رویّہ صحیح ہو جائے یا کم از کم دونوں میں سے کوئی ایک ہی اپنا رویہ ٹھیک کر لے تو یہ مسئلہ نہایت آسانی سے حل ہو جاتا ہے۔

(۱) پہلی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو طلاق کا حق اس لئے نہیں دیا کہ وہ اس کو غلط طریقے سے استعمال کر کے عورت پر ظلم کرے اور ذرا ذرا سی بات پر طلاق دے ڈالے۔ (ایک مجلس کی تین طلاقیں اور اس کا شرعی حل، ناشر: دارالسلام لاہور)

بلکہ گھر کا نظام مستحکم طریقے سے چلانے کے لئے مرد کو حاکمیت کا جو مقام عطا کیا گیا ہے، حق طلاق بھی اس کا ایک حصہ ہے۔

(۲) بدقسمتی سے مسلمان عوام میں اسلامی تعلیمات کا یہ شعور بالعموم نہیں ہے لیکن علماء کو تو باشعور ہونا چاہئے تاکہ وہ عوام کی جہالت کا ازالہ 'خرابیٔ بسیار' سے پہلے ہی کر لیں اور ایسا کرنا کوئی مشکل بات بھی نہیں ہے۔ صرف فقہی جمود کے بجائے فقہی توسع کی اور شریعت کی عطا کردہ سہولتوں سے عوام کو بہرہ ور کرنے کی ضرورت ہے۔

عوام تو کالأنعام ہوتے ہیں، ان کو سمجھانا مشکل ہے، نیز ان کی تعداد بھی علماء کے مقابلے میں بے انتہا ہے، ان سب تک رسائی ناممکن ہے۔ اگر علماء اس کو سمجھ لیں اور ان کے دل عوام کی خیر خواہی کے جذبوں سے معمور ہوں تو یہ مسئلہ آسانی سے حل ہو سکتا ہے۔

ہم پورے شرحِ صدر اور نہایت یقین و اذعان سے یہ بات کہتے ہیں کہ ہم مسئلے کا جو حل پیش کریں گے، اس میں دائرۂ شریعت سے قطعاً تجاوز نہیں ہو گا بلکہ فقہی جکڑ بندیوں سے بھی باہر نکلنے کی ضرورت پیش نہیں آئے گی، کیونکہ بہت سے حنفی علما انہی فقہی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پابندیوں میں ہی جینا چاہتے ہیں۔

موجودہ حالات میں ایک مجلس کی تین طلاقوں کا صحیح حل

مسلمان عوام کی جہالت، بے صبری وعدم تحمل اور طریقۂ طلاق سے بے شعوری کی وجہ سے مسلمان عورتوں اور بچوں پر جو ظلم ہو رہا ہے، اس کے ازالے کا ایک ہی طریقہ اور اس مرض کا ایک ہی علاج ہے کہ بیک وقت دی گئیں تین طلاقوں کو ایک طلاقِ رجعی قرار دیا اور تسلیم کر لیا جائے تا کہ عدت کے اندر رجوع اور عدت گزرنے کی صورت میں نئے نکاح کے ذریعے سے ٹوٹا ہوا تعلق بحال ہو جائے۔ یوں بے شمار گھر اُجڑنے سے اور بچے بے سہارا ہونے سے بچ جائیں گے۔

یہ حل قرآن وحدیث کی تعلیمات کے مطابق ثابت شدہ بھی ہے اور اس کے اختیار کرنے سے مذہبِ حنفی سے خروج بھی لازم نہیں آتا۔ یہ دلائل الحمد للہ اتنے قوی ہیں اور موجودہ حالات کے تناظر میں ان کی صحت بھی اتنی یقینی ہے کہ برصغیر پاک وہند کے متعدد حنفی علما نے بھی ان سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے فتووں، مقالات اور سیمیناروں میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کر کے رجوع اور صلح کا حق دینا شرعاً بالکل صحیح ہے اور یہ دیا جانا چاہیے۔

مسئلہ زیر بحث، مذاہبِ اربعہ کی روشنی میں

برصغیر پاک وہند کے جن علمائے احناف نے طلاقِ ثلاثہ کے ایک طلاق رجعی ہونے کا موقف اختیار کیا ہے، وہ قرآن و حدیث کی تصریحات کے تو مطابق ہے ہی لیکن اس میں ائمہ اربعہ کے مسلک سے بھی انحراف نہیں پایا جاتا جن کی بابت یہ دہائی دی جاتی ہے کہ ان کے متفقہ مسلک سے انحراف کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ لیجئے! ائمہ اربعہ اور مذاہب اربعہ کا موقف بھی ذیل میں ملاحظہ فرمالیں:

مذاہب اربعہ کا متفقہ موقف... تاکید کے طور پر "تین طلاقیں، ایک ہی طلاق ہے"!

چاروں فقہوں (حنفی، حنبلی، شافعی اور مالکی) میں ایک اور نقطہ نظر سے بھی تین دفعہ طلاق کا لفظ دہرانے کے باوجود اسے ایک طلاق شمار کرنے کی گنجائش موجود ہے، حالانکہ یہ سب اصحابِ فقہ ایک وقت کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرنے کے قائل ہیں۔

چنانچہ کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعة کے مؤلف فقہ مالکی کی صراحت کرتے ہیں:

فقہ مالکی کا فتویٰ

الصورة الأولیٰ: أن يقول لها: أنتِ طالق طالق طالق بدون عطف وتعليق وحكم هذه الصورة أنه يقع بها واحدة إذا نوي بالثانية والثالثة التأكيد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: کتاب الطلاق، مبحث تعدد الطلاق: ۴ / ۳۱۰)

"اگر اس نے کہا: تجھے طلاق طلاق طلاق بغیر عطف اور تعلیق کے تو اس صورت میں ایک ہی طلاق ہو گی جب اس کی نیت دوسری، تیسری طلاق سے تاکید کی ہو۔"

فقہ حنبلی کا فتویٰ:

حنبلی مسلک کی کتاب 'المغنی' میں علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

فإن قال: أنت طالق طالق، طالق وقال أردت التوكيد قبل منه لأن الكلام يكرّر للتوكيد كقوله عليه السلام: فنكاحها باطل باطل باطل. وإن قصد الايقاع وكرّر الطلقات طلقت ثلاثا. وإن لم ينو شيئا لم يقع إلا واحدة

(المغنی از ابن قدامہ: ۷ / ۳۶۹، ۲۳۲ دار الفکر، بیروت ۱۹۸۴ء)

"اگر کہا: تجھے طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے اور کہے کہ میں نے تاکید کی غرض سے کہا تھا تو اس کا یہ بیان قبول کر لیا جائے گا کیونکہ بات تاکیداً دہرائی جاتی ہے جس طرح کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: " اس کا نکاح باطل ہے باطل ہے باطل ہے" (یعنی ایک حدیث میں نکاح کے باطل ہونے کا لفظ تاکید کی غرض سے تین مرتبہ دہرایا گیا ہے) لیکن اگر اس کی نیت تین طلاقوں کے ایقاع (واقع کرنے) کی تھی اور طلاقوں کو دہرایا تھا تو پھر تین طلاقیں واقع ہوں گی اور اگر کوئی نیت نہیں تھی تو صرف ایک طلاق ہو گی۔"

فقہ شافعی کا فتویٰ

شافعی مسلک کی کتاب روضۃ الطالبین میں امام نوویؒ لکھتے ہیں:

ولو كرّر اللفظة ثلاثا وأراد بالآخرتين تأكيد الأولىٰ لم يقع إلا واحدة

(روضۃ الطالبین ۸ / ۷۸، طبع المکتب الاسلامی، بیروت ۱۹۹۱ء)

"اگر اس نے طلاق کا لفظ تین مرتبہ دہرایا لیکن آخری دو مرتبہ سے اس کا مقصد پہلی طلاق کی تاکید تھا تو ایک ہی طلاق واقع ہو گی"

فقہ ظاہری کا فتویٰ

علامہ ابن حزم المحلّٰی میں لکھتے ہیں:

فلو قال لموطوئة: أنت طالق أنت طالق أنت طالق، فإن نوى التكرير لكلمته الأولى وإعلامها فهى واحدة وكذلك إن لم ينو بتكراره شيئا(المحلی: ۱۰ / ۱۷۴)

"مدخول بہا عورت سے شوہر نے کہا: تجھے طلاق، تجھے طلاق، تجھے طلاق۔ پس اگر اس تکرار سے اس کی نیت پہلی طلاق ہی کی تاکید اور اس کی اطلاع ہے تو یہ ایک ہی طلاق ہے اور اسی طرح اس وقت بھی ایک ہی طلاق ہو گی جب اس تکرار سے اس کی کوئی نیت ہی نہ ہو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فقہ حنفی کا فتویٰ

(۱) حنفی مسلک کی کتاب 'بہشتی زیور' میں مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم لکھتے ہیں:

"کسی نے تین دفعہ کہا: تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق، تینوں طلاقیں پڑ گئیں یا گول الفاظ میں تین مرتبہ کہا، تب بھی تین پڑ گئیں۔ لیکن اگر نیت ایک ہی طلاق کی ہے، فقط مضبوطی کے لئے تین دفعہ کہا کہ بات خوب پکی ہو جائے تو ایک ہی طلاق ہوئی لیکن عورت کو اس کے دل کا حال تو معلوم نہیں، اس لئے یہی سمجھے کہ تین طلاقیں مل گئیں۔" (بہشتی زیور: ۴ / ۱۹)

(۲) مولانا مجیب اللہ ندوی (بھارت): آپ بھی مسئلۂ طلاقِ ثلاثہ میں حنفی موقف کے نہایت سختی سے قائل ہیں لیکن اس کے باوجود اپنی کتاب 'اسلامی فقہ' میں لکھتے ہیں:

"البتہ اگر کسی نے اس طرح کہا کہ تجھ کو طلاق، طلاق، طلاق، تو اگر اس سے اس کی نیت تین طلاق دینے کی نہیں تھی بلکہ صرف تاکید کرنی مقصود تھی تو ایک ہی طلاق رجعی پڑے گی۔" (اسلامی فقہ: ۴ / ۲۶۰)

(۳) مفتی مہدی حسن (سابق صدر مفتی دارالعلوم دیوبند): اپنی کتاب اِقامۃ القیامۃ میں تحریر کرتے ہیں:

"اگر عورت مدخول بہا ہے اور ایک ہی طلاق دینے کا ارادہ تھا لیکن بتکرار لفظ تین طلاق دی اور دوسری اور تیسری طلاق کو بطورِ تاکید استعمال کیا ہو تو دیانتاً قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہو گا اور ایک طلاقِ رجعی واقع ہو گی، اس میں اختلاف نہیں۔" (اقامۃ القیامۃ: ص ۷۵)

مسلم ممالک میں طلاق کا قانون

مسلم ممالک نے تطلیقاتِ ثلاثہ کے سلسلے میں جو قوانین بنائے ہیں، ان کی حیثیت شرعی حجت کی نہیں ہے، اس لئے ان قوانین کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا، تاہم یہ معلوم کرنا خالی از دلچسپی نہ ہو گا کہ کن ممالک نے اس سلسلے میں اقدامات کئے ہیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر، یعنی بغرضِ معلومات اس کی تفصیل پیش کی جاتی ہے:

(۱) سب سے پہلے مصر نے ۱۹۲۹ء میں ایک ہی وقت کی تین طلاقوں کے اُصول کو ختم کر دیا اور قانون یہ بنایا کہ متعدد طلاقیں صرف ایک شمار ہوں گی اور وہ رجعی ہو گی۔ پیر کرم شاہ ازہری نے بھی اپنی مذکورہ کتاب میں اس مصری قانون کی مختصر تفصیل پیش کی ہے اور اس کے حوالے سے پاکستان کے حنفی علما کو بھی یہی مسلک اپنانے کی تلقین کی ہے۔ اس قسم کا قانون سوڈان نے ۱۹۳۵ء میں، اُردن نے ۱۹۵۱ء میں، شام نے ۱۹۵۳ء میں، مراکش نے ۱۹۵۸ء میں، عراق نے ۱۹۰۹ء میں اور پاکستان نے ۱۹۶۱ء میں نافذ کیا۔ ('ایک مجلس کی تین طلاقیں۔۔۔ از راقم: ص ۴۸، ۴۹)

علمائے حنفیہ کے لئے دعوتِ غور و فکر

اور اب سب سے آخر میں مولانا اشرف علی تھانوی کا طرزِ عمل ملاحظہ فرمائیں۔ ضرورت کے تحت فقہ حنفی کو چھوڑنے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لئے مولانا اشرف علی تھانوی کا طرزِ عمل ایک مثال ہے:

آج سے تقریباً ۸۸ سال قبل ۱۳۵۱ھ / ۱۹۳۲ء میں مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے ایک کتاب تالیف فرمائی تھی جس کا نام ہے: الحيلة الناجزة في حليلة العاجزة (مشکلات سے دوچار شادی شدہ عورت کے لئے کامیاب حیلہ یا تدبیر) اس میں حسبِ ذیل عورتوں کی مشکلات کا حل پیش کیا گیا تھا:

☆نامرد شخص کی بیوی ☆مجنون شخص کی بیوی

☆مُتعنّت (نان نفقہ نہ دینے والے) کی بیوی ☆مفقود الخبر (لاپتہ شوہر) کی بیوی

ان کا حل پیش کرنے کی وجہ یہ تھی کہ فقہ حنفی میں مذکورہ عورتوں کی مشکلات کا یعنی خاوندوں سے گلو خلاصی (چھٹکارا) حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں ہے، اس بات کا اعتراف اس کتاب کے نئے ایڈیشن کے دیباچے میں مولانا تقی عثمانی صاحب نے بھی کیا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"ایسی خواتین جنہوں نے نکاح کے وقت تفویض طلاق کے طریقے کو اختیار نہ کیا ہو، اگر بعد میں کسی شدید مجبوری کے تحت شوہر سے گلو خلاصی حاصل کرنا چاہیں، مثلاً شوہر اتنا ظالم ہو کہ نہ نفقہ دیتا ہو، نہ آباد کرتا ہو، یا وہ پاگل ہو جائے یا مفقود الخبر ہو جائے یا نامرد ہو اور از خود طلاق یا خلع پر آمادہ نہ ہو تو اصل حنفی مسلک میں ایسی عورت کے لئے شدید مشکلات ہیں، خاص طور پر ان مقامات پر جہاں شریعت کے مطابق فیصلے کرنے والا کوئی قاضی موجود نہ ہو، ایسی عورتوں کے لئے اصل حنفی مسلک میں شوہر سے رہائی کی کوئی صورت نہیں ہے۔" (الحلیۃ الناجزۃ: ص ۱۰، دار الاشاعت کراچی)

مولانا اشرف علی تھانوی نے مذکورہ بیشتر مسائل میں فقہ حنفی کو ترک کر کے مالکی مذہب کے مطابق فتویٰ دیا اور اس کی روشنی میں ان کو اپنے شوہروں سے گلو خلاصی (چھٹکارے) کا طریقہ بتلایا، اس کی تفصیل مذکورہ کتاب میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے، علاوہ ازیں مولانا تھانوی کے ان فتووں کو اس وقت کے تمام کبار حنفی علما نے بھی تسلیم کیا جن کی تصدیقات بھی اس کتاب میں موجود ہیں۔ کسی نے بھی ان پر فقہ حنفی سے خروج کا فتوی نہیں لگایا کیونکہ کتاب میں مولانا تھانوی نے صراحت کی ہے کہ ضرورتِ شدیدہ کے وقت کسی دوسری فقہ پر عمل کرنے کی اجازت خود فقہاے احناف نے دی ہے۔ اسی اجازت کی وجہ سے یہ سہولتیں عورتوں کو دی جا رہی ہیں جو فقہ حنفی میں نہیں ہیں۔

یہاں یہ مثال پیش کرنے سے مقصود یہ ہے کہ بیک وقت دی گئیں تین طلاقوں کو نافذ کر کے دفعتاً میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا فیصلہ کر دینا بھی ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے بے شمار پیچیدگیاں اور معاشرتی مسائل پیدا ہو رہے ہیں اس کے حل کے لئے بھی ضروری ہے کہ موجودہ علماے احناف مولانا تھانوی کی طرح ایسا اقدام کریں کہ مسئلہ طلاقِ ثلاثہ کی وجہ سے مسلمان عورت جن آلام و مصائب کا شکار ہوتی ہے، اس سے محفوظ ہو جائے اور وہ حل یہی ہے کہ زیر بحث طلاقِ ثلاثہ کو ایک طلاق رجعی شمار کریں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جس کی پوری گنجائش شریعت میں بھی موجود ہے اور فقہ حنفی سمیت دیگر مذاہبِ ثلاثہ میں بھی ہے۔

تحقیقی جائزہ

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا مسئلہ صدیوں سے چلا آرہا ہے لیکن اب صورت حال کافی مختلف ہے۔ اب مسلمانوں کی اکثریت اسلامی تعلیمات سے نابلد ہے اور صبر و تحمل سے بھی عاری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پہلے طلاق کی شرح برائے نام تھی تو اب اس کی شرح آسمانوں سے باتیں کرتی نظر آتی ہے۔ جس چیز کا حل شریعت اسلامیہ میں موجود ہے حتی کہ فقہ حنفی میں بھی اس کے بعض شرعی متبادل پائے جاتے ہیں لیکن ایسے متوازن حل کی طرف پیش قدمی کی بجائے حلالہ کا ناجائز راستہ دکھایا جاتا ہے۔ کیا ایک مسلمان کی جہالت کا ازالہ حلالہ اختیار کیے بغیر نہیں ہو سکتا۔ اسلام کے نظام طلاق میں قطعاً ایسی کوئی بات نہیں ہے جس سے مسلمان عورت پر ظلم کا دروازہ کھلے۔

مذکورہ مضمون میں مضمون نگار نے اس مسئلے کا حل شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے پیش کیا ہے۔ جو قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق ثابت شدہ بھی ہے اور اس کے اختیار کرنے سے مذہب حنفی سے خروج بھی لازم نہیں آتا۔

مضمون نگار نے مسئلہ کے حل کے لیے جو دلائل پیش کیے ہیں وہ اتنے قوی ہیں اور موجودہ حالات کے تناظر میں ان کی صحت بھی اتنی یقینی ہے کہ پاک و ہند کے متعدد حنفی علماء نے بھی ان سے اتفاق کرتے ہوئے اپنے فتووں، مقالات اور سیمیناروں میں اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ مجلس واحد کی تین طلاقوں کو ایک طلاق شمار کر کے رجوع اور صلح کا حق دینا شرعاً بالکل صحیح ہے اور یہ دیا جانا چاہیے۔

مضمون نگار نے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک تسلیم کرنے والے بھارتی حنفی علماء کے اسمائے گرامی کی فہرست پیش کرنے کے بعد ان کی آراء کا جائزہ لیا ہے۔

مضمون نگار نے مذاہب اربعہ کے ائمہ کرام کا موقف بھی بیان کیا ہے۔ ان کے فتاوٰی جات کو اپنے مضمون میں شامل کیا ہے۔

مضمون نگار نے مسلم ممالک میں تطلیقات ثلاثہ کے سلسلے میں جو قوانین بنائے ہیں ان کی تفصیل بیان کرنے کے بعد اپنا موقف بیان کرتے ہیں کہ ان قوانین کی حیثیت شرعی حجت کی نہیں ہے۔ اس لیے ان قوانین کو دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسئلے کے حل کے پیش نظر مضمون نگار کا موقف ہے کہ طلاق ثلاثہ کو ایک طلاق رجعی شمار کیا جائے جس کی پوری گنجائش شریعت میں بھی موجود ہے۔اور فقہ حنفی سمیت دیگر مذاہب ثلاثہ میں بھی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) طلاق کے ضروری مسائل واقسام

(صلاح الدین یوسف)

شمارہ:۳۸۴ جلد:۵۰ عدد:۳ ذوالحجہ ۱۴۴۰ھ اگست:۲۰۱۹

تفسیر اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ یعنی "طلاق دو مرتبہ ہے"

وہ طلاق جس میں خاوند کو (عدت کے اندر) رجوع کا حق حاصل ہے، وہ دو مرتبہ ہے۔ پہلی مرتبہ طلاق کے بعد بھی اور دوسری مرتبہ طلاق کے بعد بھی رجوع ہو سکتا ہے۔ تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد رجوع کی اجازت نہیں۔ زمانۂ جاہلیت میں یہ حق طلاق ورجوع غیر محدود تھا جس سے عورتوں پر بڑا ظلم ہوتا تھا۔ آدمی بار بار طلاق دے کر رجوع کرتا رہتا تھا۔ اس طرح سے اسے نہ بساتا تھا، نہ آزاد کرتا تھا۔ اللہ نے اس ظلم کا راستہ بند کر دیا۔ اور پہلی یا دوسری مرتبہ سوچنے اور غور کرنے کی سہولت سے محروم بھی نہیں کیا۔ ورنہ اگر پہلی مرتبہ کی طلاق میں ہی ہمیشہ کے لیے جدائی کا حکم دے دیا جاتا تو اس سے پیدا ہونے والی معاشرتی مسائل کی پیچیدگیوں کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے طلقتان (دو طلاقیں) نہیں فرمایا، بلکہ " اَلطلاقُ مرَّتٰنِ "طلاق دو مرتبہ فرمایا، جس سے اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ بیک وقت دو یا تین طلاقیں دینا اور اُنہیں بیک وقت نافذ کر دینا حکمتِ الٰہیہ کے خلاف ہے۔ حکمتِ الٰہیہ اس بات کی مقتضی ہے کہ ایک مرتبہ طلاق کے بعد (چاہے وہ ایک ہو یا کئی ایک) اور اس طرح دوسری مرتبہ طلاق کے بعد (چاہے وہ ایک ہو یا کئی ایک) مرد کو سوچنے سمجھنے اور جلد بازی یا غصے میں کئے گئے کام کے ازالے کا موقع دیا جائے۔ یہ حکمت ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک طلاقِ رجعی قرار دینے میں ہی باقی رہتی ہے جیسا کہ اہل حدیث کا مذہب ہے، نہ کہ تینوں کو بیک وقت نافذ کر کے سوچنے اور غلطی کا ازالہ کرنے کی سہولت سے محروم کر دینے کی صورت میں جیسا کہ بعض لوگوں کا اصرار ہے۔

طلاق دینے کا صحیح طریقہ اور غلط طریقے سے پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کا حل

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں طلاق دینے کا وہ صحیح طریقہ بھی بیان کر دیا جائے جو شریعت میں پسندیدہ ہے اور غلط طریقے سے یعنی ایک ہی مجلس میں بیک وقت تین طلاقیں دینے سے جو معاشرتی مسائل اور پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، ان کا صحیح حل بھی عرض گزار کر دیا جائے، تاکہ عوام مشکلات سے بچ جائیں۔

طلاق دینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حالتِ طہر میں بیوی سے صحبت کیے بغیر صرف ایک طلاق دی جائے، اور وہ بھی صرف اس صورت میں کہ اس کے بغیر چارہ نہ ہو۔ اس کے بعد اگر رجوع اور صلح کی صورت بن جائے تو محدثین اور فقہاے اربعہ سب کے نزدیک تین حیض یا تین مہینے کے اندر رجوع اور عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے اور اگر طلاق دینے کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد رجوع نہ ہو اور عدت (تین حیض) گزر جائے تو ان کے مابین تعلق زوجیت ختم ہو جائے گا۔ مطلقہ بیوی اس کے بعد آزاد ہے جہاں چاہے نکاح کرے، حتیٰ کہ پہلے خاوند سے بھی نکاح کر سکتی ہے۔ اس طریقے میں دوسری اور تیسری طلاق دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ اور موٹی سی بات ہے کہ جب ایک مرتبہ ہی طلاق دینے سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے تو بیک وقت تین طلاقیں کیوں دی جائیں؟ لیکن ہمارے ملک میں جہالت عام ہے، حتیٰ کہ وکلا اور عرضی نویس حضرات بھی بے علم ہیں اور جس طرح جاہل لوگ بے سوچے سمجھے ایک ہی سانس میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں، اگر کوئی وکیل یا وثیقہ نویس سے طلاق لکھواتا ہے تو وہ بھی تین طلاقیں لکھ کر اسے دے دیتے ہیں۔ حالانکہ نبی ﷺ نے ایک مرتبہ تین طلاقیں دینے پر شدید غصے کا اظہار فرمایا ہے اور اسے اللہ کی کتاب کے ساتھ استہزا اور مذاق قرار دیا ہے۔ (اس کی سند میں اگرچہ ضعف ہے لیکن دیگر احادیث اس مفہوم کی مؤید ہیں) اور اسی غلط طریقے کی وجہ سے پھر اختلاف بھی واقع ہوتا ہے۔

کچھ علماء کہتے ہیں کہ اس طرح تینوں طلاقیں واقع ہو گئی ہیں اور اب حلالہ کے سوا کوئی چارہ نہیں، اس کے بغیر دونوں کا دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ حلالے کا کوئی تصور اسلام میں نہیں ہے، یہ ایک لعنتی فعل ہے جسے کوئی غیرت مند مرد اور عورت برداشت نہیں کر سکتی اور نبی ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے: "لعنَ رَسولُ الله ﷺ المحلَّ وَالمحللَ لهُ" (صحیح الجامع الصغیر حدیث: ۵۱۰۱، جامع ترمذی حدیث ۱۱۲۰) اور حلالہ کرنے والے کو التیسِ المستعارِ (ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب المحلل والمحلل لہ، حدیث: ۱۹۳۶ (شیخ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے) 'کرائے کا سانڈ' کہا ہے۔

اس کے برعکس دوسرے علماء کا موقف یہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاقِ رجعی شمار ہوں گی، یعنی اس کے بعد خاوند اگر رجوع کرنا چاہیے تو وہ تین مہینے کی عدت کے اندر رجوع کر سکتا ہے، اس کے لیے اسے نکاح کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ ہاں اگر عدت گزرنے کے بعد صلح کرنا چاہیں گے تو پھر نکاح ضروری ہے اور حلالے کے بغیر ان کا باہم نکاح کرنا جائز ہو گا۔ پہلی مرتبہ اور دوسری مرتبہ طلاق میں یہی حکم ہو گا۔ البتہ تیسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد نہ رجوع ہو سکتا ہے اور نہ نکاح حتی تنكحَ زَوْجا غيرَہ "جب تک کہ وہ کسی اور جگہ نکاح نہ کرے۔" اس موقف کے دلائل حسب ذیل ہیں:

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فِامساکٌ بمعرُوْفٍ اَوْ تسرِيحٌ باِحسانٍ (سورۃ البقرۃ:۲۲۹)

"طلاق دو مرتبہ ہے، پس (اس کے بعد) بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا احسان کے ساتھ چھوڑ دینا۔"

مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کو طلاق دینے کے بعد بیوی سے رجوع کر کے اپنے پاس روک لینے یا طلاق کو مؤثر کر کے احسان کے ساتھ اسے اپنے سے جدا کر دینے کا دو مرتبہ حق حاصل ہے۔ یعنی پہلی اور دوسری طلاق، طلاقِ رجعی ہے جس میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خاوند کو عدت کے اندر رجوع کرنے کا حق شرعی طور پر حاصل ہے۔ البتہ تیسری طلاق کے بعد یہ حق نہیں۔ تیسری طلاق کے بعد بیوی ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاتی ہے، اس سے رجوع ہو سکتا ہے نہ نکاح۔ یہاں تک کہ وہ کسی اور شخص سے آباد ہونے کی نیت سے باقاعدہ نکاح کرے۔ پھر وہ اپنی مرضی سے اسے طلاق دے دے یا فوت ہو جائے، تو پہلے خاوند سے اس کا دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔

طلاق اور اس کا طریقہ

(۱) مرد اور عورت کے درمیان نکاح کا رشتہ قائم ہو جانے کے بعد اکثر مذاہب میں علیحدگی اور طلاق کا کوئی تصور نہیں ہے، حالانکہ بعض دفعہ جب دونوں کے مزاجوں میں موافقت اور ہم آہنگی پیدا نہ ہو سکے تو طلاق اور علیحدگی ہی میں دونوں کی بھلائی ہوتی ہے۔ اس لیے اسلام نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے تاہم مرد کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ اپنے اس حق طلاق کو آخری چارۂ کار کے طور پر ہی استعمال کرے۔ اس سے پہلے اصلاح کی جو چار تدابیر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء میں بیان فرمائی ہیں، ان کو بروئے کار لایا جائے۔ پھر بھی بات نہ بنے تو پھر طلاق کا فیصلہ کیا جائے۔

(۲) یہ فیصلہ کر لینے کے بعد یوں ہی طلاق نہ دی جائے بلکہ اس کے لیے یہ طریق کار بتلایا گیا ہے کہ ایامِ حیض میں طلاق نہ دی جائے۔ نبی ﷺ نے سیدنا عبداللہ ابن عمر پر برہمی کا اظہار فرمایا تھا جب اُنہوں نے ایام حیض میں اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی۔ بلکہ اس وقت طلاق دی جائے جب بیوی کے ایامِ حیض ختم ہو جائیں اور وہ پاک ہو جائے۔ اس حالت کو طہر کہا جاتا ہے تو حکم یہ ہے کہ حالتِ طہر میں طلاق دی جائے اس سے صحبت کیے بغیر۔

اس حکم کا فائدہ یہ ہے کہ اکثر مرد حق طلاق کا بے جا استعمال کرتے ہوئے وقتی طور پر اشتعال اور غصے میں فوراً طلاق دے بیٹھتے ہیں، پھر پچھتاتے ہیں کہ یہ کیا ہو گیا؟ جبکہ ہم میاں بیوی کا نباہ صحیح طریقے سے ہو رہا ہے۔ اگر اشتعال اور غصے میں طلاق نہ دی جائے اور ایسے طہر کا انتظار کیا جائے جس میں خاوند نے بیوی سے ہم بستری نہ کی ہو، جیسا کہ حکم ہے تو اس انتظار کی وجہ سے اکثر و بیشتر غصے اور اشتعال کی کیفیت ختم ہو جاتی ہے اور آدمی کو طلاق دینے کی ضرورت ہی پیش نہیں آتی۔ اور یوں طلاق کی شرح بہت ہی گھٹ جاتی ہے۔ پھر طلاق صرف اسی صورت میں دی جائے گی جب مرد نے قطعی طور پر، اصلاح کی ساری تدابیر اختیار کرنے کے بعد، طلاق دینے ہی کا فیصلہ کر لیا ہو گا۔

(۳) جب طلاق دی جائے تو ایک ہی طلاق دی جائے، یعنی طلاق کا لفظ صرف ایک مرتبہ ہی استعمال کیا جائے: میں تجھے طلاق دیتا ہوں، یا تجھے طلاق ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہے کہ اگر طلاق دینے کے بعد صلح کی صورت بن جائے تو نہایت آسانی سے صلح کا مرحلہ طے ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح کہ ایک طلاق کی صورت میں تمام مکاتبِ فکر کے نزدیک عدت (تین حیض یا تین مہینے) کے اندر بغیر نکاح کے رجوع اور صلح کر لینا جائز ہے اور رجوع کے لیے زبان ہی سے رجوع کا اظہار کر دینا کافی ہے۔ اس کے لیے کسی خاص عمل کا کرنا ضروری نہیں ہے اور اگر عدت گزر جائے تو ان کے درمیان دوبارہ نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ رجوع کرنے کے بعد دوبارہ بھی ایک طلاق دینے کی صورت میں عدت کے اندر رجوع کرنے کی اور عدت گزر جانے پر نئے نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال کرنے کا موقع رہتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید میں اللہ نے اَلطلاقُ مرَّتٰنِ (البقرۃ ۲ : ۲۲۹) میں دو مرتبہ طلاق دے کر مرد کو رجوع کرنے کا حق دیا ہے۔

پیچیدگی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ایک ہی مرتبہ طلاق، طلاق، طلاق کا لفظ استعمال کر لیا جاتا ہے، حالانکہ ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دینا ممنوع ہے اور نبی ﷺ نے اس پر سخت ناراضی کا اظہار فرمایا ہے۔ اس لیے اس میں بھی تمام مکاتبِ فکر متفق ہیں کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا ناجائز ہے۔ لیکن عوام جہالت کی وجہ سے غصے میں اسلام کی اس اہم ہدایت کی پروا نہیں کرتے اور ایک ہی وقت میں تین طلاقیں دے دیتے ہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ علمائے احناف اس کو تین ہی قرار دے کر صلح اور رجوع کا راستہ بالکل بند کر دیتے ہیں۔ اس صورت میں عوام بڑے پریشان ہوتے ہیں، اکثر لوگ کہتے ہیں کہ ہماری نیت بیوی سے جدائی کی نہیں تھی، بس غصے میں طلاق دے بیٹھے، اور ہم یہ سمجھتے تھے کہ جب تک طلاق کا لفظ تین مرتبہ استعمال نہیں کریں گے تو طلاق ہی نہیں ہو گی، اشٹام پیپر میں بھی اس لیے تین طلاقیں لکھوائی جاتی ہیں۔

بنابریں طلاق دینے کا اگر فیصلہ کر ہی لیا جائے تو ایک ہی طلاق دی جائے۔ اس کے بڑے فائدے ہیں کیونکہ بعض دفعہ آدمی طلاق تو دے بیٹھتا ہے لیکن جب اس کے نقصانات اس کے سامنے آتے ہیں، مثلاً: میاں بیوی میں آپس میں بڑا پیار ہے، وہ ایک دوسرے کے بغیر نہیں رہ سکتے، یا اولاد کا مسئلہ ہے، طلاق کے بعد ان کا مستقبل تاریک ہو جائے گا وغیرہ۔ اس قسم کی صورتوں میں اگر وہ دوبارہ ازدواجی تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں تو ایک طلاق کی صورت میں عدت کے اندر صلح اور رجوع کر کے اپنی غلطی کا ازالہ کر لیا جانا بڑا آسان ہے۔ اس کی راہ میں فقہی اختلاف بھی آڑے نہیں آتا۔ اس کے برعکس اکٹھی تین طلاقیں دینے کی صورت میں فقہی اختلاف کی وجہ سے معاملہ گھمبیر ہو جاتا ہے کیونکہ حنفی علماء اس صورت میں صلح کی اجازت نہیں دیتے۔ وہ حلالہ کروا کے دوبارہ نکاح کی بحالی کا فتویٰ دیتے ہیں جو ایک لعنتی اور بے غیرتی کا کام ہے، جسے کوئی غیرت مند مرد گوارا نہیں کرتا، علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کروایا جائے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (سنن ابی داؤد، حدیث:۲۰۷۸، ابن ماجہ، حدیث:۱۹۳۶)

بصورتِ دیگر یہ گھرانہ اُجڑ جاتا ہے، مرد الگ پریشان ہوتا ہے، بیوی کی زندگی بھی اجیرن ہو جاتی ہے اور بچوں کا مستقبل بھی تباہ۔ اور بعض دفعہ بچوں کو لینے دینے کے لیے عدالتی کارروائی میں دونوں میاں بیوی خوب خوار ہوتے ہیں۔ تاہم کسی ایک کے حق میں فیصلہ ہو جانے کے بعد بھی بچے پریشان کن صورت حال سے دوچار رہتے ہیں، ان کو ماں کی جدائی برداشت کرنی پڑتی ہے یا باپ کی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورت کو اپنا رویہ صحیح رکھنا چاہیے!

یہاں تک تو بات تھی مرد کے حق طلاق اور اس کے طریقۂ استعمال کی۔ اس مقام پر ہم چند باتیں خواتین سے بھی عرض کرنا مناسب بلکہ ضروری سمجھتے ہیں اور وہ یہ کہ مرد اکثر و بیشتر عورتوں کے رویوں کی وجہ سے طلاق دینے پر مجبور ہوتے ہیں، ورنہ کسی کو بھی اپنا گھر اُجاڑنا پسند نہیں۔ بنابریں عورتوں کو ہر وقت اپنا رویّہ درست رکھنا چاہیے اور مرد کو اتنا پریشان نہیں کرنا چاہیے کہ معاملہ طلاق تک پہنچ جائے۔

علاوہ ازیں عورت مرد کو اشتعال اور غصہ دلانے والی باتوں سے گریز کرے۔ اپنی زبان پر کنٹرول رکھے، بالخصوص جب خاوند غصے میں ہو۔ بالعموم فساد زبان کی بے احتیاطی سے پیدا ہوتا اور بڑھتا ہے۔ اسی لیے اسلام نے زبان کی حفاظت پر بہت زور دیا ہے۔

اسی طرح جب خاوند عورت کے رویے سے تنگ آ کر یہ کہتا ہے کہ میں تجھے طلاق دے دوں گا تو اکثر نادان عورتیں اپنی اصلاح کرنے کے بجائے، کہہ دیتی ہیں: اچھا طلاق دے دے اور خاوند اس کے جواب میں طلاق دے ڈالتا ہے، ظاہر بات ہے کہ یہ رویہ اپنے پیروں پر آپ ہی کلہاڑی مارنے والی بات ہے۔

بعض عورتیں اپنے خاوند کی ماں (اپنی ساس) یا اس کی بہنوں (نندوں) کی بابت خاوند کو یہاں تک کہہ دیتی ہیں کہ ماں کو (یا بہن) کو رکھ لے یا مجھے رکھ لے۔ ساس یا نندوں کے ساتھ گزارا کرنے کے بجائے ان سے اتنی شدید نفرت کا اظہار بھی اکثر و بیشتر طلاق پر منتج ہوتا ہے۔ ایسے رویے سے بھی بچا جائے۔

عورت کو یاد رکھنا چاہیے کہ آسمان کے نیچے زمین پر خاوند اس کے لیے سائبان کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس سے اگر وہ محروم ہو گئی تو عورت کی حیثیت ایک کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہے جس کو تند و تیز ہوائیں کسی ویرانے میں پھینک دیتی ہیں یا آوارہ لڑکوں کے ہاتھوں میں ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے۔ یا پھر عورت بھائیوں کی دستِ نگر بن کر ذلت و خواری کی زندگی گزارنے پر مجبور ہوتی ہے۔

طلاق کی قسمیں

(۱) طلاقِ رجعی: وہ طلاق ہے جس میں عدت کے اندر خاوند کو رجوع کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور یہ حق رجوع صرف پہلی اور دوسری طلاق میں ہے، تیسری طلاق کے بعد نہیں۔

(۲) طلاق بائن: یہ وہ طلاق ہے کہ خاوند نے ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا، رجوع نہیں کیا، حتی کہ عدت گزر گئی۔ لیکن یہ بینونہ صغریٰ ہے۔ اس میں عدت گزر جانے کے بعد خاوند کے ساتھ دوبارہ نکاح کے ذریعے سے تعلق بحال ہو سکتا ہے۔ (یہ پہلی اور دوسری طلاق کی حد تک ہے کیونکہ رجوع یا نکاح کے بعد بھی حقِ طلاق شمار میں آئے گا، یعنی ایک طلاق کے بعد رجوع یا نکاح ہوا ہے تو دو مرتبہ حقِ طلاق باقی رہے گا۔ دوسری طلاق کے بعد رجوع یا نکاح ہوا ہے تو ایک حقِ طلاق باقی رہ جائے گا۔)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) طلاق بائنہ مغلظہ :اس سے مراد وہ طلاق ہے کہ خاوند دو مرتبہ طلاق دے کر عدت کے اندر رجوع کر چکا ہے، پھر اس نے کچھ عرصے کے بعد طلاق دے دی، یہ تیسری طلاق، طلاقِ بائنہ مغلظہ ہے، اسے طلاقِ بتّہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس طلاق کے بعد خاوند رجوع کر سکتا ہے اور نہ اس سے نکاح۔

اب حلالہ شرعیہ کے بغیر زوجِ اوّل سے نکاح نہیں ہو سکتا۔ اور حلالہ مروّجہ ملعونہ کے ذریعے سے کیا گیا نکاح باطل ہے۔ اس نکاحِ باطل سے عورت زوجِ اول کے لیے حلال نہیں ہو گی۔

(۴) طلاق بالکنایہ :اس میں طلاق کا لفظ خاوند استعمال نہیں کرتا بلکہ ذو معنیٰ لفظ استعمال کرتا ہے، جیسے تو میری طرف سے آزاد ہے یا فارغ ہے وغیرہ، اس قسم کے الفاظ سے اگر طلاق کی نیت ہو گی تو طلاق ہو گی بصورت دیگر طلاق نہیں ہو گی۔

احناف کی بیان کردہ طلاق کی تین قسمیں

یہاں ایک بات بھی سمجھ لینی چاہیے کہ فقہائے احناف نے طلاق کی تین قسمیں بیان کی ہیں اور وہ بہت مشہور ہیں۔ ایک طلاق احسن، دوسری طلاق حسن اور تیسری طلاق بدعی۔ طلاق احسن وہ ہے جو خاوند حالتِ طہر میں ہم بستری کیے بغیر ایک طلاق دے اور عدت میں رجوع نہ کرے، حتیٰ کہ عدت گزر جانے پر ان کے درمیان جدائی ہو جائے۔ طلاق حسن یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے، اس طرح تین طہروں تین مہینوں میں تین طلاقیں پوری ہو کر طلاق مغلظہ، یا طلاق بتّہ واقع ہو جائے گی۔ تیسری قسم طلاق بدعی ہے اور اس سے مراد وہ طلاق ہے جو حالت حیض میں دی جائے۔ حیض میں طلاق دینا ممنوع ہے تاہم حیض میں دی گئی طلاق واقع ہو جائے گی۔

'طلاقِ حسن' طلاق کی بدترین قسم ہے!

'طلاق حسن' جو بہت مشہور ہے اور یہ طریقہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیان کیا ہے (سنن نسائی، ابن ماجہ وغیرہ) اس لیے اسے مسنون طریقہ سمجھ لیا گیا ہے اور اسے طلاقِ سنت کا نام دے دیا گیا ہے حالانکہ اسے طلاق سنت قرار دینا دینا کسی لحاظ سے بھی صحیح نہیں ہے۔ اسی لیے مصنّف ابن ابی شیبہ میں وہ طریقہ بھی منقول ہے جو سب سے بہتر بلکہ صحیح طریقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ حالتِ طہر میں ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے۔ حتیٰ کہ تین حیض گزر جائیں۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، حدیث:۱۸۰۳۶)

ہدایہ میں ہے کہ "صحابہ اس بات کو مستحب سمجھتے تھے کہ طلاق کا عمل ایک طلاق سے زیادہ نہ کیا جائے حتیٰ کہ عدت گزر جائے، یہ ان کے نزدیک، ہر طہر میں طلاق دینے کے مقابلے میں افضل ہے۔"

طلاق کی دوسری قسم 'طلاق حسن ہے جسے طلاق سنت مشہور کر دیا گیا ہے، طلاق کی بدترین قسم ہے اس لیے کہ اس طرح طلاق کا عمل (پروسیس) تین حیضوں (یا تین مہینوں) میں مکمل ہوتا ہے اور اس طرح یہ طلاقِ مغلظہ یا طلاق بتّہ بن جاتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کے بعد میاں بیوی میں دوبارہ تعلق کی بحالی کا راستہ ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتا ہے۔اس راستے کو کھولنے کے لیے حلالہ مروجہ ملعونہ کے جواز کا فتوی احناف کی طرف سے دیا جاتا ہے جو کسی غیرت مند مرد یا عورت کے لیے قابل برداشت نہیں ہے۔ یہ طریقہ حسن یا سنت کس طرح ہو سکتا ہے۔اس لیے خود احناف کی سب سے معتبر کتاب ہدایہ میں امام مالک کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ طلاق کا یہ طریقہ بدعت ہے طلاق صرف ایک ہی مباح ہے۔ وقال مالك: إنه بدعة، ولايباح إلا واحدة .

(الھدایۃ:۱ /۲۲۶،المکتبۃ الاسلامیۃ،بحوالہ المکتبۃ الشاملۃ)

بہر حال طلاق کا صحیح مسنون طریقہ یہی ہے کہ ایک طلاق دے کر چھوڑ دیا جائے۔اگر صلح کی صورت نہیں بنتی اور عدت گزر جاتی ہے تو اس کے بعد عورت آزاد ہے اور وہ اپنے ولی کی اجازت سے جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔اس طریقۂ کار کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ عدت کے اندر (پہلی اور دوسری طلاق میں) رجوع ہو سکتا ہے۔اگر عدت گزرنے کے بعد صلح کی صورت بنے تو بذریعہ نکاح دوبارہ تعلق بحال ہو سکتا ہے۔اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔

یہاں تک اَلطلاقُ مرَّتنِ کی وضاحت ہے۔ فاِمساكٌ بمعرُوْفٍ (دو مرتبہ طلاق دینے کے بعد) پھر روک رکھنا ہے موافق دستور کے۔یعنی رجوع کر کے اچھے طریقے سے اسے بسانا۔یہ حکم پہلی یا دوسری مرتبہ طلاق دینے کے بعد کے لیے ہے، اس کے بعد اس سے نہ رجوع ہو سکتا ہے اور نہ ہی دوبارہ نکاح۔اس لیے اسے احسان،یعنی ہدیے کے ساتھ رخصت کر دو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی جائزہ:

مذکورہ مضمون میں مضمون نگار نے طلاق دینے کا صحیح طریقہ جو کہ قرآن و سنت سے ثابت ہے بیان کیا ہے۔ اور غلط طریقے سے پیدا ہونے والی پیچیدگیوں سے عوام الناس کو آگاہ کیا ہے اور پھر ان کا حل بھی پیش کیا ہے تا کہ لوگ مشکلات سے بچ سکیں۔

طلاق دینے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ حالت طہر میں بیوی سے صحبت کیے بغیر صرف ایک طلاق دی جائے اس کے بعد اگر رجوع اور صلح کی صورت بن جائے تو تین حیض یا تین مہینے کے اندر رجوع اور عدت گزر جانے کے بعد دوبارہ نکاح ہو سکتا ہے۔ اگر طلاق دینے کے بعد رجوع نہ ہو تو عدت گزر جانے کے بعد ان کے مابین تعلق زوجیت ختم ہو جائے گا۔ مطلقہ بیوی اس کے بعد آزاد ہے جہاں چاہے نکاح کرے۔ حتیٰ کہ پہلے خاوند کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے۔ اس طریقے میں دوسری اور تیسری طلاق دینے کی نوبت ہی نہیں آتی۔

بعض علماء کے نزدیک تین طلاقیں ہو جانے کے بعد حلالہ کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ حالانکہ اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے دونوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اور حلالہ کرنے والے کو التیس المستعار یعنی کرائے کا سانڈ کہا ہے۔

اس کے برعکس دوسرے علماء کا موقف یہ ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق رجعی شمار ہو گی۔

مضمون نگار نے اپنے موقف کو ثابت کرنے کے لیے قرآنی آیات کو بطور حوالہ و دلیل پیش کیا ہے۔

مضمون نگار نے مسئلہ کے حل کے لیے ان احادیث کو پیش نظر رکھا ہے جو سند کے اعتبار سے صحیح ترین ہیں۔

مضمون نگار نے مسئلے کے حل کے لیے عہد رسالت ﷺ، عہد ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی خلافت کے واقعات کو بھی بطور حوالہ پیش کیا ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں پڑ جانے کا مذہب جمہور علماء کا ہے۔ اور ائمہ و اربعہ اس پر متفق ہیں۔

جمہور علماء اور ائمہ و اربعہ کے علاوہ بعض علماء اس کے قائل ضرور ہیں کہ ایک طلاق رجعی ہوتی ہے اور یہ مذہب اہل حدیث نے بھی اختیار کیا ہے۔

بیک وقت تین طلاقیں دینا ممنوع ہے۔ اس پر تمام مکاتب فکر متفق بھی ہیں۔ علمائے احناف اس کو تین قرار دے کر صلح اور رجوع کا راستہ بالکل بند کر دیتے ہیں۔

فقہی جمود میں مبتلا علماء کرام کے پاس اس معاشرتی مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے۔ البتہ شریعت اسلامیہ میں اس کا حل موجود ہے۔ کہ ایک وقت کی تین طلاقوں کو ایک ہی شمار کر کے رجوع کر لیا جائے۔ اس طرح ہزاروں لاکھوں گھرانے برباد ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بچ سکتے ہیں۔ مضمون نگار نے مذکورہ مضمون میں طلاق کو قسموں کو بیان کیا ہے۔ طلاق رجعی، طلاق بائن، طلاق بائنہ مغلظہ، طلاق بالکنایہ۔

مضمون نگار کا طرز تحریر مجتہدانہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مہربانی، محبت، حسن معاشرت زوجین میں سے ہر ایک پر لازم ہے، یہ حقوق کی ادائیگی کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ناپسند کرتا ہے یا وہ اپنے خاوند کو ناپسند کرتی ہے اس حالت میں اسلام صبر اور برداشت کی تلقین کرتا ہے۔ وہ خیر خواہی سے بھلے سلوک اور حسن معاشرت کی تاکید کرتا ہے۔ لیکن کبھی مرض بڑھتا جاتا ہے، جھگڑا شدید ہوتا ہے، علاج مشکل ہو جاتا ہے، صبر ختم ہو جاتا ہے جس سکون، محبت، مہربانی اور ادائے حقوق پر گھر کی بنیاد رکھی گئی تھی وہ ختم ہو جاتا ہے، حیات زوجیت قابل اصلاح نہیں رہتی۔ اس وقت اسلام چھٹکارا کی اجازت دیتا ہے۔ اگر ناپسندیدگی خاوند کی طرف سے ہے تو اس کے ہاتھ میں طلاق ہے وہ اس کے حقوق میں سے ایک حق ہے جو حدود اللہ نے مشروع کی ہیں ان میں استعمال کا اسے حق ہے۔ اور اگر ناپسندیدگی عورت کی طرف سے ہے تو اسلام نے اس کے لیے زوجیت سے چھٹکارا پانے کے لیے خلع کا راستہ مباح کیا ہے۔

خلع کی تعریف:

خلع کا لفظ خلع الثوب سے ماخوذ ہے۔ خ پر زبر کے ساتھ اس کے معنی اتار دینے کے ہیں۔ "خلع الرجل ثوبہ خلعاً" اس نے اپنا کپڑا اتار دیا اور "خلعت النعل خلعا" میں نے جوتا اتار دیا۔ چونکہ اتارنے کا مفہوم علیحدہ کر دینا ہے، اسی لیے کہتے ہیں "خلع الرجل امراتہ" مرد نے اپنی عورت کو علیحدہ کر دیا۔ "خلعت المراءۃ زوجھا" عورت نے اپنے شوہر سے علیحدگی اختیار کر لی خلع پیش کے ساتھ خاص طور پر زوجیت سے علیحدگی کے لیے بولا جاتا ہے"[1]

"زوجین کی علیحدگی کو لباس اتارنے کے مشابہ قرار دیا گیا ہے اور وجہ شبہ دونوں کا لباس ہونا ہے۔"[2]

قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے:

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ[3]

"تمہاری بیویاں تمہارا لباس اور تم ان کا لباس ہو۔"

---

[1] ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۳۷۴ھ، ۸/ ۷۶

[2] السید السابق، فقہ السنۃ، دار الفکر بیروت ۱۹۷۷ء، ۲/ ۲۵۳

[3] البقرۃ ۲: ۱۸۷

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) کیا عورت عدالت سے خلع حاصل نہیں کر سکتی؟

(حسن مدنی)

جلد:۴۷ شمارہ:۳۷۲ عدد:۴ شوال:۱۴۳۶ھ جولائی:۲۰۱۵ء

انسانی معاشرے میں سب سے اہم سوال مرد وزَن کے باہمی فرائض و حقوق اور تعلقات کا ہے۔ کیونکہ نسل انسانی کو دو صنفوں میں پیدا کیا گیا ہے، اور ان دونوں کا باہمی ارتباط اور ضابطہ و نظام کیا ہونا چاہیے؛ اس پر ہی انسانی زندگی کے بنیادی پہلوؤں کا انحصار ہے۔ اسلام کا عظیم احسان یہ ہے کہ اس اہم ترین مسئلہ پر وہ ایک بڑا معتدل و متوازن نظام پیش کرتا ہے، جس پر عمل پیرا ہو کر ہر دو صنفیں سکون واطمینان کے ساتھ حیاتِ مستعار کے ایام گزار سکتے اور دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہو سکتے ہیں۔ آج مغربی اقوام میں یہی سوال بنیادی سیاسی اہمیت بھی اختیار کر گیا ہے کہ بہت سے مغربی ممالک نے ہم جنس پرستی کی شادی اور تعلقات کی اجازت دے دی ہے اور اس بنیادی مسئلہ پر ہی وہ فطرتِ انسانی سے انحراف کر بیٹھے ہیں۔ وہ بے چارے اتنی بنیادی رہنمائی سے ہی محروم ہیں۔

انسانی زندگی کا سب سے بڑا پہلو مرد وعورت کا آپس میں ایک رشتہ میں منسلک ہو کر رہنا ہے۔ شادی بیاہ کے قوانین شرعِ اسلامی نے بڑی تفصیل سے بیان کیے ہیں، اور بالفرض میاں بیوی میں نباہ کرنا مشکل یا ناممکن ہو جائے تو اس کے بھی اسلام نے بڑے متوازن حل بتائے ہیں۔ ان احکام کی بہت سی تفصیلات ہیں جن سے قرآن کریم اور احادیثِ مبارکہ ہمیں آگاہ کرتی ہیں۔ اسلام نے نکاح کے سلسلے میں مرد اور عورت دونوں کی رضامندی اور حقوق کا برابر طور پر خیال رکھا ہے۔ کوئی ایسا نکاح، جس میں مرد وعورت کی رضامندی یکساں طور پر شامل نہ ہو، شریعتِ اسلامیہ اس کی بالکل گنجائش نہیں دیتی بلکہ عورت کے مستقبل میں ازدواجی حقوق کی نگہداشت کے لیے نکاح میں اس کے خاندان کو بھی اہم ایک کردار تفویض کیا گیا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جن خواتین کے نکاح میں اُن کے خاندان کی سرپرستی اور بعد ازاں دلچسپی و نگرانی برقرار رہتی ہے، وہ عورتیں زیادہ بہتر طور پر اپنے ازدواجی حقوق کا تحفظ کر سکتی ہیں۔

اگر کسی بھی وجہ سے مرد وزَن میں نباہ کرنا مشکل ہو جائے تو اسلام اس تفریق زوجین کو سخت ناپسند قرار دینے کے باوجود اس کے موزوں طریقے بھی پیش کرتا ہے۔ اگر مرد نکاح کو ختم کرنا چاہے تو شریعتِ اسلامیہ نے اُس کے لیے طلاق کا طریقہ تجویز کیا ہے۔ اور اگر عورت کا کسی وجہ سے نباہ کرنا مشکل ہو جائے تو جبر اور غیریّت کے اس سلسلے کو طول دینے کی بجائے اللہ تعالیٰ نے عورت کو خُلع کا حق دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نبی کریم ﷺ نے میاں بیوی کے درمیان اختلاف کو پیدا کرنا شیطان کا مرغوب ترین مشغلہ بتایا، جو شخص میاں بیوی میں تفریق کی کوشش کرے، اس کو بدترین سزا کی وعید سنائی۔ شوہر کو یہ تلقین کی کہ حلال چیزوں میں ناپسند ترین شے طلاق ہے اور بیوی کو بتایا کہ کسی وجہ کے بغیر شوہر سے خلع کا مطالبہ کرنے والی جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گی۔ ان تمام احتیاطی اقدامات کے باوجود اگر آپس میں اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھنا مشکل ہو جائے تو پھر طلاق و خلع کا راستہ دکھا دیا۔ مرد کے ہاتھ میں نکاح کا بندھن دے کر، اسے عورت سے ایک درجہ بلند کر دیا (جس بندھن کے تقدس کی حفاظت کی تلقین نبی کریم ﷺ نے خطبہ حجۃ الوادع میں فرمائی) اور عورت کو جذباتی مزاج ہونے کے ناطے، صرف طلاق بول دینے/ مانگ لینے کی بجائے ، اس امر کا پابند بنایا کہ وہ شوہر کو حق مہر واپس کر کے اس سے علیحدگی حاصل کر سکتی ہے، اور اگر شوہر اس پر راضی نہ ہو تو عورت قاضی سے رجوع کر کے اپنا حق خلع حاصل کر سکتی ہے۔ گویا زوجین کو مل جل کر رہنا چاہیے تاہم دونوں کا نباہ مشکل ہو جائے تو ہر دو کے لیے علیحدگی کا نظام موجود ہے، مرد کے لیے قدرے آسان اور عورت کے لیے کچھ تفصیل کے ساتھ، تاہم یہ حق ہر دو کے لیے شریعت ثابت و قائم رکھتی ہے!!

طلاق کو اللہ تعالیٰ نے مرد کے ہاتھ میں رکھا ہے، اور زوجین میں افتراق کی اکثر و بیشتر صورتیں مرد کے اس اختیار کے ذریعے ہی پوری ہوتی ہیں۔ عورت کو اللہ تعالیٰ نے حق خُلع دیا ہے جو وہ خود حق مہر، فدیہ کی پیش کش کر کے شوہر سے لے سکتی ہے۔ تاہم بعض ناگزیر صورتوں میں قاضی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ شوہر پر دباؤ ڈالے کہ وہ بیوی کو حق خلع دے۔ اور قاضی کا فیصلہ شرعی حیثیت رکھتا ہے جس پر عمل کرنا فریقین کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں تفریق زوجین کا عام طریقہ بصورتِ طلاق تو مرد کے پاس ہے، طلاق ہمیشہ مرد ہی دیتا ہے۔ اور عورت مجبوری کی بعض صورتوں میں حق مہر، فدیہ کو ادا کر کے حق خلع بھی حاصل کر سکتی ہے جو طلاق کی بجائے افتراق (جدائی) ہے۔ اور اگر شوہر راضی نہ ہو رہا ہو تو بیوی قاضی کے اتفاق کے بعد شوہر پر دباؤ ڈال کر، حق مہر، فدیہ واپس کر کے اپنا حق خلع حاصل کر سکتی ہے۔ قاضی اپنے اتفاقِ فیصلہ میں اس امکان کا جائزہ لیتا ہے کہ کیا یہ عورت امر واقعہ میں اس شوہر کے ساتھ نہیں رہ سکتی یا یہ عورت کا محض جذباتی فیصلہ ہے۔ اگر خلع میں بھی شوہر کی رضامندی ضروری قرار دی جائے تو پھر عورت کے پاس افتراق کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا۔

افتراق کے یہ دو طریقے ہوئے: طلاق اور خلع... جبکہ افتراق کا تیسرا طریقہ فسخ نکاح ہے جس کا فیصلہ قاضی اس صورت میں دیتا ہے جبکہ نکاح اپنی اصل سے ہی درست نہ ہو مثلاً رضاعی بھائی یا محرمات سے نکاح، عورت کا رضامندی کے بغیر نکاح وغیرہ ۔ اس میں عورت کو حق مہر کی واپسی وغیرہ کی ضرورت نہیں۔ یا اس نکاح کو باقی رکھنا عورت کے لیے مشکلات کا باعث ہو جیسے مرد اپنی بیوی کے مالی، نفقہ یا ازدواجی حقوق وغیرہ پورے کرنے کی صلاحیت کھو بیٹھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حافظ عبد اللہ روپڑی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ "جب خاوند نان نفقہ نہ دے یا دیگر حقوق ادا نہ کرے تو نکاح فسخ ہو سکتا ہے۔ اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ عورت کو تنگ کرے۔" (فتاویٰ:۳ /۲۷۷) مزید برآں خاوند نامرد ہو جائے تو شرعی حاکم نہ ہونے کی صورت میں پنچایت فسخ نکاح کا فیصلہ کرے۔(ایضاً:۳ /۲۸۰)

مذکورہ بالا دونوں صورتیں حقیقی فسخ کی ہیں، اور ان صورتوں میں عورت کو حق مہر واپس کرنے کو نہیں کہا جائے گا۔

حقیقی فسخ نکاح اس صورت میں ہوتا ہے جب نکاح کے شرعی نظام میں خلل ہو اور زوجین کے لیے باہمی حقوق و فرائض بوجوہ پورے کرنا ممکن نہ رہیں۔

خلع... قرآن کریم اور احادیثِ نبویہ میں

(۱) خلع کے مشروع ہونے کی بنیاد درج ذیل آیتِ کریمہ ہے، جسے 'آیتِ خلع' بھی کہتے ہیں:

ٱلطَّلَٰقُ مَرَّتَانِۖ فَإِمۡسَاكُۢ بِمَعۡرُوفٍ أَوۡ تَسۡرِيحُۢ بِإِحۡسَٰنٖۗ وَلَا يَحِلُّ لَكُمۡ أَن تَأۡخُذُواْ مِمَّآ ءَاتَيۡتُمُوهُنَّ شَيۡـًٔا إِلَّآ أَن يَخَافَآ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِۖ فَإِنۡ خِفۡتُمۡ أَلَّا يُقِيمَا حُدُودَ ٱللَّهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيۡهِمَا فِيمَا ٱفۡتَدَتۡ بِهِۦۗ تِلۡكَ حُدُودُ ٱللَّهِ فَلَا تَعۡتَدُوهَاۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَأُوْلَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُونَ

(سورۃ البقرۃ:۲۲۹)

طلاقِ (رجعی) دو بار ہے۔ پھر یا تو سیدھی طرح سے اپنے پاس رکھا جائے یا بھلے طریقے سے اسے رخصت کر دیا جائے اور تمہارے لیے یہ جائز نہیں کہ جو کچھ تم اُنہیں دے چکے ہو، اس میں سے کچھ واپس لے لو۔ اِلاّ یہ کہ دونوں میاں بیوی اس بات سے ڈرتے ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی نہ کر سکیں گے۔ ہاں اگر وہ اس بات سے ڈرتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کی پابندی نہ کر سکیں گے تو پھر عورت اگر کچھ دے دلا کر اپنی گلو خلاصی کرا لے تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ ہیں اللہ کی حدود، ان سے آگے نہ بڑھو۔ اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود سے تجاوز کرے گا تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں۔"

(ترجمہ از مولانا عبد الرحمٰن کیلانی رحمۃ اللہ علیہ ، تفسیر تیسیر القرآن زیر آیت سورۃ البقرۃ:۲۲۹)

اس آیتِ کریمہ میں دو طلاقوں کا تذکرہ کرنے کے بعد بتایا گیا کہ اگر مرد طلاق دے تو مرد کے لیے اس سے حق مہر وہدایا واپس لینا جائز نہیں، ہاں اگر عورت علیحدگی کا مطالبہ کرے تو اسے فدیہ (حق مہر وغیرہ) دینے کی تلقین کی گئی ہے۔

(۲) صحیح بخاری اور سنن ابو داود وغیرہ میں سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حدیث مروی ہے:

جاءَتْ امرَأَةُ ثابتِ بنِ قيسِ بنِ شماسٍ إلى النبيِّ ﷺ، فقالتْ: يا رَسولَ اللهِ! ما أَنقمُ على ثابتٍ في دِينٍ وَلاَ خلقٍ، إلا أَني أَخافُ الكفرَ، فقالَ رَسولُ اللهِ ﷺ: ''فترُدِّينَ عليهِ حدِيقتهُ؟ فقالتْ: نعمْ، فرَدَّتْ عليهِ، وَأَمرَهُ ففارَقها''

(صحیح بخاری:۵۲۷۶، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ؛ سنن نسائی:۲۰۵۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"ثابت بن قیس بن شماس انصاری کی بیوی (جمیلہ بنت اُبی بن سلول، جو عبد اللہ بن اُبیّ منافق کی بہن تھی) رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور کہنے لگی: " یارسول اللہ! میں ثابت بن قیس پر دینداری اور اخلاق میں کوئی عیب نہیں لگاتی، مگر میں یہ نہیں چاہتی کہ مسلمان ہو کر (خاوند کی) ناشکری میں مبتلا ہوں۔" آپ نے فرمایا: "اچھا، جو باغ ثابت نے تمہیں (حق مہر میں) دیا تھا، وہ واپس کرتی ہو؟" وہ کہنے لگی: "جی ہاں" سو اُس نے باغ واپس لوٹا دیا، تو آپ نے ثابت بن قیس کو حکم دیا اور اُس نے بیوی کو جدا کر دیا۔"

ثابت بن قیس کی اس مشہور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے بحیثیتِ قاضی، ثابت کی بیوی سے دریافت کیا، اور اس کی ناپسندیدگی کو جان لینے کے بعد حق مہر کو واپس کرنے کا کہا، پھر اس کے شوہر کو حکم دیا: اس کو جدا کر دو اور یہ تاریخ اسلام کا اوّلین خلع تھا۔ اس واقعہ خلع میں نہ تو شوہر کو طلب کیا گیا، نہ شوہر کی رضامندی کو دریافت کیا گیا، نہ اُسے طلاق دینے کا حکم ہوا۔ صرف عورت کی ناپسندیدگی، مطالبے اور حق مہر کی واپسی پر شوہر کو جدا کرنے کا پابند کر دیا گیا، سو شوہر نے اس کو جدا کر دیا۔ گویا نبی کریم ﷺ نے عورت کے حق خلع کو عدالتی دباؤ کے ساتھ شوہر پر نافذ کر دیا۔

صحیح بخاری کے اسی باب میں ذرا پہلے، سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں بھی مروی ہے:

قالَ رَسولُ اللهِ ﷺ: "اقبلِ الحدِيقةَ وَطلقها تطليقةً"

(صحیح بخاری: ۵۲۷۳، باب الخلع وکیف الطلاق فیہ؟... طلاق کے حکم والے الفاظ پر امام بخاری یوں تبصرہ کرتے ہیں کہ

" لاَ يتابعُ فيهِ عنْ ابنِ عباسٍ". اس جملہ کی شرح میں شیخ مصطفیٰ البغا لکھتے ہیں: یعنی أي لا يتابع أزهر بن جميل على ذكر ابن عباس في هذا الحديث (" اے ثابت بن قیس!) اس سے باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔"

اس روایت میں شوہر کو حق مہر واپس لے کر ایک طلاق دینے کی تلقین بھی کی گئی۔ لیکن صحیح بخاری میں اس روایت کو بیان کرنے کے بعد امام بخاری نے اس کے شَاذ یعنی نامقبول ہونے کا اشارہ کیا ہے۔ یعنی تمام راوی طلاق کے حکم کو مُرسل بیان کرتے ہیں، جبکہ ازہر بن جمیل نے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موصولاً بیان کیا ہے۔ ازہر بن جمیل کو اگر ثقہ بھی مان لیا جائے، تب بھی ان کا ابن عباس سے حکم طلاق کو موصولاً بیان کرنا سند میں شذوذ کہلائے گا جو دیگر ثقات کی مخالفت ہے۔ ازہر بن جمیل سے اس کے علاوہ صحیح بخاری میں کوئی اور روایت موجود (قال ابن حجر: وَلَمْ يخرِجْ عنهُ البخارِيُّ في الجامعِ غيرَ هذَا الموْضعِ (فتح الباری زیر حدیث ۵۲۷۳) نہیں۔ اس طرح طلاق کے الفاظ بوجہ سند کے شاذ ہونے کے غیر مستند قرار پاتے ہیں۔ واقعہ خلع کی دیگر روایات جو سنن نسائی، المعجم الکبیر اور السنن الکبری از بیہقی میں ہیں، میں طلاق دینے کا حکم جس روایت (سنن ترمذی: ۱۱۸۵، باب ماجاء فی الخلع) میں ملتا ہے، وہاں ازہر بن جمیل بصری ہی راوی ہے۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

رَوَاهُ البخارِيُّ في الصحيحِ عنْ أَزْهرَ بنِ جميلٍ، وَأَرْسلهُ غيرُهُ عنْ خالدٍ الحذَّاءِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(السنن الکبری از امام بیہقی: کتاب الخلع، باب الوجہ الذی تحل بہ الفدیۃ: رقم:۱۴۸۳۸)

"امام بخاری نے صحیح میں (حکم طلاق کو) ازہر بن جمیل سے روایت کیا ہے، اور باقی رواۃ نے (حکم طلاق کو) خالد الحذاء سے مُرسل بیان کیا ہے۔"

مذکورہ آیت واحادیث سے پتہ چلتا ہے کہ

(۱) جب بیوی، شوہر سے حق مہر، فِدیہ کی ادائیگی پر جدائی کا مطالبہ کرے تو اسے خُلع کہتے ہیں۔

(۲) خلع کا مطالبہ کرنے والی عورت کو شوہر کی طرف سے دیا ہوا حق مہر وغیرہ واپس کرنا ہوتا ہے۔

(۳) خلع عورت کا حق ہے جس کے لیے کسی معقول وجہ کے علاوہ محض خاوند کی ناپسندی اور اس کی ناشکری کا بھی قاضی کو اعتبار کرنا چاہیے، تاہم ایسی صورتِ حال امر واقعہ میں موجود ہونی چاہیے کہ حدود اللہ ٹوٹنے کا خوف ہو، نہ کہ صرف غلط بیانی، من پسندی اور خواہش نفس کی بنا پر بیوی اس کا مطالبہ کرلے، وگرنہ وہ عند اللہ سنگین وعید کی سزاوار ہوگی۔

(۴) عورت اگر شوہر کو خلع پر راضی نہ کرسکے تو قاضی سے رجوع کرے اور قاضی شوہر کو خلع (جدا کرنے) کا کہے اور عورت کے حق خلع کو نافذ کرادے۔

(۵) قاضی اس سلسلے میں شوہر کی رضامندی حاصل کرنے کا پابند نہیں، اور حق مہر کی واپسی پر یکطرفہ فیصلہ کرسکتا ہے۔ اور اسے خُلع ہی کہتے ہیں نہ کہ فسخ نکاح۔

(۶) خلع پر طلاق کے احکام لاگو نہیں ہوتے، اور خلع والی عورت کو طلاق دینے کی ضرورت نہیں۔

(۷) خلع میں طلاق کی بجائے 'افتراق' یعنی جدائی ہوتی ہے اور اس میں نکاح ختم ہوجاتا ہے۔

(۸) خلع کی عدت ایک حیض ہے جس میں خاوند رجوع نہیں کرسکتا۔

فقہ حنفی اور خُلع

شرعِ اسلامی میں عورت کے لیے مرد سے علیحدگی حاصل کرنے کا یہ طریقہ اور نظام بیان ہوا ہے، جس کو خلع کہا جاتا ہے یعنی حق مہر، فدیہ دے کر جدائی حاصل کرنا۔ اس میں طلاق کا لفظ بولا جائے یا فسخ نکاح کا، بہر حال عورت کا حق علیحدگی مسلمہ ہے۔ اور یہ حق شریعتِ اسلامیہ نے اوّل روز سے ہی مسلم خواتین کو دیا ہے۔ اگر شوہر طلاق کا لفظ بولے یا حدیث نبوی میں یہ لفظ ثابت بھی ہوجائے تو یہ طلاق شرعی کی بجائے طلاق لغوی یا مجازی ہے جس کا معنی افتراق، جدائی ہے کیونکہ خلع کی صورت میں طلاق کے شرعی احکام لاگو نہیں ہوتے بلکہ نکاح ختم ہوجاتا ہے۔ یہ موقف علامہ ابن تیمیہ کا ہے جسے زاد المعاد میں حافظ ابن قیم نے بھی اختیار کیا ہے، شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

... فمتى فارقها بعوض فهي مفتدية لنفسها به، وهو خالع لها بأي لفظ كان، لان الاعتبار في العقود بمعانيها لا بالألفاظ، وقد ذكرنا وبيَّنا أن الآثار الثابتة في هذا الباب عن النبي ﷺ وعن ابن عباس وغيره تدلُّ دلالة بينة أنه خلع، وإن كان بلفظ الطلاق ... (فتاوی ابن تیمیہ: ۳۲/ ۳۰۰)

"جب بھی شوہر بیوی کو کسی فدیہ کے عوض جدا کرے تو گویا عورت اپنی ذات کا فدیہ دینے والی اور مرد اس عورت سے خلع کرنے والا ہے، چاہے الفاظ جو بھی ہوں۔ کیونکہ معاہدات میں لحاظ معانی کا ہوتا ہے، الفاظ کا نہیں۔ اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح مرویات اسی امر پر واضح دلالت کرتی ہیں کہ یہ خلع ہی ہے، چاہے وہ طلاق کے الفاظ سے ہی کیوں نہ ہو۔"

حافظ عبد اللہ محدث روپڑی بھی اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں:

"ممکن ہے کہ حدیث میں طلاق سے لغوی معنیٰ (مطلق چھوڑنا) مراد ہو، جیسے دوسری روایتوں میں خلّ سبیلها وفارقها وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں..." (فتاویٰ اہل حدیث از حافظ عبد اللہ محدث روپڑی: ۳/۲۸۱)

جبکہ فقہ حنفی میں خلع، عورت کا ایک مستقل حق ہونے کی بجائے دراصل مرد سے طلاق کا مطالبہ ہے اور ان کے نزدیک اس میں مرد کا طلاق کہنا ضروری ہے، اس میں شوہر کی رضامندی ضروری ہے، اور اس کی عدت بھی تین حیض ہے، گویا خلع طلاق کے مترادف ہی ہوا، صرف اس میں عورت مرد سے طلاق مانگے گی۔ چنانچہ کونسل کے چیئرمین کہتے ہیں: خلع کا حق صرف خاوند کے پاس ہے۔ گویا خلع عورت کے بجائے مرد کا ہی حق ہے جو ایک عجیب بات ہے۔ اس بنا پر حنفی فقہ میں مرد اور عورت اگر باہمی رضامندی سے خلع کر لیں (یعنی مرد طلاق دینے پر آمادہ ہو جائے) تو اس کی تو گنجائش ہے، تاہم اگر شوہر اس پر راضی نہ ہو تو عورت قاضی سے حق خلع حاصل کرنے پر قادر نہیں۔ اور اسی بات سے اسلامی نظریاتی کونسل نے پاکستانی عدالتوں کو روکا ہے کہ

" مروّجہ عدالتی خلع جس میں شوہر کی رضامندی کے بغیر عدالت یک طرفہ ڈگری جاری کرتی ہے، درست نہیں۔ عدالتوں کو چاہیے کہ وہ خلع اور فسخ نکاح میں فرق کریں۔"

نیز اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین مولانا محمد خان شیرانی نے کہا ہے کہ شوہر کی رضامندی کے بغیر عدالت یک طرفہ طور پر خلع کی ڈگری جاری نہیں کر سکتی، عدالتوں کو چاہیے کہ وہ خلع اور تنسیخ نکاح میں فرق کریں ... تفویض طلاق شرعاً درست ہے۔"

کونسل کی مذکورہ بالا سفارش میں تین باتوں کی تلقین کی گئی ہے:

(۱) خلع صرف شوہر کی مرضی سے ہوتا ہے۔ خلع کا حق صرف خاوند کے پاس ہے۔

(۲) اگر عدالت میں خلع کا کیس دائر کیا جائے تو اس میں یک طرفہ فیصلہ درست نہیں اور اس صورت میں خلع کی بجائے فسخ نکاح ہو گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۳) عورت کو علیحدگی حاصل کرنے کے لیے تفویض طلاق کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔

کونسل کی یہ تینوں سفارشات درج ذیل وجوہ کی بنا پر درست نہیں

(۱) یہ تعبیر قرآن کریم، احادیثِ نبویہ اور اقوالِ صحابہ کے مخالف ہے اور فقہ حنفی کی ایک خاص تعبیر کو پروان چڑھانے کے مترادف ہے جس میں عورت کے حق خلع کی نفی مضمر ہے۔ بعض حنفی علما اور دیگر فقہاے کرام بھی اس خیال سے متفق نہیں۔ اسلامی نظریاتی کونسل کو پاکستان میں پائے جانے والے تمام فقہی مکاتبِ فکر کا ترجمان ہونا چاہیے، اسے کسی ایک مخصوص فقہی تعبیر کو فروغ دینے سے گریز کرنا چاہیے۔

(۲) کہا یہ جاتا ہے کہ خلع کے طریق کار کو آسان بنا دینے سے زوجین میں علیحدگی کے امکانات میں اضافہ ہو جائے گا، مغربی تہذیب پروان چڑھے گی، اس لیے عدالتی خلع کا راستہ بند کیا جائے، اور تفویض طلاق یا فسخ نکاح کے راستے اختیار کیے جائیں۔ حنفی علما کی یہ منطق درست نہیں کیونکہ جو حق خواتین کو قرآنِ کریم اور واضح احادیثِ نبویہ نے دیا ہے، آزادی نسواں کے مغربی تصور کے نام پر خواتین سے وہ حق لیا نہیں جا سکتا اور شرعِ اسلامی سے مغربی تہذیب کبھی پروان نہیں چڑھ سکتی۔ عدالتی خلع کے شرعی طریق کار سے زوجین میں جدائی کی حوصلہ افزائی نہیں ہوتی، بلکہ تفویض طلاق کے اس غیر شرعی تصور سے جدائی کے امکانات وسیع تر ہوتے ہیں جسے حنفی فقہانے اپنے تئیں پاکستانی قانون میں متعارف کرا رکھا ہے اور اب کونسل بھی اس کے فروغ کی سفارش کر رہی ہے کہ نکاح کے موقع پر مرد اپنا حق طلاق بیوی کو تفویض کر دے اور بیوی جب چاہے کسی حق مہر وغیرہ کی واپسی کے بغیر ہی اپنے لیے طلاق کا فیصلہ کر لے۔

(۳) خلع عورت کا حق ہے جسے فقہ حنفی میں تسلیم نہیں کیا جاتا۔ فقہ حنفی میں اس کی وہی صورت درست ہے جب خاوند راضی ہو، جبکہ اکثر شوہر اس بات سے راضی نہیں ہوتے، اس صورت میں بیوی اپنا یہ حق کیوں کر حاصل کرے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے صحابیات کو یہ حق خلع خود لے کر دیا۔ تاہم فقہ حنفی میں جب عورت کے اس شرعی حق کو نظر انداز کیا جاتا ہے تو اس کے لیے جدائی کا امکان پیدا کرنے کے لیے کبھی مساس بقصدِ شہوت اور کبھی تفویض طلاق کے حیلہ کو متعارف کرایا جاتا ہے، جو درست نہیں۔

خلع (یعنی افتراق) اور طلاق میں فرق

ہمارے ہاں عام طور پر خلع کو طلاق سمجھ لیا جاتا ہے، جبکہ یہاں طلاق شرعی کی بجائے لغوی یا مجازی معنی میں ہے یعنی جدائی۔ نیز خلع کے لیے طلاق کو ضروری باور کیا جاتا ہے جبکہ خلع طلاق کے مقابل عورت کا حق جدائی ہے۔ خلع کے بہت سے احکام ہیں، جن میں وہ طلاق سے مختلف ہے مثلاً حافظ ابن قیم رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

أَنَّ اللهَ سبحانهُ وَتعالى رَتبَ على الطلاقِ بعدَ الدُّخولِ الذِي لمْ يستوْفِ عدَدَهُ ثلاثةَ أَحكامٍ كلها منتفيةٌ عنِ الخلعِ.

أَحدُها: أَنَّ الزَّوْجَ أَحقُّ بالرَّجعةِ فيهِ. الثاني: أَنهُ محسوبٌ منَ الثلاثِ فلا تحلُّ بعدَ استيفاءِ العدَدِ إلا بعدَ زَوْجٍ وَإِصابةٍ. الثالثُ أَنَّ العدَّةَ فيهِ ثلاثةُ قرُوءٍ. وَقدْ ثبتَ بالنصِّ وَالإجماعِ أَنهُ لا رَجعةَ في الخلعِ، وَثبتَ بالسنةِ وَأَقوَالِ الصحابةِ أَنَّ العدَّةَ فيهِ حيضةٌ وَاحدَةٌ، وَثبتَ بالنصِّ جوَازُهُ بعدَ طلقتينِ، وَوُقوعِ ثالثةٍ بعدَهُ، وَهذَا ظاهرٌ جدًّا في كوْنهِ ليسَ بطلاقٍ (زاد المعاد از علامہ ابن قیم جوزیہ:۵/۱۸۸)

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مباشرت کے بعد ایسی طلاق جس کی گنتی پوری نہ ہوئی ہو، میں تین احکام جاری کیے ہیں جو خلع میں نہیں پائے جاتے: پہلا، طلاق میں شوہر رجوع کا زیادہ حق رکھتا ہے۔ دوسرا، طلاق میں تین بار کی گنتی شمار کی جاتی ہے، تین طلاقیں ہونے کے بعد نکاح اور مباشرت کے بغیر بیوی پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوتی۔ تیسرا، طلاق کی عدت تین حیض ہے۔ جبکہ نصوص اوراجماع سے یہ بات ثابت ہے کہ خلع میں رجوع کا حق نہیں ہے، سنت اور اقوال صحابہ سے پتہ چلتا ہے کہ خلع کی عدت ایک حیض ہے اور آیتِ خلع سے پتہ چلتا ہے کہ دو طلاقوں کے بعد خلع کیا جاسکتا ہے اور تیسری طلاق اس کے بعد شمار ہوگی۔ روزِ روشن کی طرح واضح ہے کہ خلع میں طلاق کے احکام جاری نہیں ہوتے۔"

پتہ چلا کہ (۱) خلع میں شوہر رجوع نہیں کر سکتا، (۲) اس کو تین طلاقوں کی گنتی میں شمار نہیں کیا جاتا، (۳) اس کی عدت صرف ایک ماہ ہے۔ ان تین فروق کے علاوہ خلع میں طلاق کے وہ احکام بھی لاگو نہیں ہوتے کہ (۴) طلاق ایسے طہر میں ہی دی جائے جس میں مباشرت نہ کی ہو۔ امام خطابی لکھتے ہیں:

"اس حدیث میں دلیل ہے کہ خلع فسخ ہوتا ہے، طلاق نہیں۔ اگر طلاق ہوتا تو اس میں احکام طلاق کو پورا کرنا ضروری ہوتا۔ جیسا کہ سیدنا عبد اللہ ابن عمرؓ نے جب اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دی تو نبی کریم ﷺ نے اُنہیں رجوع کرنے، اگلے طہر تک انتظار کرنے اور مباشرت سے پہلے طلاق دینے کا کہا۔ جبکہ خلع کے کیس میں آپ نے ایسی کوئی ہدایت نہیں دی۔"

(معالم السنن شرح سنن ابو داود از ابو سلیمان خطابی: ۳/۲۱۹ زیر حدیث فأَخذَ منها وَجلستْ في أَهلها بحوالہ عربی مقالہ الخلع طلاق أم فسخ؟ مصنف وناشر نامعلوم)

طلاق میں مطلقہ کو شوہر کو گھر میں ہی رہنے کی بھی تلقین ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے ثابت بن قیس کو ایسی کوئی تلقین نہیں کی۔ نیز (۵) اگر عورت حق مہر فدیہ ادا نہ کرے تو اس وقت تک دونوں میں جدائی کو مؤخر کیا جاسکتا ہے، جیسا کہ مولانا عبد الرحمٰن کیلانی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"عورت اس وقت تک اس مرد سے آزاد نہ ہوگی جب تک وہ زرِ فدیہ ادا نہ کر دے اور وہ مرد یا اس کی جگہ عدالت اسے طلاق نہ دے دے۔" (تفسیر تیسیر القرآن از مولانا عبد الرحمٰن کیلانی زیر آیتِ خلع: سورۃ البقرۃ:۲۲۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی جائزہ:

مذکورہ مضمون میں مضمون نگار اسلامی نظریاتی کونسل کا ناقدانہ جائزہ پیش کرتے ہیں۔ اسلام کا امت مسلمہ پر یہ احسان عظیم ہے کہ وہ اس اہم ترین مسئلہ پر ایک ایسا معتدل اور متوازن نظام پیش کرتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر زوجین اپنی زندگی خوش وخرم گزار سکتے ہیں۔ مضمون نگار نے ان سب احکامات کو اپنے مضمون میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اگر مرد نکاح ختم کرنا چاہے تو شریعت اسلامیہ نے اس کے لیے طلاق کا طریقہ تجویز کیا ہے۔ اور اگر عورت کا کسی وجہ سے نباہ مشکل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو خلع کا حق دیا ہے۔

مضمون نگار نے اس مسئلہ کی شرعی و فقہی حیثیت کو واضح کرنے کے لیے قرآن و حدیث پر مبنی دلائل پیش کیے ہیں۔ اس ضمن میں وہ خلع کے مشروع ہونے کی بنیاد آیت خلع کا حوالہ دیتے ہیں۔ (البقرۃ:۲۲۹)

مسئلہ کے حل کے لیے مضمون نگار ان احادیث کو بطور حوالہ پیش کرتے ہیں جو سند کے اعتبار سے صحیح ترین ہیں۔ واقعہ خلع کی دیگر روایات جو سنن نسائی، المعجم الکبیر، اور السنن الکبریٰ از بیہقی میں موجود ہیں ان روایات کو مضمون نگار نے بطور حوالہ پیش کیا ہے۔ مضمون نگار نے ثابت بن قیس کی خلع کا واقعہ اپنے مضمون میں بیان کیا ہے جو تین خواتین سے منسوب ہے ایک جمیلہ بن ابی سلول دوسری مریم صفالیہ اور تیسری حبیبہ بنت سہل ہیں۔ حافظ ابن حجر فتح الباری میں لکھتے ہیں یا تو ایک ہی خاتون کے مختلف نام ہیں یا ثابت بن قیس سے خلع کے دو علیحدہ واقعات مروی ہیں۔

اسی طرح ربیع بن معوذ کی خلع کا واقعہ جو عبادہ بن صامت نے روایت کیا ہے اس کو اپنے مضمون میں بطور حوالہ پیش کرتے ہیں۔

مضمون نگار نے مسئلہ کے حل کے پیش نظر آثار صحابہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ خلع کے بارے میں صحابہ کرام کا موقف بیان کرتے ہیں۔

فقہ حنفی کا خلع کے بارے میں موقف کو بھی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ عورت کا مستقل حق ہونے کی بجائے مرد سے طلاق کا مطالبہ ہے۔ حنفی فقہ میں اگر مرد اور عورت باہمی رضامندی سے خلع کر لیں تو اس کی گنجائش ہے تاہم اگر شوہر اس پر راضی نہ ہو تو عورت قاضی سے حق خلع حاصل کرنے پر قادر نہیں۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے خلع کے حوالے سے جو سفارشات پیش کی ہیں مضمون نگار ان سفارشات کو مفصل بیان کرنے کے بعد اپنا، موقف بیان کرتے ہیں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی تینوں سفارشات عدم مطابقت رکھنے کی بنا پر اور ایک مخصوص فقہی موقف کی ترجمانی کی بنا پر قابل اصلاح ہیں۔ ان میں عورت کے حق خلع کی نفی کی گئی ہے کیونکہ زوجین کی رضامندی والے خلع میں طلاق کے احکام جاری کر دئے گئے ہیں۔ اور عدالت کے ذریعے خلع کو فسخ کا نام دے دیا گیا ہے۔ اسلامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظریاتی کونسل کو اپنی سفارشات میں تمام فقہی رجحانات کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ قرآن و حدیث سے قریب ترین رہتے ہوئے اپنی فقہی تعبیر کو زیادہ محتاط اور توازن بنانے کی ضرورت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فصل سوم: متفرق عائلی مسائل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(1)اسلام میں نسب و نسل کا تحفظ

(اثباتِ نسب میں قیافہ و قرائن اور ڈی این اے ٹیسٹ وغیرہ کی حیثیت)

(ڈاکٹر حافظ حسن مدنی)

یورپ میں نکاح کے بغیر جنسی تعلقات معمول کی بات ہے-نسب کے تحفظ کے ذرائع اختیار نہ کرنے کی بنا پر اُنہوں نے نسب کے تعین کے لئے طبعی ذرائع پر انحصار کر رکھا ہے، جس میں جدید سائنسی طریقہ DNA بڑا کارآمد ثابت ہوا ہے-وہاں جنسی بے راہ روی اس حد تک ہے کہ کوئی انسان یقین سے اپنے باپ کی نشاندہی نہیں کر سکتا،یہی وجہ ہے کہ اب باپ کے بجائے ماں کے نام کو زیادہ اہمیت حاصل ہوتی جارہی ہے-

دوسری طرف اسلام نسب کے تحفظ کو بہت زیادہ اہمیت دیتا ہے اور شریعتِ اسلامیہ کے کئی احکامات کا انحصار بھی اسی پر ہے،یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اس کا ایک ٹھوس نظام ہے-جدید معاشروں سے مرعوبیت کی وجہ سے ہم اپنے اس امتیازی نظام اور اس کی حدود کو نظر انداز کر کے انہی مغربی ذرائع پر والہانہ انداز میں انحصار کرنا چاہتے ہیں-ہمارا حکمران طبقہ خصوصاً عدل وانصاف سے وابستہ لوگ مغرب سے آئی ہر چیز کو بغیر سوچے سمجھے اپنانے کے عادی ہیں، جیسا کہ گذشتہ دنوں پاکستان میں اس نوعیت کے کئی کیسوں میں عدالت نے DNA ٹیسٹ کی بنا پر ہی اپنا فیصلہ صادر کیا ہے-ان کیسوں کی تفصیلات اور ان کے فیصلوں کا تذکرہ ذرائع ابلاغ پر بھی بکثرت ہوا جس سے عوام کے ذہنوں میں بھی انتشار پیدا ہوا-افسوسناک امر یہ ہے کہ ان پیش آمدہ مسائل میں کسی کے پاس وہ اساسی نکات نہیں ہیں جنہیں کسوٹی قرار دے کر ان کی بنا پر فیصلہ کیا جائے-زیر نظر مضمون میں قرآن وحدیث کے مختلف اقتباسات سے اسی کسوٹی کی نشاندہی کی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اسلام کو سیکھنے اور اسے اپنانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔آمین

'نسب کا تحفظ' رشتہ داری اور خاندانی نظام کی پہلی کڑی ہے۔

مسلمانوں کے آپس میں رشتہ داری کے تعلقات اور صلہ رحمی ایسا امتیاز ہیں جس سے مغربی معاشرے محروم ہیں-مسلمانوں میں ہر پیدا ہونے والا بچہ اپنے خاندان کے ساتھ مل کر ایک مستقل شناخت رکھتا ہے، جس کے فرائض اور حقوق کی پوری تفصیلات شریعتِ اسلامیہ میں ملتی ہیں-اسی نسل اور نسب کے تحفظ سے ایک پورا خاندان وجود میں آتا ہے-قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو اپنی صفت اور بہت بڑا انعام بتلایا ہے:

وَهوَ الذِي خلقَ منَ الماءِ بشرًا فجعلهُ نسبا وَصهرًا ۗ وَكانَ رَبكَ قدِيرًا (سورۃ الفرقان:۵۴)

اللہ وہ ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا، پھر اس کا نسب اور سسرالی رشتہ بنایا-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام کے پیش نظر چونکہ ایک صالح اور ذمہ دار معاشرہ کی تشکیل ہے، اس لئے اس میں ایسے احکامات کی ایک لمبی تفصیل پائی جاتی ہے- سماجی تعلقات اور انسانوں کے باہمی رویے اسلام کا اہم ترین موضوع ہے، نسب اور نسل کی حفاظت سے ہی آپس میں رشتہ داریاں قائم ہوتیں ہیں، اور جس معاشرے میں رشتہ داریوں کا یہ احترام یا ان کا کوئی نظم نہ پایا جائے وہ معاشرہ گویا جانوروں کا معاشرہ ہے، جس میں نسب کی حفاظت کا کوئی نظام نہیں- قیامت کی سنگینی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں :"فإذَا نفخَ فِي الصورِ فلا أنسابَ بينهمْ يوْمئذٍ وَلا يتساءَلونَ" (سورۃالمومنون:۱۰۱)

"جب قیامت کا صور پھونکا جائے گا تو اس دن آپس کے نسب کی کوئی پروانہ رہے گی-"

یہی بات دیگر مقامات پر بھی ایسے آئی ہے کہ روزِ قیامت آدمی اپنے ماں باپ، بھائی بہن اور باپ بیٹے سے دور بھاگے گا اور رشتہ داری کی کوئی پروانہ ہوگی-(المعارج:۱۲و عبس:۳۱)

رشتہ داروں سے انسان اپنا دکھ سکھ بانٹ سکتا ہے اور رشتہ داری حقیقتاً خون کے تعلق، یعنی نسب و نسل سے ہی پیدا ہوتی ہے- اللہ نے قرابت اور رشتہ داری کو توڑنے سے منع کرتے ہوئے کہا ہے:

"وَاتقوا اللهَ الذِي تساءَلونَ بِهِ وَالأَرْحامَ"(سورۃالنساء:۱)

"اس اللہ سے ڈرو جس کے نام کا تم واسطہ دیتے ہو اور رشتہ داری کو توڑنے سے ڈرو-"

رشتہ داری، حقوق و فرائض اور خاندانی نظام کا تمام تر ڈھانچہ نسب اور نسل کے تحفظ پر قائم ہے- اگر کسی انسان کو اپنے بھائی، بہن کا علم نہیں ہے یا اس میں شک میں مبتلا ہے تو وہ کیونکر اس سے قربت کے تعلقات استوار کر سکتا ہے- یہی وجہ ہے کہ اسلام میں نسب کو اس قدر زیادہ اہمیت دی گئی ہے کہ شریعتِ اسلامیہ جن پانچ مقاصد کے تحفظ کے گرد گھومتی ہے، ان میں ایک نسل اور نسب کا تحفظ بھی ہے- اُصولِ فقہ کی مشہور کتاب 'جامع الاُصول' میں ہے:

"ضروریاتِ دین سے مراد وہ مصالح ہیں جن پر لوگوں کی زندگی کا دارومدار ہے اور انہی پر معاشرہ کا قیام اور اس کا استحکام موقوف ہے- اگر یہ مصالح فوت ہو جائیں تو معاشرے کا نظام درہم برہم ہو جائے اور لوگ زبردست انتشار اور افراتفری کا شکار ہو جائیں- اور ان کے تمام معاملات گڑبڑ ہو جائیں- دنیا میں بھی ان کے لئے بدبختی ہو اور آخرت میں بھی تکلیف و عذاب- اور ضروریاتِ دین پانچ ہیں: دین (مذہب)، نفس (جان)، عقل (ہوش و حواس)، نسل (سلسلہ پیدائش و نسب) اور مال (دولت)" (ترجمہ بنام' الوجیز':ص ۶۲۰)

نسب کا تحفظ الہامی شریعتوں کا ہی امتیاز ہے!

نسل کی حفاظت کے احکامات اور لوازمات اسلام کے علاوہ تمام الہامی مذاہب میں بھی موجود رہے ہیں، جیسا کہ اس سلسلے میں یہود سے نبی کریم کا مشہور مکالمہ صحیح بخاری میں موجود ہے کہ ایک یہودی مرد و عورت نے زنا کا ارتکاب کیا تو یہودی آپ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاس ان کا قضیہ لے کر آئے- آپ نے ان سے پوچھا کہ تمہاری شریعت (توراۃ) اس بارے میں کیا کہتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کو شرمسار کیا جائے اور کوڑے مارے جائیں- وہاں عبداللہ بن سلام بھی موجود تھے (جو اسلام قبول کرنے سے قبل یہود کے عالم رہ چکے تھے) اُنہوں نے کہا: تم جھوٹ بولتے ہو، توراۃ کھول کر پڑھو- یہودیوں نے توراۃ پڑھتے ہوئے متعلقہ حکم پر ہاتھ رکھ آگے پیچھے سے پڑھ دیا تو عبداللہ بن سلام نے اُنہیں ہاتھ اُٹھانے کا کہا:

فإذا فيها آية الرجم فقالوا:صدق يا محمد فيها آية الرجم فأمر بهما رسول الله ﷺ فرُجما.قال عبد الله: فرأيتُ الرجل يجنأ على المرأة يقيها الحجارة (صحیح بخاری:۳۶۳۵)

"اس میں رجم کی آیت موجود تھی، تب یہودی کہنے لگے: اے محمد! اس (عبداللہ بن سلام) نے سچ کہا ہے- چنانچہ نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کے بارے میں حکم دیا اور دونوں کو رجم کر دیا گیا- عبداللہ بن سلام کہتے ہیں کہ میں نے زانی کو دیکھا کہ وہ زانیہ پر جھک کر اسے بچانے کی کوشش کر رہا تھا۔"

نسل و نسب کا تحفظ الہامی قوانین کا ہی امتیاز ہے کیونکہ نبی کریم کا فرمان ہے :

والله ما من أحد أغير من الله أن يزني عبده أو تزني أمته (بخاری:۱۰۴۴)

"اللہ کی قسم! اس بارے میں کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت والا نہیں ہے کہ اس کا کوئی بندہ یا بندی زنا کا ارتکاب کریں-"

نسب کا مفہوم:

نسب کا لغوی مطلب 'باپ کی طرف منسوب' کرنا ہے- اصطلاحی تعریف یہ ہے:

القرابة وهي الاتصال بين إنسانين بالاشتراك في ولادة قريبة أو بعيدة

(مغنی المحتاج:۳/ ۴، نیل المآرب:۲/ ۵۵، التفریع:۲/ ۳۳۸)

"اس سے مراد قرابت ہے اور قرابت دو انسانوں کے مابین پیدائشی تعلق کو کہتے ہیں خواہ وہ تعلق قریب کا ہو یا دور کا۔"

جواہر الاکلیل میں ہے کہ نسب کا لفظ 'معین والد کی طرف منسوب' کرنے پر بولا جاتا ہے- (ج ۲/ ص ۱۰۰)

نسب صرف 'باپ' کے لئے

قرآنِ کریم میں اس بارے میں صریح حکم آیا ہے:

ادْعوهمْ لآبائهمْ هوَ أَقسطُ عندَ اللهِ ۚ فإن لمْ تعلموا آباءَهمْ فإخوَانكمْ في الدِّينِ وَمَوَاليكمْ ۚ وَليسَ عليكمْ جناحٌ فيما أَخطأْتم بهِ وَلكن ما تعمدَتْ قلوبكمْ ۚ وَكانَ اللهُ غفورًا رَّحيما (سورۃ الأحزاب:۵)

"اور اللہ نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارے حقیقی بیٹے نہیں بنایا۔ یہ تمہارے زبانی دعوے ہیں، اللہ ہی حق بات کہتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ انہیں ان کے حقیقی باپوں سے ہی منسوب کرو، یہی اللہ کے نزدیک زیادہ انصاف والا طریقہ ہے۔ اگر تمہیں ان کے باپوں کا علم نہ ہو تو پھر یہ تمہارے دینی بھائی یا تمہارے آزاد کردہ غلام ہیں۔"

صحیح بخاری میں ہے کہ یہ آیت حضرت زید بن حارثہ ؓ کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ اُنہیں اوائل اسلام میں نبی کریم ﷺ کا بیٹا کہا جاتا تھا۔ (رقم:۴۷۸۲)

صحیح بخاری کی ہی ایک اور حدیث میں ہے:

أن أبا حذيفة تبنى سالما كما تبنى رسول الله ﷺ زيدًا وكان من تبنى رجلا في الجاهلية دعاه الناس إليه وورث ميراثه حتى أنزل الله تعالى ﴿ادْعوهمْ لآبائهمْ﴾ (رقم:۴۰۰۰)

"ابو حذیفہ ؓ نے سالم کو اپنا 'لے پالک' بیٹا بنا رکھا تھا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے زید کو بنایا تھا۔ جاہلیت کا دستور یہ تھا کہ جو جس کو اپنا 'لے پالک' بنالیتا، لوگ اسی کی طرف اسے منسوب کیا کرتے، اور اس کو ہی وارث بنایا جاتا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو نازل فرمادیا کہ انہیں ان کے باپوں کے نام سے ہی پکارو۔"

نسب و نسل کی اہمیت کے پیش نظر قرآنِ کریم میں اس کے متعلق بعض آیات بھی نازل کی گئی تھیں، بعد میں آیتِ رجم کی طرح ان کی تلاوت کرنا منسوخ قرار دے دیا گیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ ایک لمبی حدیث ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

إنا كنا نقرأ فيما نقرأ من كتاب الله (أن لا ترغبوا عن آبائكم فإنه كفر بكم أن ترغبوا عن آبائكم

(صحیح بخاری:۶۸۳۰ اور ۶۷۶۸)

" قرآن کریم میں ہم یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے: تم اپنے باپوں سے اپنی نسبت کو ہٹاؤ مت، جو کوئی اپنے باپ کے علاوہ اپنی نسبت کرے گویا یہ تمہارے کفر کے مترادف ہے۔"

درست نسب کی اسلام میں اہمیت اس قدر زیادہ ہے کہ نبی کریم کا فرمان ہے:

(من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام)

"جو شخص علم رکھنے کے باوجود اپنے آپ کو باپ کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کرے تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔"

(صحیح بخاری:۶۷۶۶)

نبی کریم ﷺ نے ایک فرمان میں نسب میں طعنہ زنی کرنے کو جاہلیت اور دوسرے فرمان میں کفر کے مترادف قرار دیا ہے۔

(صحیح بخاری:۳۸۵۰ اور صحیح مسلم:۶۷)

مندرجہ بالا قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام میں نسب کو بہت زیادہ اہمیت دی گئی ہے اور نسب کو غلط یا خلط ملط کرنے کی شدید مذمت پائی جاتی ہے۔ ان سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلام کی رو سے نسب اور نسل صرف باپ (مفسر قرآن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ کا قول یہ ہے کہ اگر اصل باپ معروف ہو تب غیر سے نسبت کی گنجائش نکل سکتی ہے، ان کی دلیل حضرت مقداد بن اسود کی نسبت ہے، جن کے والد کا نام تو عمرو تھا لیکن اس کے باوجود انہیں کتب حدیث وغیرہ میں مقدار بن اسود وغیرہ ہی لکھا جاتا ہے اور وہ ابن اسود سے ہی مشہور ہیں۔)(الاصابہ:۳ / ۴۳۴) کے لئے مخصوص ہے اور یہ نسب ماں کی طرف سے نہیں چلتا۔

زنا کی صورت میں 'نسب' کس کے لئے؟

یہاں بڑا اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نسب کی صحت کے لئے کیا صرف یہ کافی ہے کہ بچہ کسی مرد کے نطفے سے پیدا ہو یا مرد کا عورت کے ساتھ شرعی نکاح ہونا بھی ضروری ہے؟ اس سلسلے میں اسلام کا اُصولی موقف یہ ہے کہ بچے کو صرف اسی شخص کے ساتھ ملحق کیا جائے گا جو اس کا جائز والد ہو- اگر وہ بچہ زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے تو ایسی صورت میں اس کا نسب زانی سے نہیں جوڑا جائے گا اور شرعی طور پر بچہ زانی کا وارث نہیں ہو گا، نہ ہی زانی پر اس بچے کی کفالت فرض ہو گی- حتیٰ کہ اگر کسی بچے کے بارے میں یہ امر حتمی بھی ہو کہ وہ اس زانی کے زنا کے نتیجے میں پیدا ہوا ہے، مثلاً زانی نے زنا کا اعتراف بھی کر لیا ہو تب بھی امر واقعہ کے باوجود اس زانی کو باپ نہیں بنایا جائے گا گویا یہ بھی زنا کی سزا کا ایک حصہ ہے- اس کی وجہ یہ ہے کہ شرعی طور پر باپ ہونے کے ناطے جو حقوق اسے حاصل ہوتے ہیں، وہ بھی اللہ کے ہی عطا کردہ ہیں- اللہ کی نافرمانی پر مبنی ایک فعل کے ذریعے اسے دیگر شرعی حقوق بھی حاصل نہیں ہوں گے- اس مسئلہ پر تمام فقہاے کرام کا بھی اتفاق پایا جاتا ہے - اس سلسلے میں احادیث نبویہ حسبِ ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:

وإن كان من أَمة لم يملكها أو من حرة عاهر بها فإنه لا يلحق به ولا يرث وإن كان الذي يدعى له هو ادعاه فهو ولد زِنية من حرة كان أو أمة ... وهو ولد زنا لأهل أمه من كانوا حرة أو أمة

(صحیح سنن ابو داؤد:۱۹۸۲)

"اگر کوئی شخص اپنی غیر مملوکہ لونڈی سے یا کسی آزاد عورت سے زنا کرے تو بچے کو نہ تو اس کی طرف منسوب کیا جائے گا، نہ ہی وہ اس کا وارث ہو گا- خواہ زانی یہ دعویٰ بھی کرے کہ وہ اس کا بچہ ہے- وہ بچہ زنا کا نتیجہ ہے چاہے وہ لونڈی سے ہو یا آزاد عورت سے- (اگلی حدیث میں ہے کہ) ولد الزنا اس کی ماں کے خاندان کو دے دیا جائے گا، چاہے ماں آزاد ہو یا لونڈی- (لونڈی کا 'اہل' اس کے مالکان ہیں۔)"

دیکھئے! نبی کریم ﷺ نے اپنے فرمان میں اسے باپ قرار دینے سے احتراز کرتے ہوئے صرف دعویٰ کرنے والا قرار دیا ہے، الفاظ کا ایسا محتاط استعمال شانِ رسالت کے ہی لائق ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲)حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من ادّعى ولدًا من غير رِشدة فلا يرِث ولايورث (سنن ابوداؤد:۲۲۶۴)

"جو کوئی نکاح کے بغیر کسی بچے کا دعویٰ کرے تو نہ تو وہ بچہ اس زانی کا وارث بن سکتا ہے اور نہ وہ زانی اس بچے کا وارث قرار پائے گا۔"

(۳) ایک آدمی نے نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر اس بات کا دعویٰ کیا کہ فلاں لڑکا میرا بیٹا ہے کیونکہ اس کی ماں سے میں نے جاہلیت میں زنا کیا تھا-تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لا دَعوة في الإسلام،ذهب أمر الجاهلية،الولد للفراش وللعاهر الحجر (صحیح سنن ابوداؤد:۱۹۹۰)

"اسلام میں نسب دعووں سے ثابت نہیں ہوتا- جاہلیت کا دور لد گیا، بچہ تو فراش (بستر کے جائز مالک) کا ہے-اور زانی کے لئے پتھروں کی سزا ہے۔"

(۴)۔ نبی کریم ﷺ کا اُصولی فرمان متعدد کتبِ حدیث میں بیان ہوا ہے:

الولد للفراش وللعاهر الحجر (صحیح بخاری:۲۰۵۳)

"بچہ اس کا ہوگا جس کی بیوی ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔"

الحَجَر کا مطلب محرومی بھی آتا ہے یعنی زانی کیلئے محرومی ہے۔(لسان العرب:۴/ ۱۶۶)

یہاں ایک بنیادی اُصول بیان کیا گیا ہے کہ بچہ اس آدمی کا ہے جس کے فراش (بیوی یا باندی) کے ہاں پیدا ہوا ہے-یعنی بچے کے درست نسب کے لئے ضروری یہ ہے کہ وہ آدمی کی بیوی یا اس کی اپنی باندی کے ہاں پیدا ہو، اگر وہ عورت زانی کے لئے جائز نہیں

فقہا کا نقطہ نظر

امام شافعیؒ اپنی کتاب 'احکام القرآن' میں لکھتے ہیں:

"فكان معقولا في كتاب الله أن ولد الزنا لا يكون منسوبا إلى أبيه لما وصفنا من أن نعمته إنما تكون من جهة طاعته لا من جهة معصيته"

"کتاب اللہ سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ولد الزنا کو اسکے باپ سے منسوب نہ کیا جائے کیونکہ اولاد اللہ کی نعمت ہے اور یہ نعمت اللہ کی اطاعت کے نتیجے میں ملتی ہے نہ کہ نافرمانی پر-"

امام ابو بکر جصاص حنفی اپنی کتاب 'احکام القرآن' میں لکھتے ہیں:

"فالميراث إنما يتعلق حكمه بثبوت النسب منه لا بأنه من مائه ألا ترىٰ أن ولد الزنا لا يرث الزاني لعدم ثبوت النسب وإن كان من مائه" (۳/ ۳۳۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"وراثت کا تعلق نسب کے ثابت ہونے سے ہے، نہ کہ اس بنا پر کہ بچہ اس کے نطفہ سے ہے- کیا آپ دیکھتے نہیں کہ ولد الزنا زانی کا وارث نہیں بن سکتا کیونکہ اس کا نسب اس سے ثابت نہیں ہے باوجود اس کے، کہ وہ اس کے نطفہ سے ہے۔"

ولد الزنا کس کو دیا جائے؟

مذکورہ بالا تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ ولد الزنا، زانی سے منسوب نہیں ہو گا- البتہ بچہ کے قصور وار نہ ہونے کی وجہ سے اس کو ماں کی حضانت (تربیت و پرورش) کے حق سے محروم نہیں کیا جائے گا- البتہ جب شادی شدہ زانیہ عورت کو رجم کی سزا دی جائے تو ایسی صورت میں یہ بچہ ماں کے ورثا یا عامۃ المسلمین کے حوالے بھی کیا جا سکتا ہے کیونکہ ماں کے اقارب ہی اس کو تربیت کے لئے ضروری پیار دے سکتے ہیں- یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ولد الزنا کا کیا قصور ہے کہ اس کو باپ کے نسب سے محروم رکھا جا رہا ہے؟

جہاں تک شریعت میں اس بچے کے اپنے افعال کی حیثیت کا تعلق ہے تو ولد الزنا ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، چنانچہ ایسا بچہ نماز میں امامت کے علاوہ مسلمانوں کا حاکم بھی بن سکتا ہے، لیکن نسب میں اگر اس بچے کو جائز بچوں جیسا ہی مقام دیا جائے تو اس سے ان جائز بچوں کا حق متاثر ہوتا ہے اور وہ انہی کی طرح اپنے باپ کے حقوق استعمال کرتا ہے- ایسے ہی جب بچے اپنے والدین سے اچھائیاں اور خوبیاں حاصل کرتے ہیں، ویسے ہی ان پر برائیوں کا بھی کچھ نہ کچھ اثر واقع ہوتا ہے، کیونکہ اللہ نے یہ سلسلہ ہی اس طرح رکھا ہے- جدید سائنس کی رو سے مختلف امراض اور مختلف صلاحیتیں موروثی طور پر بچے کو حاصل ہوتی ہیں- اگر بادشاہ کا بیٹا شہزادہ ہوتا ہے تو مزدور کا بیٹا بھی اس وقت تک اپنے باپ کی سی حیثیت رکھتا ہے، جب تک اس کی ذاتی حیثیت نمایاں ہونے کا وقت نہ آ جائے۔

یوں بھی اگر ولد الزنا کو جائز بچے جیسے ہی تمام حقوق دے دیے جائیں تو اس سے معاشرے میں زنا کی حوصلہ افزائی ہو گی، گویا ناجائز فعل کی بنا پر اس کو حاصل ہونے والا بچہ اس کے برے کام کا انعام تصور ہو گا، اس لئے معاشرے میں پاکیزگی اور عفت و عصمت کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ زنا کے فعل کو مذموم ترین اور سنگین جرم قرار دیا جائے اور اس پر مرتب ہونے والے نتائج اور اثرات کو غیر معتبر سمجھا جائے- آج لادین معاشروں میں حرامی بچوں کی بڑھتی تعداد اسی الہامی حکم کو نظر انداز کرنے کا نتیجہ ہے-

شرعی طور پر یہ نسب کس کی طرف منتقل ہو گا، اس سلسلے میں دورِ نبوی کے واقعات یہ ہیں:

(۱) اوپر نبی کریم ﷺ کا ایک فرمان ذکر کیا گیا ہے جس کے یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

وهو ولد زنا لأهل أمه من كانوا حرة أو أمة- (صحیح ابو داؤد: ۱۹۸۳)

"اور یہ ولد زنا ماں کے خاندان کو دیا جائے گا، چاہے وہ ماں آزاد ہو یا باندی۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۲)اگر ماں شادی شدہ ہو تو اس صورت میں رجم کی سزا پا کر موت سے دوچار ہو گی-ایسی صورت میں یہ بچہ ماں کے خاندان کو یا عامۃ المسلمین کو بھی دیا جا سکتا ہے-اس بارے میں حضرت غامدیہؓ کا واقعہ کتبِ حدیث میں ملتا ہے، جب اُنہوں نے نبی کریم کے سامنے اپنے آپ کو بار بار سزائے رجم کے لئے پیش کیا-احادیث میں یہ الفاظ قابل توجہ ہیں:

(حتى تضعي ما في بطنك) قال فكفلها رجل من الأنصار حتى وضعت ... فقام رجل من الأنصار فقال: إليّ رضاعه يا نبي الله قال فرجمها۔(صحیح مسلم:۱۶۹۵)

"(اس وقت تک انتظار کر) جب تک کہ تیرا بچہ پیدا نہ ہو جائے، تو ایک انصاری آدمی نے غامدیہ کی وضع حمل تک کفالت کی...

آخر حدیث میں ہے کہ انصار میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا: یا رسول اللہ! اس کی رضاعت میرے ذمے ہے، تب نبی کریم نے اس کو رجم کر دیا-"

اور اس سے اگلی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

أتته بالصبي في يده كسرة خبز...فدفع الصبي إلى رجل من المسلمين

"غامدیہ نبی کریم کے پاس بچے کو اس حالت میں لائی کہ اس کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا-نبی کریم نے اس کا یہ بچہ ایک مسلمان کو دے دیا-"

البتہ لعان کرنے والی عورت کے بچے کی نسبت اس کی ماں کی طرف ہی کی جائے گی، جیسا کہ درج ذیل احادیث میں ہے:

(۳)لعان کے ایک واقعہ میں ایک عورت پر اس کے شوہر عویمر عجلانیؓ نے ایک مرد سے ملوث ہونے کا الزام لگایا، عورت نے قسمیں کھالیں اور اس کی عویمر سے جدائی ہو گئی-حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

فكان بعد ينسب إلى أمه۔ (صحیح بخاری:۴۷۴۵)

"بعد میں یہ بچہ اپنی ماں کی طرف منسوب کیا جاتا تھا-"

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں اس بچے کے بارے میں ذکر ہے کہ

قال عكرمة فكان بعد ذلك أميرا علىٰ مصر وكان يدعى لأمه وما يدعى إلى أبيه -(مسند احمد:۲۱۳۲)

"عکرمہ کہتے ہیں کہ یہ بچہ بعد میں مصر کا گورنر بنا، اور اس کو اس کی ماں کی طرف ہی منسوب کیا جاتا تھا، نہ کہ اس مرد کی طرف جس کے ساتھ زنا کرنے کا اس کی ماں پر الزام لگایا گیا تھا-"

قیافہ، ڈی این اے (v) وغیرہ کی حیثیت

مذکورہ بالا تفصیلات کے بعد یہ امر تو بالکل واضح ہے کہ اسلام میں نسب کو ثابت کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے 'نکاح'۔ نکاح کے بغیر کسی کا نسب ثابت ہونا شریعت اسلامیہ کی رو سے ممکن نہیں ہے-نکاح کے بعد بعض صورتوں میں قیافہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈی این اے ٹیسٹ سے بھی فیصلہ کیا جاسکتا ہے لیکن یہ اسی وقت ہو گا جب دو افراد ایک عورت میں اس طرح شریک ہو جائیں کہ دونوں کا نکاح اپنی اصل کے اعتبار سے درست ہو- ایسا بظاہر ممکن نہیں کہ ایک عورت بیک وقت دو مردوں کے نکاح میں ہو لیکن غلطی یا کوتاہی کی بنا پر ایسا ہو سکتا ہے- مثلاً کوئی عورت تین ماہواریوں کی عدت پوری کیے بغیر طلاق ملنے کے فوراً بعد دوسرے مرد سے نکاح کر لیتی ہے، تو ایسی صورت میں اس کا آگے نکاح کرنا تو باعثِ گناہ ہو گا لیکن اس کے نکاح کے بعد کے تعلقات کو زنا قرار نہیں دیا جاسکتا- یا کسی عورت کے رحم میں کوتاہی کی وجہ سے دو نطفے جمع ہو گئے ہیں، تب یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے۔

ایسے ہی لونڈی سے تعلق قائم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک ماہواری انتظار کیا جائے تاکہ اس کے رحم کا خالی ہونا (استبراء رحم) یقینی ہو جائے- لیکن اگر کوئی شخص اس امر کا دھیان نہ کرے تو ایسی صورت میں اس احتیاط کو ملحوظ نہ رکھنے کی سزا تو اُسے دی جائے گی، البتہ اس کا ہم بستری کرنا 'زنا' شمار نہیں ہو گا- چونکہ ان تمام صورتوں میں ان کا نکاح یا لونڈی سے تعلق درست ہے، اب شبہ پڑ جانے کے وقت دو مردوں میں سے بچے کا فیصلہ کس کے حق میں کیا جائے؟ قیافہ یا دیگر قرائن سے اس امر کو ترجیح دی جاسکتی ہی- گویا قیافہ یا کوئی اور یقینی امر بھی، اکیلا نسب کو ثابت کرنے کی بنیاد نہیں بن سکتا، بلکہ اس کے ذریعے جائز نکاح کے بعد صرف ترجیح کا فائدہ لیا جاسکتا ہے۔

اس کی وجہ یہ نہیں کہ اسلام جدید سائنسی تحقیقات کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام غلط تعلق کے نتیجے میں ہونے والے فعل کو شرعی حیثیت نہیں دیتا اور زانی کو تحفظ دینے کی بجائے اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے- باوجود اس امر کے، کہ بچے کا اپنے باپ سے تعلق مشاہدہ یا دیگر یقینی دلائل سے بھی حاصل ہو چکا ہو یا اعتراف کے نتیجے میں انہیں سزا بھی مل چکی ہو- گویا اسلام میں جینیاتی حقوق نکاح کے بعد ہی معتبر ہوتے ہیں، اُس سے پہلے نہیں- یہاں تو یہ کہنا چاہئے کہ اسلام مشاہدہ اور زانی کے اعتراف کو بھی کوئی حیثیت نہیں دیتا کجا یہ کہ وہ ڈی این اے ہو کیونکہ اسلام کے پیش نظر اس فعل کی جائز اور ناجائز حیثیت کے مابین فرق کرنا ہے-

یورپ میں جو بحث ان دنوں بڑی گرم ہے کہ انسان کے قانونی حقوق برتر ہیں یا جینیاتی تو اسلام میں اس کا فیصلہ پہلے سے کر دیا گیا ہے- یہ سوال وہاں پیدا ہی اس لئے ہوا کیونکہ وہاں زنا کی تعریف کو بدل کر بغیر نکاح کے جنسی تعلقات کو گوارا کر لیا گیا ہے-

(۱) عروہؒ بن زبیرؒ سے مروی ہے کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ نے اُنہیں بتایا کہ

"جاہلیت میں نکاح چار طرح سے ہوتے تھے:

(۱) ایک تو نکاح کی وہ صورت جو آج کل مروّج ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اپنی بیٹی یا زیر ولایت لڑکی سے نکاح کی پیش کش کرتا اور حق مہر کے ساتھ اس کا نکاح قرار پا جاتا-

(۲) نکاح استبضاع: جس میں ایک شخص اپنی بیوی کو حیض سے فارغ ہونے کے بعد کسی عالی نسب یا معزز آدمی کے پاس ہم بستری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے لئے بھیج دیتا- حمل قرار پانے تک اس کا حقیقی شوہر اپنی بیوی سے ہم بستری سے اجتناب کرتا- یہ کام اس لئے کیا جاتا تا کہ بچہ اعلیٰ صلاحیتوں کا حامل اور نجیب صفت ہو-

(۳) نکاح کی تیسری صورت یہ ہوا کرتی کہ ایک عورت سے ۱۰ کے قریب لوگ ہم بستری کیا کرتے- حمل قرار پانے کے بعد وہ عورت سب کو بلاتی اور کوئی انکار کی جرات نہ پاتا- وہ عورت اس بچے کو جس کی طرف منسوب قرار دیتی، اس شخص کے لئے اس کو ماننے کے سوا چارہ نہ ہوتا، پھر وہی اس بچے کا نام وغیرہ رکھتا-

(۴) فاحشہ عورتوں کے پاس بے شمار لوگ زناکاری کے لئے آتے رہتے، ایسی عورتوں کے دروازوں پر مخصوص جھنڈے لگے ہوتے- جب بچہ پیدا ہوتا تو قیافہ شناس کو بلایا جاتا اور وہ اس بچہ کو جس سے منسوب کرتا، اسی کی طرف اس کی نسبت سمجھی جاتی اور معاشرے میں اسی کی ولدیت سے وہ معروف ہو جاتا... جب اللہ نے نبی کریم کو مبعوث فرمایا تو آپ نے تمام نکاحوں کو باطل قرار دیتے ہوئے صرف نکاح کی پہلی صورت باقی رکھی-" (بخاری:۵۱۲۷)

اس حدیث میں نکاح کی چاروں صورتوں کے ساتھ جاہلیت میں نسب کے تعین کی صورتوں کا بھی تذکرہ کیا گیا ہے، ان چار صورتوں میں جہاں تک نسب کا تعلق ہے تو اسلام میں اس کا ثبوت صرف پہلی صورت کے ساتھ خاص ہے- دوسری صورت میں زنا ہونے کی وجہ سے چاہے امر واقعہ میں اس کا باپ زانی شخص ہے لیکن اس بچے کو قانونی طور پر اس سے منسوب نہیں کیا جائے گا -

تیسری صورت میں بھی عورت کی طرف سے نسب کے تعین کا اسلام میں کوئی اعتبار نہیں ہے- جہاں تک چوتھی صورت ہے تو اسلام کی رو سے کسی کوتاہی یا غلطی کے موقعہ پر قیافہ شناسی کی بنا پر کسی ایک سے نسب کو ثابت کیا جا سکتا ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ مرد و عورت کا آپس میں جائز نکاح کا تعلق قائم ہو چکا ہو، گویا نسب کی اصل اور واحد بنیاد صرف جائز نکاح ہے اور قیافہ یا ڈی این اے وغیرہ اس میں شبہ کی صورت میں صرف ترجیح کا کردار ادا کریں گے- قیافہ اور ڈی این اے میں فرق یہ ہے کہ قیافہ میں انسانی تجربہ اور عام مشاہدہ کے ذریعے اعضا کی مشابہت کی بنا پر بچے کی والد سے مشابہت تلاش کی جاتی ہے جبکہ ڈی این اے میں سائنسی تجزیات کی مدد سے نسبتاً زیادہ یقینی طور پر اور مزید باریک بینی سے جینیاتی معلومات کی بنا سے اس امر کا تعین کیا جاتا ہے- اس لحاظ سے ڈی این اے کا تجزیہ اگر دورانِ عمل کسی غلطی سے محفوظ ہو تو اس پر قیافہ کی نسبت زیادہ انحصار کیا جا سکتا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قرعہ اندازی

جب ایک عورت سے دو مردوں کا تعلق اس انداز سے قائم ہو کہ یہ تعلق اپنی اصل کے اعتبار سے ناجائز نہ ہو تو اس صورت میں بعض اوقات قرعہ اندازی سے بھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے- حضرت علیؓ کو دورِ نبوی میں یمن میں قاضی بنا کر بھیجا گیا تو وہاں آپ نے ایسے ہی ایک مسئلہ میں فیصلہ فرمایا اور جب یہ فیصلہ نبی کریم ﷺ کو بتایا گیا تو آپ نے اس پر تبسم فرمایا، یہ واقعہ سنن نسائی اور سنن ابو داود میں موجود ہے- زید بن ارقمؓ سے مروی ہے:

أتي علي بثلاثة وهو باليمن وقعوا على امرأة في طهر واحد فسأل اثنين أتقران لهذا بالولد؟ قالا: لا حتى سألهم جميعا فجعل كلما سأل اثنين قالا: لا فأقرع بينهم وألحق الولد بالذي صارت عليه القرعة وجعل عليه ثلثي الدية قال فذُكر ذلك للنبي ﷺ فضحك حتى بدت نواجذه- (صحیح ابو داؤد:۱۹۸۷)

حضرت علیؓ کے پاس یمن میں تین آدمی لائے گئے جنہوں نے ایک لونڈی سے ایک ہی طہر میں ہم بستری کی تھی- آپ نے دو آدمیوں سے باری باری پوچھا: کیا تم اس تیسرے کو یہ بچہ دینے کا اقرار کرتے ہو، ان دونوں نے کہا: نہیں- حتیٰ کہ جب آپ تمام سے پوچھ بیٹھے اور ہر ایک نے نفی میں جواب دیا تو آپ نے ان کے درمیان قرعہ ڈالا، اور بچے کو اس سے منسوب کر دیا جس کے نام قرعہ نکلا تھا- اور اس کو پابند کیا کہ تم دو تہائی دیت ادا کرو- جب یہ بات نبی کریم ﷺ کو بتائی گئی تو آپ اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں-"

علامہ ابن قیم الجوزیہؒ سنن ابو داود پر اپنی 'تعلیقات' میں اس حدیث پر لکھتے ہیں:

"حافظ ابن حزمؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے- اس حدیث میں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس بچے کے بارے میں فیصلہ نہ ہو تو اس کو قرعہ کے ذریعے کسی ایک سے الحاق کر دیا جائے- یہ اسحٰق بن راہویہؒ اور امام شافعی کا پہلا قول ہے- جبکہ امام مالک اور احمدؒ کے نزدیک اس کے بجائے حدیث القیافۃ کی بنا پر قیافہ شناس سے کام لینا زیادہ بہتر ہے- جبکہ امام ابو حنیفہؒ سے اس بارے میں قرعہ یا قیافہ دونوں کے بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ہے-"

اس مسئلہ کو قیافہ کی بجائے قرعہ اندازی سے حل کرنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قیافہ شناس وہاں موجود نہ ہوں یا قیافہ شناس کے لئے فیصلہ کرنا مشکل ہو، جیسا کہ نسائی پر حاشیہ سندی میں اس کا رجحان ظاہر کیا گیا ہے-

احادیث میں زیادہ تر واقعات لونڈیوں کے آئے ہیں، اس سے یہ مطلب سمجھنا درست نہیں کہ یہ احکام لونڈیوں سے ہی مخصوص ہیں- دراصل ایسی کوتاہی زیادہ تر انسان لونڈیوں کے بارے میں ہی کرتا ہے، جہاں تک آزاد عورت کا معاملہ ہے تو مکمل حقوق رکھنے کی وجہ سے اور اس سے عزت و شرف کو زیادہ منسوب سمجھنے کی وجہ سے ایسی بے احتیاطی وہاں کم ہوتی ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی جائزہ:

یہ آرٹیکل مدنی خاندان کے چشم وچراغ حافظ حسن مدنی کی تالیف ہے۔ اس مضمون میں موصوف نے جابجا قرآن وحدیث سے حوالہ جات پیش کیے ہیں۔ اس ضمن میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ اولا اگر موضوع سے متعلق کوئی قرآنی آیت میسر ہو تو پیش کرتے ہیں اور پھر احادیث نبویہ ﷺ سے استدلال کرتے ہیں۔ اور اگر اس حوالے آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین موجود ہوں تو پھر تیسرے نمبر انھیں پیش کرتے ہیں۔

کتاب وسنت کے فہم میں کئی مواقع پر انھوں نے اقوال ائمہ رحمہم اللہ کو بھی پیش کیا ہے۔ مثلا: ''فقہی انسائیکلو پیڈیا میں ہے: فاقتضى ألا يكون الولد لمن لا فراش له كما لا يكون الحجر لمن لازنا له إذ القسمة تنفي الشركة" تقاضا یہ ہے کہ جس کا بستر نہیں، اس کا بچہ بھی نہ ہو، جیسا کہ اس کو پتھر کی سزا بھی نہ ہو جس نے زنا نہیں کیا-زانی اور والد میں یہ تقسیم کر دینا ان کا بچے میں شرکت کی نفی کرتا ہے- ''جہاں ضرورت پیش آئے وضاحت کے لیے لغات کا سہارہ بھی لیتے ہیں، مثلا: ''نبی کریم کا اُصولی فرمان متعدد کتبِ حدیث میں بیان ہوا ہے: " الولد للفراش وللعاهر الحَجَر "بچہ اس کا ہو گا جس کی بیوی ہے اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔ " الحَجَر کا مطلب محرومی بھی آتا ہے یعنی زانی کیلئے محرومی ہے۔'' (لسان العرب 16/4) پھر فقہائے کرام رحمہم اللہ کے اقوال کا تذکرہ کرتے ہیں، اس ضمن میں یہ نہیں کہ کسی خاص فقہ کو ہی مد نظر رکھتے ہیں بلکہ چاروں سکول آف تھاٹ بلکہ فقہ ظاہری سے حوالہ جات موجود ہیں۔ اور عموما ان کے اقوال ان کی دلیل کے ساتھ واضح کرتے ہیں۔ اوراس ضمن میں اگر کسی کا اختلاف کا ہو تو بھی ذکر کرتے ہیں، مثلا:

''جمہور فقہا (مالکی، شافعی اور حنابلہ) کے نزدیک اختلاف کے وقت قیافہ کے ذریعے نسب کا تعین کیا جا سکتا ہے- ان کی دلیل حدیثِ قیافہ (اسامہ ؓ اور زید کی مشابہت) اور حضرت اُمّ سلیم ؓ سے نبی کریم کا مکالمہ ہے-شافعیہ اور حنابلہ کے خیال میں قیافہ شناس کے ذریعے باندی اور آزاد عورت دونوں کے بچوں کا فیصلہ کیا جا سکتا ہے جبکہ مالکیہ کے نزدیک اس سے صرف باندی کے متعلق فیصلہ کیا جانا چاہئے البتہ اگر کبھی بچہ بوقت ولادت گم جائے یا اشتباہ واقع ہو جائے تو ایسی صورت میں قیافہ شناس سے آزاد عورت کے بچے کے فیصلے کا کام لیا جا سکتا ہے۔

احناف کا نقطہ نظر یہ ہے کہ قیافہ بھی کہانت کی طرح مکروہ علم ہے، اور شریعت نے نسب کو ثابت کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ قائم کیا ہے اور وہ ہے جائز بستر، اور جس آدمی کو اپنے بچے کے بارے میں شبہ ہو تو اسے حدیث لعان کی رو سے لعان کا حکم ہے نہ کہ قیافہ شناس سے فیصلہ کرانے کا-علاوہ ازیں مجرد شباہت ایک ناقابل اعتبار امر ہے، کبھی بچہ اپنے کسی دور کے رشتہ دار سے بھی مشابہ ہو سکتا ہے، جیسا کہ ایک آدمی کے ہاں سیاہ رنگ کا بچہ پیدا ہونے کا واقعہ کتبِ احادیث میں آیا ہے-

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جہاں تک حوالہ دینے کا تعلق ہے تو امہات الکتب سے حوالہ جات موجود ہیں۔ قرآن مجید سے حوالہ دینے کا طریقہ کار یہ ہے کہ سورہ کا نام اور پھر آیت نمبر ذکر کرتے ہیں۔ احادیث مبارکہ زیادہ تر صحاح ستہ سے ہیں۔ ان کا حوالہ دینے کا طریقہ بھی یہ ہے کہ کتاب کا نام اور رقم الحدیث ذکر کرتے ہیں۔ اور اگر حدیث بخاری و مسلم سے نہ ہو تو پھر کہیں کہیں حدیث کی صحت پر ماہرین کی آراء بھی نقل کر دیتے ہیں۔ مثلاً:

"علامہ ابن قیم الجوزیہ ؒ سنن ابو داود پر اپنی 'تعلیقات' میں اس حدیث پر لکھتے ہیں" : حافظ ابن حزم ؒ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے- اس حدیث میں مسئلہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ جس بچے کے بارے میں فیصلہ نہ ہو تو اس کو قرعہ کے ذریعے کسی ایک سے الحاق کر دیا جائے- یہ اسحٰق بن راہویہ ؒ اور امام شافعی کا پہلا قول ہے- جبکہ امام مالک اور احمد ؒ کے نزدیک اس کے بجائے حدیث القیافۃ کی بنا پر قیافہ شناس سے کام لینا زیادہ بہتر ہے- جبکہ امام ابو حنیفہ ؒ سے اس بارے میں قرعہ یا قیافہ دونوں کے بارے میں کچھ بھی منقول نہیں ہے۔"

ان کے اس تحقیقی مضمون میں اسلامی اور مغربی کلچر کا تقابل بھی ملتا ہے۔ وہ جابجا دلائل سے اسلام کی نعمت عظمی اور انسانیت کے لیے دانائی سے بھرپور احکامات کا علم دلائل کے ساتھ بلند کرتے نظر آتے ہیں۔ اور احکامات کی تعلیل اور حکمتوں کا تذکرہ بھی آپ کو کہیں ملے گا، مثلاً لکھتے ہیں کہ: "اس کی وجہ یہ نہیں کہ اسلام جدید سائنسی تحقیقات کو قبول نہیں کرتا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام غلط تعلق کے نتیجے میں ہونے والے فعل کو شرعی حیثیت نہیں دیتا اور زانی کو تحفظ دینے کی بجائے اس کی حوصلہ شکنی کرتا ہے- باوجود اس امر کے، کہ بچے کا اپنے باپ سے تعلق مشاہدہ یا دیگر یقینی دلائل سے بھی حاصل ہو چکا ہو یا اعتراف کے نتیجے میں انہیں سزا بھی مل چکی ہو- گویا اسلام میں جینیاتی حقوق نکاح کے بعد ہی معتبر ہوتے ہیں، اُس سے پہلے نہیں- یہاں تو یہ کہنا چاہئے کہ اسلام مشاہدہ اور زانی کے اعتراف کو بھی کوئی حیثیت نہیں دیتا کجا یہ کہ وہ ڈی این اے ہو کیونکہ اسلام کے پیش نظر اس فعل کی جائز اور ناجائز حیثیت کے مابین فرق کرنا ہے- "

جہاں کہیں دی گئی رائے سے اشکالات جنم لیتے ہیں ان کو رفع کرنے کے لیے جواب بھی دیتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

"یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ولد الزنا کا کیا قصور ہے کہ اس کو باپ کے نسب سے محروم رکھا جا رہا ہے؟ جہاں تک شریعت میں اس بچے کے اپنے افعال کی حیثیت کا تعلق ہے تو ولد الزنا ہونے کی وجہ سے اس میں کوئی فرق واقع نہیں ہوتا، چنانچہ ایسا بچہ نماز میں امامت کے علاوہ مسلمانوں کا حاکم بھی بن سکتا ہے، لیکن نسب میں اگر اس بچے کو جائز بچوں جیسا ہی مقام دیا جائے تو اس سے ان جائز بچوں کا حق متاثر ہوتا ہے اور وہ انہی کی طرح اپنے باپ کے حقوق استعمال کرتا ہے- ایسے ہی جب بچے اپنے والدین سے اچھائیاں اور خوبیاں حاصل کرتے ہیں، ویسے ہی ان پر برائیوں کا بھی کچھ نہ کچھ اثر واقع

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوتا ہے، کیونکہ اللہ نے یہ سلسلہ ہی اس طرح رکھا ہے- جدید سائنس کی رو سے مختلف امراض اور مختلف صلاحیتیں موروثی طور پر بچے کو حاصل ہوتی ہیں- اگر بادشاہ کا بیٹا شہزادہ ہوتا ہے تو مزدور کا بیٹا بھی اس وقت تک اپنے باپ کی سی حیثیت رکھتا ہے، جب تک اس کی ذاتی حیثیت نمایاں ہونے کا وقت نہ آجائے۔"

دلائل پیش کرنے کے بعد ان کا تعلق جدید پیش آمدہ مسائل سے جوڑتے ہیں اور ان کا حل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً قیافہ شناسی وغیرہ والی احادیث پیش کرنے کے بعد ان کا تعلق DNA کی شرعی حیثیت سے جوڑتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہاں تک چوتھی صورت ہے تو اسلام کی رو سے کسی کوتاہی یا غلطی کے موقعہ پر قیافہ شناسی کی بنا پر کسی ایک سے نسب کو ثابت کیا جاسکتا ہے لیکن اس میں بھی یہ شرط ہے کہ مرد و عورت کا آپس میں جائز نکاح کا تعلق قائم ہو چکا ہو، گویا نسب کی اصل اور واحد بنیاد صرف جائز نکاح ہے اور قیافہ یا ڈی این اے وغیرہ اس میں شبہ کی صورت میں صرف ترجیح کا کردار ادا کریں گے-"

گویا کہا جاسکتا ہے کہ موصوف اجتہادی بصیرت رکھتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)حلالہ ملعونہ مروّجہ کا قرآن کریم سے جواز؟

(مجوزین کے دلائل کا ایک تحقیقی و تنقیدی جائزہ)

(مولانا حافظ صلاح الدین یوسف)

شمارہ:۳۶۴ جلد:۴۶ عدد:۱ ربیع الاوّل:۱۴۳۵ھ فروری:۲۰۱۴ء

تفویضِ طلاق کے مسئلے میں جس طرح فقہاے احناف کا مسلک قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہے۔ سی طرح اُنہوں نے مروّجہ حلالے کو بھی نہ صرف جائز بلکہ اسے باعثِ اجر وثواب قرار دے کر شریعت کے ایک اور نہایت اہم حکم سے انحراف کیا ہے، یا بہ الفاظِ دیگر تفویض طلاق کی طرح شریعت کا خود ساختہ نظام تشکیل دیا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں جس عورت کو طلاقِ بتّہ (الگ الگ تین مواقع پر تین طلاقیں یا احناف کے نزدیک بیک وقت ہی تین طلاقیں) مل گئی ہو، اس کے لیے حکم ہے کہ اس کے بعد وہ پہلے خاوند سے دوبارہ اس وقت تک نکاح نہیں کر سکتی جب تک وہ کسی دوسرے شخص سے باقاعدہ نکاح نہ کرلے اور اس کے پاس ہی نہ رہے، پھر اگر اتفاق سے ان کے درمیان نباہ نہ ہوسکے اور وہ بھی طلاق دے دے یا فوت ہو جائے تو عدت گزارنے کے بعد وہ پہلے خاوند سے نکاح کر سکتی ہے۔

لیکن طلاق بتہ مل جانے کے بعد پہلے خاوند سے دوبارہ نکاح کرنے کے لیے یہ حیلہ اختیار کرنا کہ کسی مرد سے مشروط نکاح کر کے ایک دو راتیں اُس کے پاس گزار کر طلاق حاصل کر لینا اور پھر پہلے خاوند سے نکاح کر لینا، اس حیلے کی اسلام میں بالکل اجازت نہیں ہے۔

(۱) اسے رسول اللہ ﷺ نے غیر شرعی فعل قرار دیا ہے اور حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے:

لعنَ اللهُ المحلِّ والمحللَ له (سنن ترمذی:۱۱۱۹)

(۲) بلکہ ایک دوسری حدیث میں حلالہ کرنے والے شخص کے لیے "التیسُ المستعارُ" (کرائے کا سانڈ) جیسے کریہہ الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ:۱۹۳۶)

اور قرآن یا حدیث میں اس قسم کے الفاظ کہ یہ کام باعثِ لعنت ہے، یا رِجس (ناپاک) ہے، شیطانی عمل ہے وغیرہ، جیسے الفاظ سے مقصود ان کاموں کی حرمت و ممانعت ہوتی ہے، جیسے شراب کو 'رِجس' اور 'شیطانی عمل' کہا گیا ہے، فضول خرچی کرنے والوں کو 'شیاطین کا بھائی' کہا، جھوٹوں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، ظالموں پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان کا مطلب یہی ہے کہ یہ افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ان کے مرتکبین ملعون ہیں، اپنے لیے کیے جائیں یا کسی دوسرے کی خاطر۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ جو حرام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کام اپنے لیے ممنوع ہو، وہ کسی دوسرے شخص کی خاطر کرنے کی وجہ سے جائز ہو جائے۔ علاوہ ازیں حرام کام حسنِ نیت سے حلال نہیں ہو جائے گا، وہ حرام ہی رہے گا، الا یہ کہ کسی نصّ شرعی سے کوئی استثنا ثابت ہو۔

مروّجہ حلالے کو بھی شریعت میں لعنت کا باعث قرار دیا گیا ہے اور اس کی بابت کسی قسم کا استثنا بھی ثابت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کا اقتضا یہ ہے کہ ایسا مشروط نکاح یعنی حلالہ یا حلالے کی نیت سے کیا گیا نکاح منعقد ہی نہیں ہو گا، بلکہ یہ زِناکاری شمار ہو گا اور اس زناکاری سے وہ عورت پہلے خاوند کے لئے حلال نہیں ہو گی۔

آثارِ صحابہ

(۱) صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بجا طور پر ان فرامین رسول کا یہی مطلب سمجھا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: " لا أُوتى بمحللٍ وَلا بمحللةٍ إلا رَجمتهما" (مصنف عبد الرزاق، باب التحلیل: ۶ / ۲۶۵)

"میرے پاس جو بھی حلالہ کرنے والا مرد اور وہ عورت جس کے ساتھ حلالہ کیا گیا، لائے جائیں گے تو میں دونوں کو سنگسار کر دوں گا۔" یعنی زناکاری کی سزا دوں گا۔"

(۲) حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو مطلقہ عورت سے اس کے خاوند کے لیے اسے حلال کرنے کی نیت سے شادی کرتا ہے؟ تو ابن عمرؓ نے فرمایا:

كلاهما زَانٍ وَإِنْ مكثا عشرِينَ سنةً أَوْ نحوَها، إِذَا كانَ يعلمُ أَنهُ يرِيدُ أَنْ يحلها

(مصنف عبد الرزاق، باب التحلیل: ۶ / ۲۶۵)

"دونوں (مرد و عورت) زانی ہیں، چاہے وہ اس نکاح میں ۲۰ سال یا اس کے قریب بھی رہیں، جب کہ اس کے علم میں ہو کہ اس شخص کی نیت اس عورت کو اس کے خاوند کے لئے حلال کرنے کی ہے۔"

(۳) حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا: میرے چچا نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہیں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا:

"تیرے چچا نے اللہ کی نافرمانی کی ہے، پس اللہ نے اس کو پشیمانی میں ڈال دیا ہے اور اس نے شیطان کی پیروی کی ہے، اب اُس کے لیے اس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

اس نے مزید پوچھا: اس شخص کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے جو میری چچی سے اس کو میرے چچا کے لئے حلال کرنے کی نیت سے نکاح کر لے؟ آپ نے فرمایا:

منْ يخادِعِ اللهَ يخدَعهُ (مصنف عبد الرزاق، باب التحلیل: ۶ / ۲۶۶)

"جو اللہ تعالیٰ سے دھوکا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ ایسا ہی معاملہ فرماتا ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(۴) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کا گواہ بننے والے، اس کے لکھنے والے اور دیگر بعض ممنوع کام کرنے والوں اور حلالہ کرنے والے اور کروانے والے، ان سب کی بابت فرماتے ہیں:

ملعونونَ على لسانِ محمدٍ ﷺ يوْمَ القيامةِ (مصنف عبدالرزاق، باب التحلیل:۶/ ۲۶۹)

''یہ سب قیامت کے روز نبی ﷺ کی زبانِ مبارک کی رُو سے ملعون ہوں گے۔''

فرمان رسول ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے موقِف کے برعکس فقہاء احناف کا مسلک

رسول اللہ ﷺ کے واضح فرمان اور آثارِ صحابہ کی رُو سے تو یہ غیر شرعی فعل ممنوع ہے لیکن فقہائے احناف اور موجودہ علمائے احناف کے نزدیک نہ صرف جائز ہے، بلکہ ان کے نزدیک (نعوذ باللہ) یہ باعثِ اجر کام ہے۔ اِنا للہ وانا الیہ راجعون

ہمارے نزدیک یہ موقف بھی شریعتِ اسلامیہ کے مقابلے میں تفویض طلاق ہی کی طرح ایک نئی شریعت سازی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

اب تک تو ہم سنتے ہی آئے تھے کہ علماے احناف حلالے کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں، لیکن یہ دیکھ کر ہماری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ موجودہ علماے احناف میں ایک نہایت برسر آوردہ عالم مولانا تقی عثمانی صاحب ہیں۔ جن کو ان کے عقیدت مند 'شیخ الاسلام' کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ جن کا اس دور میں اہم تعارف یہ بھی ہے کہ 'میزان بنک' کے نام سے جو بنک قائم ہوا ہے، اس کو غیر سودی بنک قرار دے کر اُنہوں سودی طریقوں کو سندِ جواز مہیا کی ہے، جبکہ جید و مستند علما کی اکثریت بنکوں کے اس سارے عمل کو ناجائز اور سودی ہی قرار دیتی ہے۔ مگر اُنہوں نے سود کو حلال کرنے کے لئے درجنوں فقہی حیلے اختیار کئے ہیں، گویا اس کام میں مولانا عثمانی صاحب کو خصوصی مہارت حاصل ہے۔

اس فقہی مہارت کے ذریعے سے اُنہوں نے حلالہ جیسے ممنوع فعل کے جواز میں بھی سات دلائل مہیا کیے ہیں جو ان کی 'درسِ ترمذی' نامی کتاب کی زینت ہیں۔ مولانا عثمانی صاحب حدیث ''لعن اللہ المحل والمحلل له'' کی شرح میں فرماتے ہیں:

''اس حدیث کی بنا پر نکاح بشرط التحلیل بالاتفاق ناجائز ہے، البتہ اگر عقد میں تحلیل کی شرط نہ لگائی گئی ہو، لیکن دل میں یہ نیت ہو کہ کچھ دن اپنے پاس رکھ کر چھوڑ دوں گا تو حنفیہ کے نزدیک یہ صورت جائز ہے، بلکہ امام ابوثورؒ کا قول ہے کہ ایسا کرنے والا ماجور ہو گا۔'' (درس ترمذی از مولانا تقی عثمانی:۳/ ۳۹۸)

تبصرہ: حالانکہ مشہور حدیث ہے: ''إنما الأعمال بالنيات'' (عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے)۔ علاوہ ازیں نیت کا تعلق بھی صرف حلال کاموں سے ہے۔ حرام کام کرتے وقت نیت کتنی بھی اچھی ہو، وہ حلال نہیں ہو گا، اس پر کوئی اجر نہیں ملے گا۔ اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ ایک حرام کام کرتے وقت زبان سے اس کو حلال کرنے کا اظہار نہ ہو۔ لیکن اگر دل میں اس کو حلال سمجھتے ہوئے وہ کام کرے گا تو نہ وہ حلال ہو گا اور نہ اس پر اجر ملے گا بلکہ ہو سکتا ہے وہ ڈبل جرم کا مرتکب سمجھا جائے، ایک، حرام کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اختیار کرنے کا؛ دوسرا، حرام کو حلال سمجھنے کا بلکہ ایک تیسرا جرم، کسی دوسرے کے لئے حرام کو حلال کرنے کا۔ پھر یہ کون سا اُصول ہے کہ زبان سے تو تحلیل کا نہ کہے لیکن دل میں تحلیل کی نیت کرلے تو وہ جائز بلکہ قابل اجر ہو جائے گا؟ اس فقہی حیلے کی رُو سے تو ہر حرام کام حلال اور جائز قرار پا جائے گا۔ مثلاً ایک چور اس نیت سے چوری کرے، ایک ڈاکو اس نیت سے ڈاکہ ڈالے کہ میں اس رقم کو غریبوں پر خرچ کروں گا۔ اسی طرح کوئی شخص سود بھی غریبوں پر اور رشوت بھی غریبوں پر خرچ کرنے کی نیت سے لے تو کیا ایسی نیت کر لینے سے مذکورہ حرام کام نہ صرف جائز بلکہ باعثِ اجر ہو جائیں گے ؟

اگر ایسا نہیں ہے اور یقیناً ایسا نہیں ہے کہ حُسن نیت سے کوئی حرام کام بھی جائز ہو سکتا ہے تو پھر حلالہ جیسا حرام اور لعنتی فعل محض اس نیت سے کہ میرے اس حرام کام سے دوسرے شخص کا اس عورت سے دوبارہ نکاح کرنا جائز ہو جائے گا اور ایک دوسرے بھائی کا بھلا ہو جائے گا۔ کیسے حلال اور جائز بلکہ ماجور کام قرار پا جائے گا؟

(۲) مولانا تقی عثمانی صاحب فرماتے ہیں:

"امام احمد کے نزدیک یہ صورت بھی (بہ نیتِ تحلیل عارضی نکاح) ناجائز اور باطل ہے، وہ حدیثِ باب کے اطلاق سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں محلل پر مطلقاً لعنت کی گئی ہے اور تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہم (احناف) یہ کہتے ہیں کہ تخصیص تو آپ نے بھی کی ہے، وہ اس طرح کہ حدیثِ باب کے اطلاق کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر نکاح نہ بشرط التحلیل ہو اور نہ بنیۃ التحلیل ہو، پھر بھی اگر زوجِ ثانی طلاق دے کر اس کو زوجِ اوّل کے لئے حلال کر دے تو بھی ناجائز ہو کیونکہ محلل کا لفظ اس پر بھی صادق آتا ہے حالانکہ ایسا شخص کسی کے نزدیک بھی ملعون نہیں۔"

تبصرہ: یہ ساری گفتگو محض اپنی بات کو جائز قرار دینے کے لیے ہے، نیز خلافِ حقیقت ہے۔ یہ دعویٰ کہ "ایسا شخص کسی کے نزدیک بھی ملعون نہیں" یکسر غلط ہے۔ جب ایسا شخص زبان رسالت مآب ﷺ کی رُو سے ملعون ہے تو اس کے ملعون ہونے میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ علاوہ ازیں کوئی اور اسے ملعون کہے یا نہ کہے، جب رسول اللہ ﷺ اسے ملعون قرار دے رہے ہیں تو اس کے بعد بھی اس کے ملعون ہونے کے لئے کسی ہما شما کے سرٹیفکیٹ کی ضرورت باقی رہ جاتی ہے؟ کیا آپ ﷺ کا ملعون قرار دینا اس کے ملعون ہونے کے لئے کافی نہیں ہے؟

ثانیاً: جو نکاح بشرط التحلیل ہو اور نہ بہ نیتِ تحلیل، وہ تو بالاتفاق صحیح نکاح ہے، اس طرح نکاح کرنے والا خوامخواہ طلاق کیوں دے گا؟ ہاں اس کا نباہ نہ ہو سکے اور وہ طلاق دینے پر مجبور ہو جائے تو بات اور ہے اور اس صورت میں اس عورت کا نکاح دوبارہ زوجِ اوّل کے ساتھ بھی جائز ہو گا، لیکن اس صورت کو "زوجِ ثانی طلاق دے کر زوجِ اول کے لیے حلال کر دے۔" سے کس طرح تعبیر کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ واقعات کی دنیا میں اس طرح ممکن ہی نہیں ہے۔ ایسا تو تب ہی ممکن ہے جب نکاح بہ شرطِ تحلیل ہو یا بہ نیتِ تحلیل۔ اگر یہ ان دونوں میں سے کوئی بھی صورت نہیں ہو گی تو عدم آہنگی کی صورت میں طلاق ہو سکتی ہے، ورنہ نہیں اور اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صورت کو 'طلاق دے کر زوجِ اوّل کے لیے حلال کر دے' سے تعبیر کرنا مغالطہ انگیزی کے سوا کچھ نہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جس طرح حلالہ کرنے والے اور جس کے لئے حلالہ کیا جائے، دونوں پر لعنت فرمائی ہے، یعنی یہ دونوں ملعون ہیں۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے اور بھی بہت سے کام کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے، یعنی وہ سب ملعون ہیں۔ جیسے:

''لعنَ رَسولُ اللهِ ﷺ آكلَ الرِّبا وَموكلهُ وَشاهدَهُ وَكاتبهُ'' (سنن ابو داؤد:۳۳۳۳)

''رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی، سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کا گواہ بننے والے اور اس کے لکھنے والے پر''

(۲)''لعنَ رَسوْلُ اللهِ ﷺ الرَّاشيَ والمرتشيَ'' (سنن ابو داؤد:۳۵۸۰)

''رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والے اور دینے والے پر لعنت فرمائی۔''

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے شراب پر، اس کے پینے والے پر، اس کے پلانے والے (ساقی) پر، اس کے بیچنے والے، خریدنے والے پر، اس کے نچوڑنے والے اور نچڑوانے والے پر، اس کو اُٹھا کر لے جانے والے اور جس کی طرف اُٹھا کر لے جائی جائے، اس پر۔ (سنن ابو داؤد:۳۶۷۴)

(۴) لعنَ رَسولُ الله ﷺ الرَّجلَ يلبسُ لبسةَ المرْأَةِ وَالمرْأَةَ تلبسُ لبسةَالرَّجلِ

''رسول اللہ ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کا سا لباس پہنتا اور اس عورت پر جو مردوں کا سا لباس پہنتی ہے۔''

(۵)ناجائز فیشن اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے :'' لعنَ رَسولُ الله الوَاشمةَ وَالمستوْشمةَ... الحديث''

(سنن ابو داؤد:۴۱۶۹)

قرآنی آیت سے استدلال کی حقیقت

اب ہم آتے ہیں قرآنِ کریم کی آیت ''حتیٰ تنكحَ زَوجا غيرَهُ'' کی طرف جس کے عموم سے استدلال کرتے ہوئے اُنہوں نے اس صحیح حدیث کو، جس سے اس آیت کی تخصیص بھی ہوتی ہے اور صحیح مفہوم کی وضاحت بھی، اپنے ایک خود ساختہ اُصول کے حوالے سے ٹھکرا دیا ہے اور وہ حدیث ہے : ''لعن الله المحل والمحلل له''

قرآنِ کریم کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ تیسری طلاق کے بعد اب خاوند اپنی مطلقہ بیوی سے نہ رجوع کر سکتا ہے اور نہ نکاح کے ذریعے ہی سے اُن کے درمیان تعلق بحال ہو سکتا ہے جب کہ پہلی اور دوسری طلاق میں دونوں راستے کھلے ہوتے ہیں، عدّت کے اندر رجوع ہو سکتا ہے اور عدّت گزر جانے کے بعد دوبارہ اُن کے درمیان نکاح جائز ہے۔ لیکن تیسری طلاق کے بعد یہ دونوں ہی راستے بند ہو جاتے ہیں۔ اب ان کے درمیان دوبارہ نکاح کی صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ یہ مطلقہ کسی اور شخص سے نکاح کرے، پھر اتفاق سے ان کے درمیان نباہ نہ ہو سکے اور وہ طلاق دے دے یا وہ فوت ہو جائے تو طلاق یا وفات کی عدت گزارنے کے بعد وہ زوجِ اوّل سے نکاح کر سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس آیت کی تفسیر میں تمام مفسرین زوج اوّل کے لئے حلال ہونے کا یہی واحد مشروع طریقہ بیان کرتے ہیں، کسی بھی مفسر نے یہ جرأت نہیں کی کہ اس آیت کے عموم سے حلالۂ ملعونہ کا بھی جواز ثابت کرے جس سے نکاحِ متعہ بھی از خود جائز قرار پا جائے۔ ماضی قریب کے چند حنفی مفسرین کے حوالے ملاحظہ فرمائیں، جن سب کا خصوصی تعلق دارالعلوم دیوبند ہی سے ہے جو پاک وہند کے علماے احناف کی مسلّمہ مادرِ علمی ہے۔

(ا) مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم لکھتے ہیں:

"پھر اگر (دو طلاقوں کے بعد) کوئی (تیسری) طلاق بھی دے دے عورت کو تو پھر وہ (عورت) اس (تیسری طلاق دینے والے) کے لئے حلال نہ رہے گی اس کے بعد یہاں تک کہ وہ اس (خاوند) کے سوا اور خاوند کے ساتھ (عدت کے بعد) نکاح کرے (اور اس سے ہم بستری بھی ہو) پھر اگر یہ (دوسرا خاوند) اس (عورت) کو طلاق دے دے (اور عدت بھی گزر جائے) تو ان دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ (دوبارہ نکاح کر کے) بدستور پھر مل جاویں۔"

آیت کے اس تفسیری ترجمے کے بعد مولانا تھانوی فرماتے ہیں:

ف: اس کو حلالہ کہتے ہیں، جب کوئی شخص اپنی بی بی کو تین طلاق دے گا پھر دوبارہ اس کے ساتھ نکاح کرنے کے لئے یہی حلالے کا طریق شرط ہے۔ (تفسیر بیان القرآن، ص ۷۵، مطبوعہ تاج کمپنی)

مولانا تھانوی نے 'بہشتی زیور' میں بھی اس مسئلے کو بیان کیا ہے، لیکن اس میں اپنے تقلیدی جمود کو نہیں چھوڑا اور حلالے والے نکاح کو حرام اور باعثِ لعنت قرار دینے کے باوجود نکاح کا جواز تسلیم کیا ہے۔ إنا لله وإنا إليه راجعون... چنانچہ لکھتے ہیں:

اگر دوسرے مرد سے اس شرط پر نکاح ہوا کہ صحبت کر کے عورت کو چھوڑ دے گا تو اس سے اقرار لینے کا کچھ اعتبار نہیں، اس کو اختیار ہے چھوڑے یا نہ چھوڑے اور جب جی چاہے چھوڑے اور یہ اقرار کر کے نکاح کرنا بہت گناہ اور حرام ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت ہوتی ہے لیکن نکاح ہو جاتا ہے۔" (بہشتی زیور: حصہ چہارم، ص ۲۳۹، طبع مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی)

مولانا تقی عثمانی صاحب کے والد محترم مفتی محمد شفیع مرحوم اپنی تفسیر میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"یعنی اگر اس شخص نے تیسری طلاق بھی دے ڈالی (جو شرعاً پسندیدہ نہ تھی) تو اب نکاح کا معاملہ بالکلیہ ختم ہو گیا، اس کو رجعت کرنے کا کوئی اختیار نہ رہا۔ اور چونکہ اس نے شرعی حدود سے تجاوز کیا کہ بلاوجہ تیسری طلاق دے دی تو اس کی سزا یہ ہے کہ اب اگر یہ دونوں راضی ہو کر پھر آپس میں نکاح کرنا چاہیں تو وہ بھی نہیں کر سکتے، اب ان کے آپس میں دوبارہ نکاح کے لئے شرط یہ ہے کہ یہ عورت (عدتِ طلاق پوری کر کے) کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور حقوقِ زوجیت ادا کر کے دوسرے شوہر کے ساتھ رہے، پھر اگر اتفاق سے وہ دوسرا شوہر بھی طلاق دے دے (یا مر جائے) تو اس کی عدت پوری کرنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح ہو سکتا ہے۔ آیت کے آخری جملے "فإن طلقها فلا جناح عليهما أن يتراجعا" کا یہی مطلب ہے۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی والد مرحوم نے اللہ کی منشا یہ سمجھی کہ تیسری طلاق دینے والے کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے طریق حلالہ کے بغیر اب یہ دونوں میاں بیوی باہمی رضامندی کے باوجود بھی دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے۔ لیکن صاحبزادۂ گرامی قدر فرماتے ہیں کہ تیسری طلاق بھی دے دی ہے تو کوئی فکر والی بات نہیں ہے، ایک دوراتوں کے لئے کسی سے عارضی نکاح کر دیا جائے، پھر اس سے طلاق لے کر (عدت گزارنے کے بعد) دونوں میاں بیوی دوبارہ نکاح کر لیں۔

یعنی اللہ تعالیٰ تو تیسری طلاق دینے والے کو ایک مخصوص سزا دے کر طلاق دینے کی حوصلہ شکنی کرنا چاہتا ہے تاکہ گھر برباد نہ ہوں اور بچے والدین کی شفقت اور نگرانی سے محروم نہ ہوں لیکن حلالۂ ملعونہ کو حلال ثابت کرنے والے یا بقول علامہ اقبال، قرآن کو بدلنے (اللہ تعالیٰ کی منشا کو ختم کرنے والے) فقیہانِ حرم طلاق کی حوصلہ افزائی فرما رہے ہیں اور وہ بھی کس وجہ سے؟ کیا ان کے پاس اپنے اس موقف کی کوئی نقلی دلیل ہے؟ نہیں، یقیناً نہیں۔ کوئی عقلی دلیل ہے؟ نہیں وہ بھی یقیناً نہیں ہے۔ سوائے اس تقلیدی جمود کے، ان کے پاس کوئی دلیل نہیں جو اہل تقلید کا ہر دور میں شعار رہا ہے اور علم و تحقیق کے اس دور میں بھی وہ اپنی اسی روش پر مصر ہیں۔

مولانا تقی عثمانی صاحب سے سوال

اس کی وضاحت وہ خود ہی فرمائیں گے کہ ان میں سے کون سی بات درست اور کون سا استدلال صحیح ہے؟ قرآن کریم کی بیان کردہ وضاحت، جس کی صحیح تفسیر کرنے کی توفیق اللہ نے آپ کو دی یا 'درسِ ترمذی' کا وہ استدلال جو آپ نے خانہ ساز اُصول کی آڑ لے کر تقلیدی جمود میں پیش کیا؟ اور جس سے تین طلاقوں کے بعد بھی ایک نہایت آسان راستہ تعلقات کی بحالی کا کھل جاتا ہے جو قرآنِ کریم کی رُو سے نہیں کھلتا۔ اس نہایت آسان راستے میں البتہ یہ ضرور ہے کہ انسان کو بے غیرت اور لعنتِ الٰہی کا مورد بننا پڑتا ہے۔ لیکن اس کا یہ فائدہ ضرور ہے کہ تقلید کا طوق قائم اور محفوظ رہتا ہے۔

علمائے احناف سے بھی چند سوال

علمائے احناف بھی اس کی وضاحت فرمائیں کہ کیا بے غیرتی اور لعنت الٰہی والا راستہ پسندیدہ ہے جو تقلیدی جمود کا راستہ بھی ہے اور جس میں قرآن و حدیث کی نصوصِ صریحہ سے گریز کیے بغیر آدمی نہیں چل سکتا؟

یہ بھی وضاحت فرمائی جائے کہ اسلام بے غیرتی والا دین ہے یا غیرت والا؟ اسلام نے کسی بھی مرحلے میں بے غیرتی کی تعلیم دی ہے؟

نیز کیا اسلام میں ایک شخص کے جرم کی سزا کسی دوسرے شخص کو دی جا سکتی ہے؟ تیسری طلاق دینے کا جرم تو مرد (خاوند) کرتا ہے لیکن آپ حضرات اس کی سزا عورت (بیوی) کو دیتے ہیں کہ ایک دوراتوں کے لیے اسے کرائے کے سانڈ کے حوالے کر دیتے ہیں۔ کیا اسلام میں اس بے انصافی کی اجازت ہے؟ اور کیا یہ قرآن کی آیت ''وَلا تزِرُ وازِرَةٌ وِزرَ أُخرىٰ'' کے خلاف نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے؟

اور کیا یہ فتوائے حلالہ خلافِ عقل بھی نہیں ہے؟ تقاضائے عقل تو یہ ہے کہ جرم کی سزا مجرم کو دی جائے، اور آپ حضرات اس کی سزا اس کو دیتے ہیں جو سراسر بے قصور ہے۔ البتہ شوہر کو ایک سزا یہ ضرور ملتی ہے بشرطیکہ وہ غیرت مند ہو کہ اس کی چند راتیں اس کرب میں گزرتی ہیں کہ اس کی بیوی کو کب کرائے کے سانڈ سے آزادی ملتی ہے اور وہ 'باعزت' اس کے پاس واپس آتی ہے؟

تحقیقی جائزہ:

حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ پاکستان کے معروف عالم دین ہیں۔ کئی کتب کے مصنف ہیں۔ حلالہ کے موضوع پر ان کا یہ آرٹیکل دراصل برصغیر کی معروف شخصیت شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی صاحب کی درس ترمذی میں حلالہ کے جواز میں دیئے دلائل کا تنقیدی جائزہ ہے۔ موصوف رحمہ اللہ نے اولا اس فعل کو غیر شرعی قرار دینے کے لیے کتب احادیث سے دلائل دیئے ہیں۔ ان کے بعد آثار صحابہ کو اپنے موقف کی تائید میں پیش کیا ہے۔ عموماوہ رائے کے اظہار کے بعد دلیل کا ذکر ضرور کرتے ہیں، جیسا کہ برصغیر کے اہل حدیث مسلک کا عمومی اسلوب ہے۔

دلائل کے بعد وہ امہات الکتب سے حوالہ جات بھی ذکر کرتے ہیں۔ احادیث مبارکہ عموما صحاح ستہ سے ہیں۔ جبکہ کچھ آثار مصنف عبد الرزاق سے بھی ہیں۔ حوالہ جات کے لیے ان کا عمومی اسلوب یہ ہے کہ سب سے پہلے کتاب کا نام اور پھر رقم الحدیث، مثلا (سنن ترمذی:۱۱۱۹) اور کبھی کبار کتاب کے نام کے ساتھ باب کا نام، رقم الحدیث اور ساتھ میں جلد نمبر بھی ذکر کرتے ہیں، مثلا (مصنف عبد الرزاق، باب التحلیل:۲۶۵/۶)

بسا اوقات حدیث ذکر کرنے کے بعد اس کا حکم بھی ذکر کر دیتے ہیں، مثلا "کتنی واضح حدیث ہے اور اس کے ساتھ مولانا موصوف کا یہ اعتراف بھی ہے کہ یہ حدیث بالکل صحیح بھی ہے اور اس کا کوئی جواب بھی آج تک کسی حنفی عالم نے نہیں دیا ہے۔ سبحان اللہ، جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے!... اس صحیح اور لاجواب حدیث سے بروزِ روشن کی طرح ثابت ہو رہا ہے کہ نکاح حلالہ، چاہے شرط کے ساتھ نہ بھی ہو لیکن نیت حلالے کی ہو تو وہ حرام اور زناکاری ہے۔"

ان کے اس آرٹیکل میں کہیں کہیں فہم دین کے اصول اور ان کی تفہیم کے لیے مثالیں بھی نظر آتی ہیں، مثال کے طور پر آرٹیکل کے تمہیدی مباحث میں لکھتے ہیں: "ور قرآن یا حدیث میں اس قسم کے الفاظ کہ یہ کام باعثِ لعنت ہے، یا رِجس (ناپاک) ہے، شیطانی عمل ہے وغیرہ، جیسے الفاظ سے مقصود ان کاموں کی حرمت و ممانعت ہوتی ہے، جیسے شراب کو 'رِجس' اور 'شیطانی عمل' کہا گیا ہے، فضول خرچی کرنے والوں کو 'شیاطین کا بھائی' کہا، جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے، ظالموں پر اللہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لعنت ہے وغیرہ وغیرہ۔ ان کا مطلب یہی ہے کہ یہ افعال ممنوع اور حرام ہیں اور ان کے مرتکبین ملعون ہیں، اپنے لیے کیے جائیں یا کسی دوسرے کی خاطر۔"

اصولی مباحث کی ایک اور مثال ان کا یہ کہنا ہے کہ "جمہور اُصولیین کے نزدیک افعالِ شرعیہ سے نہی، بالعموم منھی عنہ کے فساد پر دلالت کرتی ہے۔ بنابریں فساد، قرائن کی بنیاد پر بطلان کا باعث بھی ہو سکتا ہے اور ہمارے نزدیک مسئلۂ زیر بحث میں نہی بُطلان ہی کی متقاضی ہے۔"

ان کا یہ آرٹیکل اگرچہ تنقیدی و تحقیقی جائزہ ہے لیکن بعض ضمنی فوائد جن کا بہ ظاہر موضوع سے بلا واسطہ تعلق نہیں ہوتا سے خالی نہیں۔ محلل اور محلل لہ کو مثال کے طور پر حدیث میں ملعون قرار دیا گیا ہے، تو اس وجہ سے وہ کچھ اور احادیث مبارکہ کا ذکر کرتے ہیں جن میں کچھ دیگر اشخاص پر لعنت کی گئی ہے۔ ایک جگہ تقلید کے نقصانات پر بات کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا اقتباس ذکر کرتے ہیں۔

جیسا کہ ابتدا میں واضح کر دیا گیا تھا کہ یہ مفتی تقی عثمانی صاحب کے مضمون کا تنقیدی جائزہ ہے۔ اس ضمن میں ان اسلوب یہ ہے کہ اولاً مفتی صاحب کے دیئے گئے دلائل کو ذکر کرتے ہیں پھر اس پر اپنی رائے اور اس کی دلیل ذکر کرتے ہیں۔ اور رد میں مناظرانہ طرز اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے فریق مخالف کی کتب کے حوالہ جات بھی جابجا نظر آتے ہیں۔ کہیں کہیں مضمون میں الفاظ میں سلابت ہے۔ ایک جگہ اپنے موقف کو مزید جاندار بنانے کے لیے شعر بھی کہا ہے:

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام　　کشتی کسی کی پار ہو یا درمیان رہے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)"غیرت کے نام پر قتل" اور شریعت اسلامیہ

کیا غیرت کے نام پر ہونے والے ہر قتل کی سزا قصاص ہے؟

اسلام اور اس کی جدید تجربہ گاہ کے نام پر سینۂ ارضی پر وجود میں آنے والی ریاست پاکستان اپنے قیام کے 65 برس بھی تشخص اور شناخت کے بحران میں مبتلا ہے۔ عظیم اکثریت کا نمائندہ طبقہ اہل علم اس ملک کو اس کی اصل بنیاد اور اسلامی تقاضوں کی طرف لے جانا چاہتا ہے، ان کے لیے شریعتِ اسلامیہ کا ہر فرمان قابل اتباع ہے اور وہ اس کو بہر طور مفکر وبانیانِ پاکستان کی خوابوں کے مطابق ایک کامیاب اسلامی معاشرہ بنانا اور دیکھنا چاہتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بے شمار احکامات کی طرح یہ فرمان بھی واجبُ الاتباع ہے:

فلا وَرَبكَ لا يؤمنونَ حتىٰ يحكموكَ فيما شجرَ بينهم ثمَّ لا يجدوا فى أَنفسهم حرَجا مما قضيتَ وَيسلموا تسليما (سورۃ النساء:٦٥)

"اور تیرے ربّ کی قسم! یہ مؤمن نہیں ہو سکتے، جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو فیصلہ کن حیثیت نہ دے لیں۔ پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں۔ اور دل وجان کے ساتھ انہیں قبول وتسلیم کر لیں۔"

اس جیسی بہت سی آیاتِ کریمہ میں ایسے معاملات میں، جن میں شریعت کا صریح حکم موجود ہے، اپنی طرف سے نت نئی قانون سازی کرنا ناجائز اور اتباعِ نبوت سے انحراف قرار دیا گیا ہے۔ جبکہ وطن عزیز کا دوسرا طبقہ وہ ہے، جو مغربی تعلیم یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ، مغربی تہذیب وتمدن کو اپنے لیے 'رول ماڈل' سمجھتا ہے۔ سول سوسائٹی اور حقوقِ نسواں کے نعرے لگانے والا یہ طبقہ، ایک طرف خواتین کے لیے ہدایاتِ نبویہؐ کو نہ تو درخورِ اعتنا سمجھتا ہے، اور نہ ہی معاشرہ وریاست کی صورت گری میں مذہب کو بنیادی کردار دینے پر آمادہ ہے۔ اس طبقہ کی بھرپور تائید عالمی ادارے، مغربی حکومتیں اور میڈیا اپنے ذرائع ووسائل کے ساتھ کرتے ہیں۔

'غیرت' کی تعریف

عربی زبان کی مشہورِ زمانہ لغات/ ڈکشنریوں میں غیرت کی تعریف یہ کی گئی ہے:

الغيرةُ مشتقةٌ منْ تغيرِ القلبِ وَهيجانِ الغضبِ بسببِ المشارَكةِ فيما بهِ الإختصاصُ، يقال: غارَ الرَّجل على امرأَتهِ منْ فلانٍ، وَهيَ عليهِ منْ فلانَة يغارُ غيرَةً وغيارًا: أَنفَ منَ الحميةِ وَكرِهَ شرِكةَ الغيرِ في حقهِ بها، أَوْ في حقها بهِ: .(لسان العرب وتاج العروس زیر مادہ، فتح لباری:٩ / ٣٢٠)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"غیرت دل کی حالت بدل جانے اور غصہ کے سبب ہیجانی کیفیت طاری ہو جانے کو کہتے ہیں، جس کا سبب کسی ایسے شے میں دوسرے کی دخل اندازی ہوتا ہے جس کو انسان اپنے ساتھ مخصوص سمجھتا ہے۔" جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ آدمی نے اپنی بیوی کے بارے میں فلاں شخص پر غیرت کھائی۔ اور فلاں عورت نے فلاں دوسری عورت پر (اپنے شوہر کے بارے میں) غیرت کھائی۔ یہ الفاظ اُسوقت بولے جاتے ہیں جب کسی کی غیرت وحمیّت خاک میں مل جائے اور وہ مرد/عورت دوسرے شخص کی اپنے حق میں دخل اندازی کو برا جانے۔"

ہر مسلمان کو اپنی بیوی یا اپنی محرمات عورتوں کے بارے میں غیرت کے جذبات رکھنے چاہئیں اور جو آدمی اس غیرت سے خالی ہو، اصطلاحِ شرع میں اسے 'دیوث' کہتے ہیں جس کی نبی کریم ﷺ نے بڑی مذمت کی ہے:

ثلاثَةٌ لاَ ينظرُ اللهُ عزَّ وَجل إِليهِمْ يوْمَ القيامةِ: العاقُّ لوَالدَيهِ، وَالمرْأَةُ المترَجلةُ، وَالدَّيوثُ (سنن نسائی)

"تین طرح کے لوگوں کی طرف اللہ روزِ قیامت دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گا، ماں باپ کا نافرمان، مردوں کی مشابہت کرنے والی عورت اور بے غیرت شخص۔"

غیرت کا تعلق صرف مردوں سے ہی نہیں بلکہ عورت کے ساتھ بھی ہے جیسا کہ اُمہات المومنین، اپنی سوکنوں کے بارے میں غیرت کھاتیں۔ غیرت کی یہ صورت بعض شرائط کے ساتھ جواز کا پہلو رکھتی ہے، جب کہ ناجائز غیرت میں قبائلی عصبیت اور فرقہ وارانہ مخاصمت شامل ہیں، جن کا شریعتِ اسلامیہ نے کوئی اعتبار نہیں کیا بلکہ اُنہیں حرام قرار دیا ہے۔ الغرض غیرت کرنا ایک محبوب ومطلوب امر ہے، بے غیرتی ناپسندیدہ اور قابل وعید رویّہ ہے۔

غیرت کے نام پر قتل کو قتل عمد قرار دینا...؟

اسلام میں ہر جرم کی سزا اُس کی نوعیت وشدت کے مطابق دی جاتی ہے کہ یہی عدل وانصاف کا تقاضا ہے۔ عشق وفسق کے رویے اختیار کرنا، گو کہ اسلام کی نظر میں انتہائی ناپسندیدہ ہیں لیکن اس کی سزا یہ نہیں کہ ایسا کرنے والے کو موت کے گھاٹ اُتار دیا جائے۔ بلکہ ایسا کرنے والے کو تادیبی اور انسدادی سزا دی جانی چاہیے۔ مرد وزَن کے بے محابا تعلقات اور اُن میں خفیہ آشنائی بھی ناجائز اور حرام ہیں، لیکن جب تک کوئی مرد وعورت بدکاری کے حقیقی جرم کا ارتکاب نہیں کرتا، اس وقت تک اس کو بدکاری کی سزا نہیں دی جاسکتی۔ حتیٰ کہ کنوارے مرد وعورت اگر زناکاری بھی کرلیں تو شریعتِ اسلامیہ میں اُن کی سزا، قتل کی بجائے سو کوڑے اور جلاوطنی سے زیادہ نہیں۔ غیرت کے حوالے سے جرائم کی بعض سنگین صورتیں مجرموں کے لیے سزائے موت کو شرعاً لازم تو کرتی ہیں، تاہم ورثا کے لیے پھر بھی قانون کو ہاتھ میں لینے کی گنجائش نہیں ہے، ایسا کرنا صرف مسلمان حاکم کا استحقاق ہے۔ اسی طرح یہ بھی یاد رہے کہ جس جرم کی سزا قرآن وسنّت نے مقرر کر دی ہو، اس کی جگہ از خود دوسری سزا مقرر کر دینا چاہے وہ کم ہو یا زیادہ، ایک مسلمان کے لیے ایسا رویہ اختیار کرنا ناجائز ہے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لاَ يحلُّ دَمُ امرِئٍ مسلمٍ، يشهدُ أَنْ لاَ إِلهَ إِلا اللهُ وَأَنِي رَسولُ اللهِ، إِلا بِإِحدَى ثلاَثٍ: النفسُ بالنفسِ، وَالثيبُ الزَّانِي، وَالمارِقُ منَ الدِّينِ التارِكُ للجماعةِ(صحیح بخاری:۶۸۷۸)

"کلمہ طیبہ کا اقرار کرنے والے کسی مسلمان کا خون بہانا تین صورتوں کے سوا جائز نہیں: قصاص، شادی شدہ زانی، دین سے نکل کر ارتداد کی راہ اختیار کرنے والا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ شادی شدہ مرد وعورت کی بدکاری کے علاوہ کسی کو خفیہ یارانے اور بدکاری پر قتل کی سزا نہیں دی جاسکتی اور یہ سزا دینا بھی مسلم حاکم کا فریضہ ہے۔ اسلام میں بدکاری اور اس کے مبادیات کو بھی گناہ قرار دیتے ہوئے، ان پ' زنا' کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہے، لیکن اس لفظ کا استعمال اس گناہ کی شدت کے اظہار کے لیے ہی ہے، حقیقی زنا وہی ہے جو بدکاری کا فعل ہے اور اس کے ثبوت کے معروف تقاضے اور مخصوص سزا ہے۔ مرد وزَن میں آزادانہ راہ ورسم، بے محابا میل جول اور خفیہ آشنائی کے بارے میں یہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

فزِنا العينِ النظرُ، وَزِنا اللسانِ المنطقُ، وَالنفسُ تمنى وَتشتهي، وَالفرْجُ يصدِّقُ ذَلكَ كلهُ وَيكذِّبهُ (صحیح بخاری:۶۲۴۳، باب زنا الجوارح دون الفرج)

"آنکھوں کا زنا، نظر بازی ہے۔ زبان کا زنا فحش گوئی ہے۔ دل کا زنا خواہش وہوس ہے اور شرم گاہ اس کی کلّی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے۔"

اس طرح کے جرائم کی سزا مسلم حاکم کو بطورِ تعزیر مقرر کرنے کا شرعاً اختیار حاصل ہے، بلکہ بکثرت ہو جانے کی صورت میں اسے ضرور تادیبی قانون بنانا چاہیے۔ ان ابتدائی جرائم سے قطع نظر جہاں تک غیرت کے نام پر قتل کا تعلق ہے تو اس بارے میں احادیث میں وضاحت موجود ہے کہ نبی ﷺ نے عملاً بدکاری کی صورت میں بھی کسی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں دی۔

قتل عمد کی سزا کے لیے مقتول کا معصوم الدم ہونا ضروری ہے

اس فرمانِ نبوی میں سعد بن عبادہ کو منع تو کیا گیا ہے، لیکن آپ ﷺ نے نہ تو اس کو قتل عمد قرار دیا ہے اور نہ ہی اس کی سزا قتل بالارادہ والی ہے، کیونکہ 'قتل عمد' جرم وسزا کی ایک مخصوص اصطلاح ہے، جس میں قصاصاً جوابی قتل کیا جاتا ہے۔ اس جرم کو قتل عمد قرار دینا درست نہیں ہے۔ یہاں 'قتل عمد' لغوی معنی کے لحاظ سے تو عمداً ہی ہے لیکن شرعی معنٰی کے لحاظ سے نہیں۔ جس طرح ہر گواہ، گواہ ہی ہوتا ہے، چاہے وہ جھوٹا ہو یا سچا... اسی طرح قاضی کے حکم پر جلاد کا مجرم کو قتل کرنا بھی لغوی معنٰی کے لحاظ سے قتل عمد ہی ہوتا ہے، جب کہ جرم وسزا کی اصطلاح میں اُنہیں قتل عمد نہیں کہا جاتا۔ ایسے ہی جنگ میں مقابل کو موت کے گھاٹ اُتارنے والا مسلمان بھی قاتل ہی ہوتا ہے، لیکن اسے قاتل نہیں کہتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دراصل غیرت کے نام پر قتل، ایک پہلے جرم کا ردّ عمل ہے، اور اس قتل کو پہلے جرم کے تناظر میں دیکھنا ہو گا۔ اگر تو پہلا جرم واقع ہوا ہو اور اس کی سزا بھی موت ہو جیسے شادی شدہ فرد کا زنا جو اس کے لیے موت کی سزا عائد کر دیتا ہے، تب بعد میں اس کو قتل کرنے والا قاتل عمد نہیں کہلائے گا۔ لیکن اس کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ پہلے جرم کو شرعی تقاضوں کے مطابق ثابت کرے۔

موجودہ صورتِ حال کا حل

پاکستانی معاشرہ اس وقت جس المیہ سے دوچار ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری حکومت عوام کے سماجی اور دینی رجحانات کو مد نظر رکھ کر قانونی اقدامات نہیں کر رہی، اس سے معاشرے میں شدید بے چینی اور بے راہ روی پروان چڑھ رہی ہے۔ افسوس ناک صورتحال یہ ہے کہ ہمارے ذرائع ابلاغ (ڈرامے اور فلمیں) عشق و محبت کو ایک مقدس قدر اور مقصدِ حیات کے طور پر پیش کر رہے ہیں۔ تعلیمی ادارے اس بد تصور کی تجربہ گاہ اور عدالتیں انسانی حقوق کے نام پر اس کی ضامن و محافظ بنی ہوئی ہیں۔ سارا زور آخر کار غیرت کے نام پر جرائم میں نکلتا ہے، جس سے تھوڑا بہت خوف باقی ہے۔ مقننہ این جی اوز کے ساتھ مل کر، اس آخری دیوار کو بھی گرانا چاہتی ہے، جس کے بعد قانونی سطح پر یا افرادِ خانہ کی طرف سے معمولی رکاوٹ و مزاحمت کا امکان ہی باقی نہ رہے اور جو ایسا کرے وہ الم ناک سزا کا مستحق قرار پائے۔

غیرت کے نام پر ان جرائم کو کو صرف قانونی نقطہ نظر سے روکنے یا جائزہ لینے کی بجائے اس سے پہلے ان تمام مراحل کو کنٹرول کرنا ضروری ہے۔ اور اس نازک موڑ پر ہمیں یہی فیصلہ کرنا ہے۔ کیا وجہ ہے کہ ہم عشق و محبت کو تو ایک مقدس قدر سمجھتے ہیں لیکن پاکستان کا کوئی شخص بھی اپنی بہن یا بیٹی کے لیے کسی آشنا یا عاشق کا نام سننے پر آمادہ نہیں۔ ہمیں واضح طور پر دو متخالف راستوں میں ایک کا انتخاب اور اس کے لوازم اور نتائج و عواقب کے لیے خود کو تیار کرنا ہو گا۔ اس دورخی سے معاشرے میں ہر طرف المیے جنم لے رہے ہیں۔ ذرائع ابلاغ محبت و عشق کو مقدس قرار دیتے اور عدالتیں انسانی حق بتاتی ہیں، اس کا نتیجہ ہے کہ کلبوں، پارکوں میں محبت کے نام پر عصمت دری کا جرم ہو رہا ہے اور گلیوں محلوں میں قتل و غارت۔ عدالتیں ایسے مسائل سے بھری پڑی ہیں اور حکومتیں ان کی روک تھام کی بجائے آخری بندھن بھی توڑ دینا چاہتی ہیں۔

سفارشات

1. غیر تشرعی طور پر ایک پسندیدہ اور مطلوب چیز ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ، رسولِ کریم ﷺ اور مسلمان غیرت مند ہیں۔ بے غیرتی قابل مذمت امر ہے۔ تاہم اس جذبے کو درست اور شریعت کی حدود میں رہنا چاہیے اور اس کے ناجائز استعمال کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

.2بے حیائی، فحاشی اور خفیہ یارانے وغیرہ کی روک تھام کی قانون سازی کرنی چاہیے اور ان مبادیاتِ زنا کی تعزیری سزا جاری کرنا چاہیے۔ غیرت کے جرائم، ایک سابقہ جرم کا ردعمل ہیں، اگر عمل کو کنٹرول کر لیا جائے تو ردعمل میں بھی توازن پیدا کیا جاسکتا ہے۔

.3 قانون میں غیرت کی تعریف کرتے ہوئے جن بہت سے جرائم کو یکجا کر دیا گیا ہے، ان سب کا حکم شرعاً ایک نہیں۔ ان میں بعض صریحاً قتل، ظلم اور زیادتی ہیں، اور بعض میں جرم کی شدت کم ہے، مثلاً خفیہ یارانے اور میل جول وغیرہ۔ شریعتِ اسلامیہ میں 'غیرت کے نام سے جرائم' کی بجائے ہر مسئلہ کا حکم جداگانہ طور پر دیکھا جاتا ہے۔

.4نوعیت جرم: غیرت کے نام پر کسی بھی ابتدائی یا سنگین تر صورت میں بھی قانون کو ہاتھ میں لیتے ہوئے قتل نہیں کیا جاسکتا، ایسا کرنا شرعاً ممنوع اور گناہ ہے، تاہم وقوعہ بدکاری کے دوران اس کو روکنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ معاشرے میں قانون ہاتھ میں لینے جیسے واقعات بڑھ جانے کی صورت میں اس کے انسداد کے لیے بھی تعزیری سزا نافذ کی جانی چاہیے۔

.5جرائم غیرت ، سابقہ جرائم کا رد عمل ہیں، اس کی قانونی وشرعی حیثیت کا تعین سابقہ جرائم کی روشنی میں ہی ہو گا۔

.6اگر کوئی غیرت کے نام پر قتل کر بیٹھے تو اس کے سلسلے میں قانونی وشرعی تقاضے پورے کرنے چاہئیں۔ بدکاری واقع ہونے کی صورت میں قاتل کو ثبوت مہیا کر دینے پر سزا میں رعایت ملے گی۔ اس کی بعض سنگین تر صورتوں میں، جن میں مقتولین بالکل معصوم ہوں، قتل عمد کے ساتھ حرابہ (فساد فی الارض) کی سزا بھی شامل کی جاسکتی ہے۔ تاہم اس کی ہر صورت قتل عمد نہیں، جب کہ شادی شدہ شخص کی بدکاری ثابت ہونے پر وہ معصوم الدم نہ رہے، بلکہ شبہ واحتمالِ گناہ پیدا ہونے کی بنا پر یہ قتل خطا کے ذیل میں بھی چلا جاتا ہے۔

.7ورثا کو معافی یا دیت وصول کرنے کے حق سے محروم نہیں کیا جاسکتا، یہ شریعتِ اسلامیہ سے کھلا انحراف ہے۔ غیرت کے نام پر قتل وغیرہ کی صورت میں بھی شریعت نے اس حق سے اُنہیں محروم نہیں کیا۔

.8حدود اللہ کا اپنی روح سے بروقت نفاذ ہی مسائل کا حقیقی خاتمہ کر سکتا ہے۔ موجودہ صورتحال کی اصل وجہ سماجی تضادات اور قانون وطریقہ اجرا کی اُلجھنیں ہیں، جن میں مزید شدت پیدا کرنے کی بجائے قانون کو متوازن، اور طریقۂ نفاذ کو بامقصد کر کے مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔

خلاصہ: پاکستانی رسوم ورواج میں غیرت کے نام پر ہونے والے جرائم کی بہت سی شکلوں کی سزا قتل نہیں، یہ غیرت کا ناجائز استعمال ہے۔ غیرت کے نام پر قتل کا ارتکاب شرعاً ممنوع ہے، تاہم ایسے قتل کی سزا، سابقہ جرم کی روشنی میں، قانون وشرع کے تقاضوں کے مطابق دی جائے گی، اور عملاً بدکاری ثابت کر دینے پر مجرم کو سزا میں رعایت ملے گی۔ قانون کو مزید سخت کرنے کی بجائے قانون کو شرع کے مطابق بنا کر، حدود اللہ کے ساتھ عملاً نافذ کیا جائے۔ ہذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی جائزہ

مدنی خاندان کے چشم چراغ حافظ حسن مدنی علمی حلقوں میں جانی پہچانی شخصیت ہیں۔ عموما ان کے آرٹیکلز زندہ اجتہادی مسائل پر ہوتے ہیں۔ یہ آرٹیکل بھی اسی قبیل سے ہے۔ موصوف نے اس میں قتل غیرت پر پاکستان میں پاس ہونے والے قانون پر سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ اولا وہ اس کا پورا پس منظر بتاتے ہیں۔ اس حوالے سے این جی اوز کا کیا کردار رہا ہے؟ اور ان کے مقاصد کیا ہیں؟ اور اس قانون میں سقم کیا ہیں؟ اور اس پر وارد ہونے والے معاشرتی فوائد و نقصانات پر بحث کرتے ہیں۔

ان کا اسلوب یہ ہے کہ اس ضمن میں موجود جملہ آراء کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ساتھ پورے انصاف کے ساتھ ان کے دلائل کا جائزہ بھی لیتے ہیں۔ موقف ذکر کرنے کا طریقہ کار یہ ہے کہ ہیڈنگ لگاتے ہیں اور پھر رائے اور جن کی طرف رائے منسوب کا ذکر کرتے ہیں۔ بلکہ یہ بات مکمل مضمون میں نمایاں ہے کہ ہر اہم مسئلہ کو شہ سرخی میں بیان کیا ہے تاکہ استفادہ آسان ہو۔

کسی مسئلہ میں جملہ ہائے موقف ذکر کرنے کے بعد کبھی وجہ اختلاف اور اتفاقی نکتہ بھی ذکر کرتے ہیں کیونکہ کسی معاملہ کی تفہیم میں ان امور کی بڑی اہمیت ہوتی ہیں: "آئندہ صفحات میں ان چاروں موقفوں کے دلائل اور تصورات کو بالتفصیل زیر بحث لایا جائے گا-پہلے اور تیسرے موقف والوں کے یہ نکتہ نظر اپنانے کی وجہ نبی کریم کی سابقہ احادیث کے مفہوم میں اختلاف ہونا ہے-البتہ دوسرا موقف بھی جرم وسزا کے حوالے سے انصاف کے تقاضوں کے عین مطابق ہے-ان چاروں موقفوں میں یہ امر مشترک ہے کہ سب وقوعہ بدکاری کے ثبوت کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں، اور اسی صورت میں قتل کو بدکاری کا رد عمل سمجھ کر قاتل کو رعایت دیتے ہیں-"

مؤلف موصوف نے عموما مصادر اصلیہ ہی کو حوالے کے لیے پیش کیا ہے۔ اور اس کے لیے عموما پہلے کتاب کا نام اور پھر جلد اور صفحہ کا ذکر کرتے ہیں۔ مثلا (کتاب 'جدید تحریکِ نسواں اور اسلام': ص ٤٦٢، ٤٦٥، ٤٧٥) یا (تحریکِ نسواں؛ نظریات واثرات 'ماہنامہ 'محدث' لاہور بابت اپریل ٢٠٠٠ء: ص ٦٤) وغیرہ۔ لیکن کہیں مراجع اور ثانوی مصادر کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ مثلا اسی نوعیت کا ایک واقعہ غزوۂ بنی قینقاع کے پس منظر میں بھی بیان کیا جاتا ہے-اس غزوہ کے اسباب میں سے ایک سبب وہ واقعہ بھی تھا جو کتبِ سیرت میں یوں بیان ہوا ہے:

"بنو قینقاع کے بازار میں ایک یہودی نے اپنی دکان میں کسی مسلمان عورت کا کپڑا اس غرض سے باندھ دیا کہ جب وہ اُٹھے تو اس کا ستر کھل جائے، چنانچہ ایسے ہی ہوا-اس عورت نے بدلہ کے لئے مسلمانوں کو پکارا-ایک مسلم نوجوان نے غیرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں آکر اس یہودی کو قتل کر دیا جس کے نتیجے میں یہود اس پر پل پڑے اور انہوں نے بھی اس مسلم نوجوان کو قتل کر دیا- اس واقعہ سے یہود اور مسلم کے مابین جنگ چھڑ گئی-"(السیرۃ النبویۃ في ضوء مصادرھا الأصلیۃ: ص ۳٤۰)

تو یہاں مصادر اصلیہ سے ذکر کرنے کی بجائے ان کتب سے حوالہ ذکر کر رہے ہیں جنھوں نے خود مصادر سے استفادہ کیا ہے۔ یعنی مقصود قارئین تک وہ واقعہ پہنچانا ہے بالخصوص جب واقعہ کی صحت پر تسلی ہو۔

احادیث وآثار ذکر کرنے کے بعد جہاں ضرورت محسوس ہوئی ماہرین علم الرجال اور نقد حدیث کے رجال کار کے اقوال سے حدیث کی صحت وضعف پر بات کرتے ہیں۔ مثلا:"ابن ابی حاتم نے اپنی تفسیر میں(۳/ ۹۹٤) اور دیگر اہل علم نے اس حدیث کو ابن لہیعہ کے طریق سے روایت کیا ہے ، لیکن یہ طریق ضعیف ہے- البتہ ابو مغیرہ اور شعیب بن شعیب کے طرق سے بھی یہ روایت مروی ہے- لہٰذا حافظ ابن کثیر نے ان شواہد کی بنا پر اس روایت کو قوی شمار کیا ہے-(مسند الفاروق:۲/ ۸٤٦ بحوالہ اقضیۃ الخلفاء الراشدین:۲/ ۱۱۸۸)"

احادیث وآثار یا دیگر واقعات ذکر کرنے کے بعد محل استشہاد کی وضاحت بھی کر دیتے ہیں تاکہ قارئین پر یہ چیز مخفی نہ رہے۔ مثلا اس واقعہ کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:"اس واقعہ کا تعلق بھی غیرت کے ساتھ ہے- اگر غیرت کے نام پر قتل کرنے والا مسلمان بھی ویسی ہی سزا کا مستحق تھا جو ایک عام قاتل پر عائد ہوتی ہے تو اس قاتل مسلمان کے بدلے مسلمانوں کو یہود سے لڑائی کرنے کی کیا ضرورت تھی- "

اور کبھی محل استشہاد کو انڈر لائن پر ذکر کرتے ہیں۔ یا زیادہ اہم بات کو انڈر لائن ذکر کر دیتے ہیں۔ واقعات کے تذکرے کے بعد کچھ جگہوں پر یہ کہا ہے کہ ان یا اس واقعہ کی تخریج فلاں کتاب میں دیکھی جا سکتی ہے۔ یعنی یہاں مطلوب ومقصود بذات خود وہ واقعہ ہے نہ کہ اس کی تخریج۔ جسے اس کی تفصیل کی طلب ہو تو اس کے لیے احالہ کر دیا گیا ہے۔

اگر کسی کی رائے سے اختلاف ہے تو ان کے اختلاف کے اسلوب و منہج میں ایک علمی رنگ نظر آتا ہے۔ ہر ممکنہ پہلو سے تنقید کرتے ہیں اور جس جگہ کوئی موقف کمزور ہو بتا دیتے ہیں۔ اور اختلاف کرتے ہوئے انصاف کا دامن نہیں چھوڑتے:"بعض لوگ اس واقعہ کو توہین رسالت کی سزا کے ضمن میں لاتے ہیں لیکن در حقیقت نبی کریم ﷺ کے فیصلہ کو قبول نہ کرنا توہین رسالت سے کمتر درجہ کی بات ہے، باوجود اس کے کہ اس میں توہین کا یک گونہ پہلو بھی پایا جاتا ہے، لیکن اس نوعیت کی توہین کو مستوجبِ سزائے قتل قرار دینا مشکل ہے- ہماری نظر میں یہ قتل دراصل حضرت عمرؓ کی غیرت کا نتیجہ ہے- یوں بھی توہین رسالت کی صورت میں قانون کو ہاتھ میں لینا کونسا اتفاقی مسئلہ ہے۔ اگر یہ غیرت کا نتیجہ نہ ہوتا بلکہ توہین رسالت کی سزا ہوتی تو حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی ان سے یہی سلوک کرتے جیسا کہ اس روایت کے بعض طرق میں ان لوگوں کا پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آنے کا تذکرہ بھی ملتا ہے-"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چونکہ اس آرٹیکل کے مضمون کا تعلق بلاواسطہ کلچرل سے تعلق ہے۔ اور مؤلف موصوف دینیات کے ماہر ہیں اور اس موضوع کا جائزہ بھی اسی سیاق میں لے رہے ہیں اس لیے جابجا کلچرل تفریق کی وضاحت کرتے ہیں۔ اور راہ اعتدال کا ذکر کرتے ہیں۔ تمام آراء اور ان کے دلائل ذکر کرنے کے بعد مضمون کے آخر میں تجزیہ اور خلاصہ بحث ذکر کرتے ہیں۔ اور اپنی رائے دیتے ہیں۔ اور فریق ثانی کے موقف سے ہمارے معاشرے پر ہونے والے اثرات کا ذکر کرتے ہیں۔ یہ چیز ان کی موجودہ حالات پر گہری نظر بصیرت پر دلالت کرتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)شادی بیاہ کے رسوم ورواج

احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں

صلاح الدین یوسف

بارات اور جہیز کے علاوہ شادی کے رسوم ورواج میں جن فضولیات کا اہتمام ہوتا ہے، ان کی تفصیل کافی لمبی ہے اور نہایت ہوش ربا بھی۔ شادی بیاہ کی بے ہودہ اور خلافِ شرع رسومات کے ارتکاب، ان میں شرکت اور ان سے تعاون میں بڑے بڑے دین دار حضرات بھی کوئی تأمل نہیں کرتے۔ ایسے مداہنت پسند حضرات کے لیے چند احادیث مختصر مختصر تبصرے کے ساتھ پیش ہیں تاکہ ان کی روشنی میں اپنے طرزِ عمل کا جائزہ لیا جاسکے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مِنْ رَاَی منکمْ منکرًا فلیغیرْهُ بیدِهِ، فاِنْ لَمْ یستطعْ فبلسانهِ، فاِنْ لَمْ یستطعْ فبقلبهِ وَذٰلكَ اَضعفُ الایمانِ
(صحیح مسلم:رقم الحدیث۴۹)

"تم میں سے جو کسی برائی کو دیکھے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کو اپنے ہاتھ سے روک دے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اس کی برائی کا اظہار کرے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل سے اس کو بُرا سمجھے، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔"

مذکورہ حدیث کی روشنی میں ہر مرد سوچ لے کہ منکرات سے یہ سمجھوتہ اس کو ایمان کی کس پستی میں دھکیل رہا ہے۔ أعاذنا اللہ منہ

حضرت ابن عمر سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَلا کلکمْ رَاعٍ وَکلکمْ مسئوْلٌ عنْ رَعیتهِ، فالأَمیر الذِيْ علی الناسِ رَاعٍ وَهوَ مسئوْلٌ عنْ رَعیتهِ، وَالرَّجلُ رَاعٍ علی أَهلِ بیتهِ وَهوَ مسئوْلٌ عنهمْ، وَالمرْاۃُ رَاعیةٌ علی بیتِ بعلها وَوَلدِهِ، وَهیَ مسئوْلةٌ عنهمْ، وَالعبدُ رَاعٍ علی مالِ سیدِهِ وَهوَ مسئوْلٌ عنهُ، أَلا فکلکمْ رَاعٍ وَکلکمْ مسئوْلٌ عنْ رِعیتهِ (صحیح مسلم:۱۸۲۹)

"خبردار! تم سب کے سب نگران اور ذمے دار ہو اور تم سب سے اپنی اپنی رعیت (ماتحتوں) کے بارے میں باز پرس ہوگی۔ حاکم وقت، لوگوں پر حکمران، ذمے دار اور نگران ہے اور اس سے اس کی رعیت (ملک کے عوام) کی بابت باز پرس ہوگی۔ مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور اس سے ان کی بابت پوچھا جائے گا، عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے اور اس سے ان کی بابت باز پرس ہوگی، غلام اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی بابت پوچھا جائے گا۔ اچھی طرح سن لو! تم سب کے سب نگران اور ذمے دار ہو اور تم سب سے اپنے اپنے ماتحتوں (رعیت) کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس حدیث کی روشنی میں جائزہ لیا جائے کہ معاشرے میں پھیلی ہوئی برائیوں اور شادی بیاہ میں ہونے والی خلافِ شرع رسومات و خرافات سے اپنے اپنے ماتحتوں کو بچانے میں کوئی کردار ادا کیا ہے؟ اگر ادا کیا ہے تو وہ کیا ہے؟... ہر گھر کا سربراہ مرد اور عورت بھی اللہ کی بارگاہ میں جانے سے پہلے آخرت کی بازپرس کو سامنے رکھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

اَبغضُ الناسِ اِلی اللهِ ثلاثةٌ: ملحدٌ في الحرَمِ، وَمبتغٍ في الاِسلامِ سنةَ الجاهليةِ، وَمطلبٌ دَمَ امرِيٍ بغيرِ حقٍّ ليهرِيقَ دَمهُ (صحیح بخاری:٦٨٨٢)

"لوگوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اللہ کے ہاں تین شخص ہیں۔ ایک حرم میں بے دینی پھیلانے والا۔ دوسرا، اسلام میں جاہلیت کے طریقے تلاش (اختیار) کرنے والا، تیسرا، ناحق کسی شخص کے خون کا خواہاں، تاکہ وہ اس کا خون بہائے۔"

اس انداز سے شادیاں کرنا، یا ان میں ذوق وشوق سے شریک ہو کر ان کی حوصلہ افزائی کرنا، یہ اسلام میں جاہلی طریقوں ہی کو فروغ دینا ہے۔ ایسے لوگوں کا اللہ کے ہاں کیا مقام ہے وہ اس حدیث کی دوسری شق سے واضح ہے۔ دنیا میں تو انسان کا ہوا و ہوس میں مبتلا نفس اور شیطان اس کا پتہ نہیں چلنے دیتا، لیکن آخرت میں تو ان کی کارفرمائی ختم ہو چکی ہو گی اور اللہ کے ہاں اس کا وہ مقام واضح ہو کر سامنے آجائے گا، جس کا ہیولیٰ اس نے اپنے عمل و کردار سے تیار کیا ہو گا اور وہ ہے، اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ ترین شخص، اور اس روز ناپسندیدہ ترین شخص کا جو مقام ہو گا، اس کا اندازہ رسوماتِ جاہلیہ کے دل دادہ ہر مرد اور عورت کو کر لینا چاہیے۔ حضرت جریر سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

منْ سنَّ في الاِسلام سنةً حسنةٌ فلهُ أَجرُها وَاَجرُ منْ عملَ بها بعدَهُ منْ غيرِ أَنْ ينقصَ منْ أُجوْرِهِمْ شيئا وَمنْ سنَّ في الأَسلامِ سنةً سيئةً كانَ عليهِ وِزْرُها وَوِزْرُ منْ عملَ بها منْ بعدِه منْ غيرِ اَنْ ينقصَ منْ اَوْزَارِهِمْ شيْءٍ (صحیح مسلم:١٠١٧)

"جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ ایجاد کیا، تو اس کو خود اس پر عمل کرنے کا اجر بھی ملے گا اور اُن کا بھی اجر ملے گا جو اُس کے بعد اس پر عمل کریں گے، بغیر اس کے کہ ان کے اجروں میں کچھ کمی ہو اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کیا تو اس پر (اس کے اپنے عمل کا بھی) بوجھ ہو گا اور ان سب کے گناہوں کا بھی بوجھ ہو گا جو اس کے بعد اس برائی پر عمل کریں گے، بغیر اس کے کہ ان کے بوجھوں میں کوئی کمی ہو۔"

اس حدیث کی روشنی میں شادی بیاہوں کی جاہلانہ رسومات اور اسراف و تبذیر پر مبنی بھاری بھر کم اخراجات، سنتِ سیئہ (برا طریقہ) ہے۔ کسی خاندان میں اگر سادگی سے نکاح کرنے کا رواج تھا، رسومات سے بچا جاتا تھا۔ لیکن اس خاندان کے کسی فرد نے اگر دولت کے نشے میں اس کے برعکس مروّجہ رسومات کے ساتھ شادی کرنے میں پہل کی، یا اس خاندان میں مہندی کی بے حیائی پر مبنی رسم نہیں تھی، اُس نے اس خاندان میں اس کا آغاز کیا، پہلے مجرے کا سلسلہ نہیں تھا، اس نے اس کا ارتکاب کیا، وعلیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہذا القیاس، اسی طرح کی دیگر برائیوں میں پہل کرتا ہے۔ تو اس کے بعد اس خاندان میں جتنے لوگ بھی ان میں ملوث ہوں گے، ان کا ارتکاب کریں گے، ان سب کے گناہوں کا بوجھ بھی اس پہل کرنیوالے کو ملے گا۔

جہنمیوں کی دوسری قسم فیشن ایبل عورتوں کی ہوگی، ان کی حسبِ ذیل علامات اور خصوصیات ہوں گی:

1۔ لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی، اس کی تین شکلیں عام ہیں

☆ لباس پہننے کے باوجود ان کے جسم کے بہت سے قابل ستر حصے ننگے ہوں گے، جیسے چہرہ، ہاتھ، یا بازو، گردن اور سینہ (چھاتی) اور گردن کا پچھلا حصہ۔ عورتوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جن کے یہ حصے ننگے ہوتے ہیں حالانکہ یہ سب حصے پردے میں رہنے چاہئیں۔

☆ ایسا تنگ اور چست لباس پہنا جائے کہ جس سے جسم کے خدوخال ہی نہیں، انگ انگ نمایاں ہو۔

☆ یا ایسا باریک لباس پہنیں کہ جس سے سارا جسم جھلکتا نظر آئے اور اُن کی جلد کی رنگت اور اُن کا حسن نمایاں ہو۔

یہ تینوں صورتیں بے پردگی کی ہیں، جن سے مردوں کو دعوتِ نظارہ ملتی ہے۔ مسلمان خواتین کو جو پردے کی اہمیت کو سمجھتی ہیں، نامحرموں کے سامنے مذکورہ تینوں صورتوں سے بچنا چاہیے، اس کے بغیر پردے کے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے۔

2۔ مُمِیْلَات کے کئی ایک معنی کیے گئے ہیں، دوسری عورتوں کو بھی مردوں کی طرف راغب کرنے والیاں، یا اپنے کندھوں کو ناز و ادا سے مٹکا مٹکا کر چلنے والیاں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنی چال ڈھال یا ناز و ادا سے مردوں کو اپنی طرف مائل کرنا اور دوسروں کو بھی بے حیائی کی اس راہ پر لگانا جیسے فلموں اور ڈراموں میں کام کرنے والی حیا باختہ عورتوں کا کردار ہے، اور شادی میں شرکت کرنے والی خواتین کا حال ہے کہ وہ بھی اس موقعے پر انہی کی نقالی کرتے ہوئے لباس، بناؤ سنگھار اور بے پردگی میں انہی کا نمونہ بننے کی کوشش کرتی ہیں تاکہ مووی فلم کے ذریعے سے پورے خاندان میں اُن کے حسن و جمال، ان کے لباس اور زیورات اور ان کے سولہ سنگھار کا تذکرہ ہو۔

3۔ مَائِلَات کے معنی ہیں: ناز و ادا سے ایسی چال چلنا جس سے لوگ ان کی طرف مائل اور راغب ہوں۔

4۔ بختی اونٹ کی مانند اُن کے سر ہوں گے، کا مطلب: سر پر جوڑا کر کے اُن کو سر کے درمیان اونچا کر کے باندھ لینا۔ یہ فیشن بھی چند سال قبل عورتوں میں عام تھا، اور اب بھی بہت سی عورتیں کرتی ہیں، حتیٰ کہ بعض برقع پوش خواتین کے سروں پر بھی اس طرح کی کلغی نظر آتی ہے۔ اس حدیث کی رو سے بالوں کا یہ اسٹائل یا فیشن بھی ناپسندیدہ ہے۔

ناجائز کام کرنے والے بیوٹی پارلروں کا کاروبار بھی حرام ہے

اس اعتبار سے بیوٹی پارلروں کے ذریعے سے عورتوں میں حسن و جمال اور آرائش و زیبائش کے جو طور طریقے سکھائے جا رہے ہیں اور عورتیں انہیں اختیار کر رہی ہیں، جیسے بالوں کے نئے نئے اسٹائل، بناؤ سنگھار کے ذریعے سے عورت کے حلیے کو بدل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دینا، سیاہ فام کو سفید فام اور سفید فام کے رنگ وروغن کو مزید نکھار دینا، ابروؤں کے بالوں کو اکھیڑ کر ان میں سرمہ، روشنائی یا اور اسی قسم کی چیزیں بھرنا، یہ سب کام ممنوع اور حرام ہیں، کیونکہ انہیں لعنتی کام کہا گیا ہے۔ جن کے بارے میں اتنی سخت وعید ہو، ان کے جواز کی گنجائش کہاں نکل سکتی ہے؟ اب جس بیوٹی پارلر میں ایسے کام کئے جاتے ہیں جن کو زبان رسالت سے حرام قرار دیا جاچکا ہے تو اس طرح کے حرام کاموں کے ارتکاب پر مبنی بیوٹی پارلر کا کاروبار بھی حرام ہے کیونکہ حرام کاموں کے کاروبار کی اجازت شرعاً ممنوع ہے۔ ایسے ہی جن اداروں میں ایسے حرام امور کی تربیت دی جاتی ہے، ان کی تعلیم وتربیت بھی ناجائز ہے۔ ہماری شادی بیاہوں میں اس جھوٹے وقار کا بھی عام مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی عورت کے پاس زیادہ زیور نہیں ہوتا تو وہ شادی میں شرکت کرنے کے لیے مانگے تانگے کا زیور پہن کر جھوٹے وقار (یعنی خلافِ واقعہ اپنی امارت) کا اظہار کرتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ دلہن کو بھی مانگے تانگے کا زیور پہنا کر یہ غلط تاثر دیا جاتا ہے کہ لڑکے والوں نے دلہن کے لیے اتنا زیور تیار کیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور دو تین دن کے بعد وہ زیور دلہن سے لے کر اصل مالکوں کو دے دیا جاتا ہے۔ یہ جھوٹی کاروائی بھی فساد اور بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔

اور اب تو سونے کے بجائے مصنوعی زیورات نکل آئے ہیں جو دیکھنے میں بالکل سونے کے معلوم ہوتے ہیں اور ان کی مالیت چند سینکڑے ہوتی ہے جبکہ سونے کے اصل زیورات کی مالیت اب لاکھوں میں ہے۔ دھوکہ دہی کی یہ صورت بھی اب اختیار کی جانے لگی ہے، بعد میں جب حقیقت حال سامنے آتی ہے تو یہ ملمع سازی بھی فساد ہی کا باعث بنتی ہے۔

اس حدیثِ رسول کی رو سے ملمع سازی اور فریب کاری کی ایسی ساری صورتیں ناروا قرار پاتی ہیں، مانگے تانگے کا زیور پہن یا پہنا کر جھوٹی شان وشوکت کا اظہار یا آرٹی فشل کے زیورات کا استعمال یہ باور کرا کر کہ یہ سونے ہی کے زیورات ہیں۔ یہ سب ناجائز، ممنوع ہیں اور فساد وبگاڑ کا باعث ہیں۔

دکھلاوے اور نمود ونمائش کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟

مکر وفریب کی یہ ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ اس لیے کہ شادیوں میں دیگر بہت سی خرافات کے ساتھ ساتھ سونے کے زیورات کو بھی ایک لازمی حصہ بنا دیا گیا ہے جب کہ ہماری شریعت میں ان رسومات، فضول خرچی، ناروا بوجھ اور نمود ونمائش کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔ اس کا حل بھی اس کے سوا کوئی نہیں ہے کہ شادی کے اخراجات سے سونے کے زیورات کو بھی یکسر خارج قرار دیا جائے۔

حضرت اُسامہ بن زید سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما تَرَكتُ بعدِي فتنةً أَضرَّ على الرِّجالِ منْ النساءِ (صحیح بخاری:۵۰۹۶)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

”میں نے اپنے بعد ایسا کوئی فتنہ نہیں چھوڑا، جو عورتوں سے زیادہ مردوں کے لیے نقصان دہ ہو۔“

شادی بیاہ میں وہی ہو گا جو شریعت سے بے پرواعورت کہے گی اور کرے گی، مرد کا کام غلامِ بے دام کی طرح صرف اس کے حکم کی بجا آوری ہے، حتیٰ کہ عورت کی خواہشات اور مطالبات پورے کرنے کے لیے اس کے پاس اگر وسائل بھی نہیں ہیں تو وہ رشوت لے گا، لوٹ کھسوٹ کرے گا۔ آمدنی کے دیگر حرام ذرائع اختیار کریگا، قرض لے گا، حتیٰ کہ سودی قرض لینے سے بھی گریز نہیں کرے گا، پھر ساری عمر قرض کے بوجھ تلے کراہتا رہے گا۔

علاوہ ازیں عورت اگر کہے گی تو بننے والے داماد کو سونے کی انگوٹھی پہنا کر اپنی بھی اور اُس کی بھی آخرت کی بربادی کا سامان کیا جائے گا، عورت کہے گی تو پورا ہفتہ ڈھولکی وغیرہ کے ذریعے سے اہل محلہ کی نیندیں خراب کی جائیں گی، عورت کہے گی تو مہندی کی رسم میں نوجوان بچیاں سرعام ناچیں گی۔ وعلی ہذاالقیاس دیگر رسموں کا معاملہ ہے۔

ظاہر بات ہے کہ مرد کی اس پسپائی اور بے بسی میں اس کے لیے دنیا کی بربادی کا بھی سامان ہے اور آخرت کی ذلت و رسوائی بھی اس کا مقدر ہے۔ کیا ایک مسلمان کہلانے والے مرد کے لیے اس سے بھی بڑا فتنہ کوئی اور ہو سکتا ہے؟ 'خسر الدنیا والآخرۃ' کا یہی وہ فتنہ ہے جس کا اظہار زبانِ رسالت مآب ﷺ سے ہوا ہے۔

دین دار عورت، دین داروں کے لیے فتنہ نہیں ہے!

عورت کا یہ فتنہ انہی لوگوں کے لیے ہے یا ان کے حق میں فتنہ ہے جنہوں نے اپنی مردانگی (قوامیت) سے دست بردار ہو کر اپنی باگ ڈور (زمامِ کار) عورت کے ہاتھ میں دے دی۔ لیکن جو لوگ اپنی قوامیت کو برقرار رکھتے ہیں اور عورت کو کسی بھی مرحلے پر شریعت کے دائرے سے نہیں نکلنے دیتے بلکہ اس کو پابندِ شریعت بنا کر رکھتے ہیں، عورت اُن کے لیے کسی بھی مرحلے پر فتنہ ثابت نہیں ہوتی بلکہ ان کی خیر خواہ، معاون اور ہر اچھے کام میں ان کا دست وبازو اور سراپا خیر ورحمت ہوتی ہے۔

نبی ﷺ نے بھی ایسی نیک عورت کو دنیا کی بہترین متاع قرار دیا ہے۔ فرمایا:

الدُّنيا متاعٌ وَخيرُ متاعِ الدُّنيا المرْأَةُ الصالحةُ (صحیح مسلم:۱۴۶۹)

”دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی سب سے بہتر پونجی نیک عورت (بیوی) ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں نیک عورت کی خصلتیں بیان فرمائی ہیں:

قرآنِ مجید میں بھی نیک عورتوں کے لیے قَانِتَات کا لفظ استعمال ہوا ہے:

(فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ) نیک عورتیں قانتات ہیں۔

اور قانتات کا مطلب ہے: فرماں بردار، اللہ کی بھی اور خاوند کی بھی!

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

اس وضاحت سے مقصود یہ ہے کہ نبی ﷺ نے عورت کو مردوں کے لیے جو نہایت خطرناک فتنہ قرار دیا ہے جس کے شواہد آج ہم دیکھ رہے ہیں، یہ وہ عورتیں ہیں جو شرعی حدود و قیود سے آزاد ہیں، اور اُن کے مرد بھی اپنی غلامانہ ذہنیت اور خود بھی دین سے دور ہونے کی وجہ سے اِن عورتوں کو روکنے ٹوکنے اور ان کو راہِ راست پر رکھنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ لیکن جن مردوں کی عورتیں دین دار اور دین کی پابند ہیں، اور وہ دینی اقدار و روایات کی بالادستی میں اپنے خاوندوں کی مددگار ہوتی ہیں، وہ فتنہ نہیں ہیں، وہ سراپا خیر و برکت ہیں۔ اسی لیے ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ شادی کرتے وقت دیگر دنیاوی ترجیحات کے مقابلے میں دین دار عورت کا انتخاب کرو۔ تاکہ وہ زندگی کے ہر موڑ پر اور ہر معاملے میں شریعت کے احکام کو بروئے کار لانے میں مرد کا ساتھ دے، اس کی مخالفت اور اپنی من مانی نہ کرے۔

الغرض شادی بیاہوں کی مذکورہ رسومات اور ان کی حشر سامانیوں سے بچنے کے لیے نہایت ضروری ہے کہ دین سے ہماری وابستگی برائے نام نہ ہو بلکہ حقیقی ہو اور ہماری خواتین بھی دینی اقدار و روایات کی پابند اور اس کا صحیح نمونہ ہوں جس کا مظاہرہ شادی بیاہ کی تقریبات میں واضح طور ہو۔ وہ شادی کی تقریب اپنے ہی کسی بچے یا بچی کی ہو یا خاندان کے کسی اور گھرانے کی، دیکھنے والے دیکھیں کہ یہ شادی واقعی کسی دین دار خاندان کی ہے یا اس میں شریک ہونے والی خواتین واقعی دین دار، پردے کی پابند، شریعت کی پاس دار اور سادگی کا پیکر ہیں۔

شادی کے موقعے پر دف بجانے کی شرعی حیثیت

شادی کے مروجہ رسموں میں خوشی کے شادیانے بجانے بھی ہیں، جس کی کئی صورتیں رائج ہیں۔ مثلاً، شادی سے قبل کئی دن تک محلے کی اور قریبی رشتے داروں کی نوجوان لڑکیاں اور عورتیں شادی والے گھر میں راتوں کو گھنٹوں ڈھولکیاں بجاتی اور گانے گاتی ہیں جس سے اہل محلہ کی نیندیں خراب ہوتی ہیں۔

دوسرے نمبر پر برات کے ساتھ بینڈ باجہ کا اہتمام کیا جاتا ہے جس میں فلمی گانوں کی دھنوں پر ساز و آواز کا جادو جگایا جاتا ہے اور اب منگنی کے موقعے پر بھی ایسا کیا جانے لگا ہے۔

تیسرے نمبر پر بہت سے لوگ میوزیکل شو کا اہتمام کرتے ہیں جس میں ناچنے گانے والی پیشہ ور عورتیں اور مرد حصہ لیتے ہیں، جس میں بے حیائی پر مبنی حرکتوں اور بازاری عشقیہ گانوں سے لوگوں کو محظوظ کر کے ان کے ایمان و اخلاق کو برباد کیا جاتا ہے۔

چوتھے نمبر پر شادی ہال نکاح اور ولیمے کی تقریبات میں اوّل سے آخر تک میوزک کی دھنوں سے گونجتا رہتا ہے اور اس طرح نکاح اور ولیمے کی بابرکت تقریبات بھی شیطان کی آماج گاہ بنی رہتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تمام خرافات اور شیطانی رسومات و حرکات کے جواز کے لیے ان احادیث سے استدلال کیا جاتا ہے جن میں شادی اور عید یعنی خوشی کے موقعے پر چھوٹی بچیوں کو دف بجانے اور قومی مفاخر پر مبنی نغمے اور ملی ترانے گانے کی اجازت دی گئی ہے۔

.1 جیسے حضرت ربیع بنت معوذ بیان کرتی ہیں کہ جب میری رخصتی عمل میں آئی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے پاس اس طرح آ کر بیٹھ گئے جیسے تو میرے پاس بیٹھا ہے (راوی سے خطاب ہے)۔ تب چھوٹی بچیاں (خوشی کے طور پر) دف بجا کر شہداے بدر کا مرثیہ پڑھنے لگیں۔ اچانک ان میں سے ایک بچی نے کہا

وَفينا نبيٌّ يعلمُ ما في غدٍ

"ہمارے اندر ایسے نبی ہیں جو کل کی بات جانتے ہیں۔"

نبی ﷺ نے سن کر فرمایا: دَعي هذِهِ وَقولي بالذِي كنتِ تقولينَ (صحیح بخاری:۵۱۴۷)

"اس کو چھوڑ اور وہی کہہ جو پہلے کہہ رہی تھی۔"

صحابہ کرام (چھوٹے، بڑے سب) صحیح العقیدہ تھے۔ اس لیے بچی کے مذکورہ قول کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اس میں نبی ﷺ کی بابت عقیدۂ علم غیب کا اظہار تھا بلکہ آپ کی رسالت کا اظہار تھا کہ رسول پر وحی کا نزول ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر کو اپنے احکام سے بھی مطلع فرماتا ہے اور آئندہ آنے والے واقعات سے بھی بعض دفعہ باخبر کر دیتا ہے۔ بچی کے شعری مصرعے کا مطلب اسی وحیٔ الٰہی کا اثبات تھا، پھر بھی رسول اللہ ﷺ نے اس کو اس طرح کہنے سے روک دیا کہ مبادا بعد کے لوگ بدعقیدگی کا شکار ہو جائیں۔ علاوہ ازیں ایک دوسری روایت میں صراحتاً بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

وَلا يعلمُ ما فِيْ غدٍ اِلا الله" (طبرانی، بحوالہ 'آداب الزفاف' از شیخ البانی، ص :۹۵)

"کل کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں۔"

بہر حال اس واقعے سے خوشی کے موقعے پر چھوٹی بچیوں کا اشعار پڑھ کر اظہارِ مسرت کرنے کا اثبات ہوتا ہے۔

.2 عہد نبوی کا ایک دوسرا واقعہ ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک لڑکی کو نکاح کے بعد شبِ زفاف کے لیے تیار کر کے اس کے خاوند (ایک انصاری مرد) کے پاس بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا: تمہارے پاس 'لہو' نہیں ہے؟ ما كانَ معكمْ لهوٌ؟ انصار کو لہو پسند ہے، فإنَّ الأنصارَ يعجبهمْ اللهوُ (صحیح بخاری:۵۱۶۲)

حافظ ابن حجرؒ کہتے ہیں، ایک دوسری روایت میں ما كانَ معكمْ لهوٌ کی جگہ الفاظ ہیں:

فهلْ بعثتمْ معها جاريةً تضربُ بالدُّفِّ وَتغنى

"کیا تم نے اس کے ساتھ کوئی بچی (یا لونڈی) بھیجی ہے جو دف بجا کر اور گا کر خوشی کا اظہار کرتی۔"

اسی طرح فإنَّ الأنصارَ يعجبهمُ اللهو کی جگہ دوسری روایت میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

قوْمٌ فيهمْ غزْلٌ ''انصاریوں میں شعر وشاعری کا چرچا ہے۔''

اس دوسری روایت کے الفاظ سے پہلی روایت میں وارد لفظ لَھُو کی وضاحت ہو جاتی ہے کہ واقعہ مذکورہ میں اس سے مراد چھوٹی بچی کا دف بجا اور قومی گانا گا کر اظہارِ مسرت کرنا ہے۔

مذکورہ روایات سے کیا ثابت ہوتا ہے؟

ان احادیث سے دو باتوں کا اثبات ہوتا ہے۔ ایک دف بجانے کا اور دوسرے، ایسے گیتوں اور شعروں کے گانے اور پڑھنے کا جن میں خاندانی شرف و نجابت کا اور آباء و اجداد کے قومی مفاخر کا تذکرہ ہو، لیکن ساری متعلقہ صحیح احادیث سے ان دونوں باتوں کی جو نوعیت معلوم ہوتی ہے، اس کا خلاصہ حسبِ ذیل ہے:

1. خاص موقعوں پر دف بجایا جا سکتا اور قومی گیت گایا جا سکتا ہے، جیسے شادی بیاہ کے موقعے پر یا عید وغیرہ پر، جس کا مقصد نکاح کا اعلان کرنا اور خوشی کا اظہار کرنا ہے، تاکہ شادی خفیہ نہ رہے۔ اسی لیے یہ حکم بھی دیا گیا ہے اَعلنوْا النكاحَ ''نکاح کا اعلان کرو۔''

یعنی علانیہ نکاح کرو، خفیہ نہ کرو۔ اس حکم سے مقصود خفیہ نکاحوں کا سدباب ہے جیسے آج کل ولی کی اجازت کے بغیر خفیہ نکاح بصورت لو میرج، سیکرٹ میرج اور کورٹ میرج کیے جا رہے ہیں، عدالتیں اور فقہی جمود میں مبتلا علما ان کو سند جواز دے رہے ہیں حالانکہ احادیث کی رو سے یہ سب نکاح باطل ہیں، یہ نکاح منعقد ہی نہیں ہوتے۔

2. یہ کام صرف چھوٹی یعنی نابالغ بچیاں کر سکتی ہیں، بالغ عورتوں کو ان کاموں کی اجازت نہیں ہے اور نہ مردوں ہی کو اس کی اجازت ہے

3. .یہ کام نہایت محدود پیمانے پر ہو۔ محلے کی یا خاندان اور قبیلے کی بچیوں کو دعوتِ دے کر جمع نہ کیا جائے۔

.4اور سب سے اہم بات یہ کہ ان کاموں کی صرف اجازت ہے، ان کی حیثیت فرض وواجب اور امر لازم کی نہیں ہے۔ جیسے مذکورہ دو صحابیوں کے واقعے میں ہے:

قدْ رُخصَ لنا في اللهوِ عندَ العرْسِ

''ہمیں شادی کے موقعے پر لَھُو کی رخصت دی گئی ہے۔''

اور یہ مسلمہ اُصول ہے کہ ایک جائز کام، حدود و ضوابط کے دائرے میں نہ رہے اور اس کا ارتکاب بہت سے محرمات و منہیات تک پہنچا دے تو ایسی صورتوں میں وہ جائز کام بھی ناجائز اور حرام قرار پائے گا۔

موجودہ حالات میں اظہارِ مسرت کا مذکورہ جائز طریقہ، ناجائز اور حرام ہے۔ اس وقت مسلمانوں کی اپنے مذہب سے وابستگی اور اس پر عمل کرنے کی جو صورت حال ہے، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ اس لیے شادی بیاہ کے موقعوں پر وہ اللہ و رسول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے احکام کو بالکل پس پشت ڈال دیتے ہیں اور محرمات و منہیات کا نہایت دیدہ دلیری سے ارتکاب کرتے ہیں۔ یہ مہندی کی رسم اور اس میں نوجوان بچیوں کا سر عام ناچنا گانا، ویڈیو اور مووی فلمیں بنانا، بے پردگی اور بے حیائی کا ارتکاب، بینڈ باجے، میوزیکل دھنیں اور میوزیکل شو، آتش بازی وغیرہ۔ یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب غیروں کی نقالی اور اسلامی تہذیب و روایات کے یکسر خلاف ہیں۔ اسلام سے ان کا نہ کوئی تعلق ہے اور نہ ہو ہی سکتا ہے۔

یہ صورت حال اس امر کی تائید کرتی ہے کہ موجودہ حالات میں دف بجانے اور قومی گیت گانے سے بھی احتراز کرنا چاہئے، کیونکہ کوئی بھی شریعت کی بتائی ہوئی حد تک محدود نہیں رہتا اور محرمات تک پہنچے بغیر کسی کی تسلی نہیں ہوتی۔ بنابریں اسلام کے مسلمہ اصول سَدًّ الذریعۃ کے تحت یہ جائز کام بھی اس وقت ممنوع ہی قرار پائے گا جب تک قوم اپنی اصلاح کر کے شریعت کی پابند نہ ہو جائے اور شریعت کی حد سے تجاوز کرنے کی عادت اور معمول کو ترک نہ کر دے۔

تحقیقی جائزہ

آرٹیکل کے مؤلف برصغیر کی معروف کی شخصیت حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ ہیں۔ موصوف کئی ایک دینی کتب و مضامین کے مؤلف ہیں۔ مذکورہ بالا موضوع پر انھوں نے ہمارے معاشرے میں موجود کئی ایک اہم مسائل کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بغیر تمہیدی کلمات کے وہ یوں گویا ہوئے ہیں کہ ہمارے یہاں شادی بیاہ کی غیر شرعی رسومات میں بڑے بڑے دین داری بھی تأمل نہیں کرتے اور اس ایسے مواقع پر مداہنت کا اظہار کرتے ہیں۔ پھر انھوں نے ان احادیث کا تذکرہ کیا ہے جن میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے فریضہ کو بجالانے کا کہا گیا ہے۔ اور مرد کو قوامیت اور رعا کا مسؤل قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ یہی سے برائی اور قباحت لیناشروع ہو جاتی ہے۔ پھر اس کے بعد وہ ہمارے معاشرے میں خوشی کے موقع پر پائی جانے والی برائیوں کا تذکرہ کرتے ہیں اور احادیث کی روشنی میں ان کا جائزہ لیتے ہیں۔ اس حوالے سے ان کا منہج یہ ہے کہ اولاً حدیث بیان کرتے ہیں اور پھر اس کا ترجمہ اور بعد میں "وضاحت" کی ہیڈنگ لگاتے ہیں اور پھر اس حدیث کا مفہوم بیان کرتے ہیں۔

احادیث بیان کرنے کے بعد "وضاحت" کے ذیل میں جا بجا لغوی مباحث بھی نظر آتی ہیں۔ مثلا: "مُمِیْلَات کے کئی ایک معنی کیے گئے ہیں، دوسری عورتوں کو بھی مردوں کی طرف راغب کرنے والیاں، یا اپنے کندھوں کو ناز و اَدا سے مٹکا مٹکا کر چلنے والیاں۔۔۔" بلکہ ایک جگہ الفاظ کی وضاحت میں ابن حجر رحمہ اللہ کا اقتباس بھی پیش کرتے ہوتے رقمطراز ہیں: "مُتَنَمِّصَات، مُتَنَمِّصَة کی جمع ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: "س کے معنی ہیں، بال اُکھڑوانے والی عورت اور اُکھیڑنے والی عورت کو نَامِصَة کہاجاتا ہے (جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں) گویا مُتَنَمِّصَات وہ عورتیں ہیں جن کے چہروں یا اَبروؤں سے بال اُکھیڑے جائیں اور جو عورتیں یہ کام کریں گی، وہ نَامِصَة ہیں۔ "

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

احادیث وآثار کے لیے امہات الکتب کا ہی حوالہ دیا گیا ہے کہ مؤلف موصوف اس موضوع پر گہری گرفت رکھتے تھے۔ اس حوالے سے ان کا طریقہ کار یہ ہے کہ کتاب حدیث کا نام اور رقم الحدیث ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ایک اور اہم بات جیسا کہ قبل ازیں بھی ذکر کیا جا چکا ہے کہ احادیث بیان کرنے کے بعد ان کی وضاحت کرتے ہیں اور اس وضاحت کے ذیل میں اس کی عملی شکلیں جن کا انطباق ہمارے معاشرے پر ہو رہا ہو کرتے ہیں: ''ہماری شادی بیاہوں میں اس جھوٹے وقار کا بھی عام مظاہرہ کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی عورت کے پاس زیادہ زیور نہیں ہوتا تو وہ شادی میں شرکت کرنے کے لیے مانگے تانگے کا زیور پہن کر جھوٹے وقار (یعنی خلافِ واقعہ اپنی امارت) کا اظہار کرتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ دلہن کو بھی مانگے تانگے کا زیور پہنا کر یہ غلط تاثر دیا جاتا ہے کہ لڑکے والوں نے دلہن کے لیے اتنا زیور تیار کیا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہوتا اور دو تین دن کے بعد وہ زیور دلہن سے لے کر اصل مالکوں کو دے دیا جاتا ہے۔ یہ جھوٹی کاروائی بھی فساد اور بگاڑ کا سبب بنتی ہے۔ ''

مقالہ نگار کی یہ خصوصیت اس مقالہ میں بہت نمایاں طور پر نظر آتی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ انھیں موجودہ دور کے زندہ مسائل پر گہرا ادراک تھا۔ جن کا شرعی احکام کی روشنی جائزہ لینے میں وہ بہت کامیاب تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)رجم کی حد... سنتِ نبویہ کی روشنی میں

محمد رفیق چودھری

اسلام میں شادی شدہ زانی کے لیے رجم کی سزا مقرر ہے جو کہ حد شرعی ہے۔اس حد کو بدلنے کا کسی کو اختیار نہیں۔اس کے نفاذ کو روکنے کے لیے سفارش کرنا بھی ناپسندیدہ ہے۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ زانی پر رجم یعنی سنگساری کی سزا نافذ فرمائی ہے۔کبھی مجرم کے اعتراف (Confassion) پر اور کبھی چار گواہوں کی شہادت (Witness)دینے پر یہ حد جاری کی گئی۔اب جو لوگ اس حد شرعی کو اپنے طور پر یا کسی بیرونی اشارے سے بدلنا یا منسوخ کرنا یا تعزیر میں تبدیل چاہتے ہیں،وہ دراصل اسلامی شریعت کو اپنی خواہشاتِ نفسانی کا کھلونا بنانا چاہتے ہیں۔ان کی یہ آرزو ان شاء اللہ کبھی پوری نہیں ہو گی اور ایسی ہر مذموم کوشش ناکام ہو کر رہے گی۔کتبِ احادیث سے رجم کرنے کے واقعات ملاحظہ فرمائیں۔ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ آزاد زانیوں پر کوڑوں کی بجائے رجم کی سزا نافذ کی۔اس سلسلے میں ہم پہلے فرامینِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد فعل رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں:

اقوالِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۱)عن عبادة بن الصامت قال :قال رسول اللهﷺ (خذوا عني،خذوا عني،خذوا عني فقد جعل الله لہن سبيلا،البكر بالبكر جلد مائة ونفي سنة والثيب بالثيب جلد مائة والرجم) (صحیح مسلم :۱۶۹۰)

" مجھ سے حکم لے لو، مجھ سے حکم لے لو، مجھ سے حکم لے لو۔بدکار عوتوں کے لیے اب اللہ نے راستہ بنا دیا۔ (یعنی حکم نازل فرما دیا)اور وہ یہ ہے کہ غیر شادی شدہ کو سو کوڑے اور ایک سال کی جلاوطنی اور شادی شدہ کو کوڑے اور رجم کی سزا دی جائے گی۔"

(۲)قال زيد سمعت رسول الله يقول: الشيخ والشيخة إذا زنيا فارجموها البتة

(مسند احمد بشرح احمد الزین:۱۶ / ۳۴و قال 'اسنادہ صحیح')

زید بن ثابت کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ کہتے تھے کہ شادی شدہ مرد اور عورت زنا کا ارتکاب کریں تو انہیں لازماً رجم کر دو۔(مسند احمد بشرح احمد الزین:۱۶ / ۳۴و قال 'اسنادہ صحیح')

(۳)عن عبدالله قال :قال رسول الله)لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله إلا بإحدى ثلاث :النفس بالنفس والثيب الزاني والمفارق لدينه التارك للجماعة (صحیح بخاری:۶۸۷۸)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''حضرت عبداللہ (بن مسعودؓ) سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کسی مسلمان کا خون جائز نہیں جب کہ وہ یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں مگر تین حالتوں میں اس کا خون مباح ہو گا۔ پہلی یہ کہ قصاص کی حالت میں، دوسری یہ کہ شادی شدہ زانی ہونے کی صورت میں اور تیسری یہ کہ دین کو چھوڑنے اور جماعتِ مسلمین سے الگ ہونے کی شکل میں۔''

(۴)عن عائشة قالت: قال رسول الله) لا يحل دم امرئ مسلم يشهد أن لا إله إلا الله وأن محمدًا رسول الله إلا في إحدٰى ثلاث: رجل زنىٰ بعد إحصان فإنه يرجم ورجل خرج محاربا بالله ورسوله فإنه يقتل أو يصلب أو ينفى من الأرض أو يقتل نفسا فيقتل بهاس- (ابوداؤد:۴۳۵۳ قال البانی:'صحیح')

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''کسی مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں ہے جو یہ گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، مگر تین صورتوں میں اس کا خون مباح ہو جاتا ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ شادی کے بعد زنا کا ارتکاب کرے، اس جرم پر اسے سنگسار کیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے بغاوت کرے تو (اس جرم کی پاداش میں) اسے قتل کیا جائے گا یا اسے سولی دی جائے گی یا اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ کسی کو قتل کر دے تو اس پر اسے بھی (قصاص کے طور پر) قتل کر دیا جائے گا۔''

ان فرامینِ نبویہؐ کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ ازروے سنت شادی شدہ زانی کے لئے کوڑوں کی بجائے قتل بصورتِ رجم کی سزا مقرر ہے۔

فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(1) عن بريدة قال جاء ماعز بن مالك إلى النبي فقال يا رسول الله! طهرني فقال: (ويحك ارجع فاستغفر الله وتب إليه) قال: فرجع غير بعيد ثم جاء فقال يا رسول الله! طهرني-فقالرسول الله :)ويحك ارجع فاستغفر الله وتب إليه) قال: فرجع غير بعيد ثم جاء فقال: يا رسول الله! طهرني فقال النبي مثل ذلك- حتى إذا كانت الرابعة قال له رسول الله: (فيم أُطهرك؟) فقال: من الزنا- فسأل رسول الله : (أبه جنون؟) فأُخبر أنه ليس بمجنون فقال: (أشرب خمرا؟) فقام رجل فاستنكه فلم يجد منه ريح خمر-قال: فقال رسول الله: (أزنيتَ؟) فقال نعم- فأمر به فرُجم -(صحیح مسلم:۱۶۹۵)

''بریدہؓ سے روایت ہے کہ ماعز بن مالکؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے اللہ کے رسولؐ! مجھے پاک کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا: تیرا ستیاناس ہو، چلا جا اور اللہ سے بخشش مانگ اور توبہ کر۔ تھوڑی دور بعد وہ پھر لوٹ آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے پاک کر دیجئے۔ اللہ کے نبیؐ نے پھر اسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح کہا حتیٰ کہ جب چوتھی مرتبہ ایسا ہوا تو آپؐ نے پوچھا میں تجھے کس چیز سے پاک کروں؟ اُنہوں نے کہا: زنا سے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ دیوانہ تو نہیں؟ بتایا گیا کہ یہ مجنوں نہیں۔ پھر آپؐ نے پوچھا کیا اس نے شراب پی ہے؟ تو ایک آدمی کھڑا ہوا اور ان کو سونگھا تو شراب کی بو نہ پائی، پھر آپؐ نے فرمایا: کیا تو نے زنا کیا ہے؟ ماعزؓ بولے: ہاں! پس آپؐ کے حکم پر اُنہیں رجم کر دیا گیا۔"

(2) عن جابر بن عبد الله أن رجلا من أسلم جاء إلى رسول الله فاعترف بالزنا فأعرض عنه ثم اعترف عنه، حتى شهد على نفسه أربع شهادات فقال له النبي: (أبك جنون؟) قال: ''لا'' قال:(أحصنت)قال: ''نعم'' قال: فأمر به النبي فرُجم في المصلى، فلمّا أذلقته الحجارة فرَّ،فأدرك فرُجم حتى مات

(ابو داؤد: ۴۴۳۰، و قال البانی 'صحیح')

"حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے کہ قبیلہ اَسلم کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جرمِ زنا کا اعتراف کیا، آپؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا، اس نے پھر اقرار کیا اور جب چار دفعہ قسم کھا چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تو پاگل ہے؟" اُس نے جواب دیا: 'نہیں' آپؐ نے پوچھا: "کیا تو شادی شدہ ہے؟" وہ بولا: 'جی ہاں' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ لوگ اسے عید گاہ کی طرف لے گئے اور رجم کرنے لگے۔ جب اسے پر پتھر پڑے تو وہ بھاگ کھڑا ہوا، لوگوں نے تعاقب کر کے اسے پھر جالیا اور سنگسار کر دیا۔"

(3) عن أبي هريرة أنه قال أتى رجل من المسلمين رسول الله وهو في المسجد فناداه فقال يا رسول الله! إني زنيت فأعرض عنه فتنحى تلقاء وجهه- فقال له يارسول الله! إني زنيتُ فأعرض عنه حتى ثنى ذلك عليه أربع مرات-فلما شهد على نفسه أربع شهادات دعاه رسول الله فقال: (أبك جنون؟) قال: لا-قال: (فهل أحصنت؟) قال: نعم- فقال رسول الله :(اذهبوا به فارجموه) -(صحیح مسلم:۱۶۹۱)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اس شخص نے آواز دی اور کہا: اے اللہ کے رسولؐ! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں۔" حضورؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ اس نے دوبارہ کہا: "اے اللہ کے رسولؐ! میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں۔" آپؐ اس پر بھی متوجہ نہ ہوئے۔ اس نے چار دفعہ اپنی بات دہرائی، پھر جب اس نے چار مرتبہ قسم کھا کر اپنے جرم کا اقرار کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بلا کر پوچھا: "تو پاگل تو نہیں؟ بولا: 'نہیں!' پھر آپؐ نے پوچھا: کیا تو شادی شدہ ہے؟ وہ بولا: 'جی ہاں' (میں شادی شدہ ہوں) اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے لے جا کر سنگسار کر دو۔"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ان تمام احادیث کی روشنی میں جو علم حدیث کی اصطلاح میں 'متواتر معنوی' کا درجہ رکھتی ہیں، یہ امر بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ سنتِ مطہرہ نے محصن زانی کے لئے رجم کی سزا مقرر کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقدماتِ زنا میں ملزم کے عاقل ہونے کے ساتھ ان کی حالتِ احصان کو من جملہ ان شرائط کے پیش نظر رکھا ہے جن کے ثبوت کے بعد آپؐ نے حد رجم کا نفاذ فرمایا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ دورِ رسالت کے کسی ایک مقدمہ زنا کی روداد میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ملزم کی 'غنڈہ گردی' پر رجم کی سزا آیتِ حرابہ کے تحت نافذ کی ہو اور نہ ایسی کوئی حدیث ملتی ہے جس میں آپ نے کسی کنوارے زانی کو اس کے 'غنڈہ' ہونے کی بنا پر رجم کی سزا دی ہو۔ کوئی ایک حدیث بھی اس بات کے ثبوت میں پیش نہیں کی جا سکتی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شادی شدہ زانی کو رجم کی بجائے صرف سو کوڑوں کی سزا دی ہو۔ اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ شادی شدہ زانی کیلئے حد رجم سنت کی نص سے ثابت ہے۔

قرآنِ مجید میں اس کا واضح ذکر نہ آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ حد شرعی نہیں ہے بلکہ اس حد کا انکار باطل اور گمراہی ہے۔

(3) حدِ رجم کے بارے میں خلفاے راشدین کا طرزِ عمل

خلافتِ راشدہ کے دورِ مسعود میں بھی عہدِ نبویؐ کے سنت کے مطابق زنا کے بارے میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کا فرق ملحوظ رکھا گیا اور کنوارے یا شادی شدہ کی اس تفریق کو ایک سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے تسلیم کر کے محصن زانی پر حدِ رجم نافذ کی گئی۔ ذیل میں ہم اس سلسلے میں چند شواہد پیش کرتے ہیں

عن ابن عباس قال: خطب عمر بن الخطاب، فحمدالله تعالىٰ وأثنى عليه فذكر الرجم، فقال: "لا تخد عن عنه، فإنه حد من حدود الله تعالى ألا إن رسول الله قد رجم ورجمنا بعده- ولو لا أن يقول قائلون زاد عمر في كتاب الله عزوجل ما ليس منه لكتبته في ناحية المصحف "

(مسند احمد بن حنبل مع شرح احمد محمد شاکر:۱ / ۲۳۲، طبع مصر ۱۳۶۸ھ، اسنادہ صحیح)

"حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے خطبہ دیا جس میں پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور پھر رجم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: "لوگو! تمہیں اس کے بارے میں دھوکے میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ یہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ آگاہ رہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور ہم نے بھی بعد میں رجم کیا اور اگر لوگوں کے لئے یہ کہنے کا موقع نہ ہوتا کہ عمرؓ نے خداے عزوجل کی کتاب میں اضافہ کر دیا ہے تو میں ضرور اس (رجم) کو قرآن کے حاشیئے میں درج کر دیتا۔"

عن ابن عباس قال: قال عمر:"لقد خشيت أن يطول بالناس زمان حتى يقول قائل: لا نجد الرجم في كتاب الله فيضلوا بترك الفريضة أنزلها الله، ألا وإن الرجم حق على من زنىٰ وقد أحصن إذا قامت البينة أو كان الحمل أو الاعتراف... ألا وقد رجم رسول الله ! ورجمنا بعده" (بخاری:۶۸۲۹)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: "مجھے یہ اندیشہ ہے کہ طویل عرصہ گزر جانے کے بعد بعض لوگ یہ کہیں گے کہ "ہمیں تو اللہ کی کتاب میں رجم کا حکم نہیں ملتا۔" یوں وہ اللہ کے ایک نازل کردہ فریضہ کو چھوڑ کر گمراہ ہوں گے۔ خبردار! رجم کی سزا واجب ہے اُس شخص پر جو شادی شدہ ہونے کے بعد مرتکبِ زنا ہو بشرطیکہ اس پر گواہی قائم ہو یا (عورت کا) حمل ظاہر ہو یا (جرم کا) اعتراف موجود ہو... آگاہ رہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدِ رجم نافذ فرمائی اور ان کے بعد ہم نے بھی حدِ رجم کو جاری کیا۔"

سلمة بن كهيل قال سمعت الشعبي يحدث عن علي حين رجم المرأة يوم الجمعة وقال: قد رجمتها بسنة رسول اللهﷺ (بخاری:٦٨١٢)

"سلمہ بن کہیلؒ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے شعبی سے حضرت علیؓ کے بارے میں یہ بات سُنی کہ جب اُنہوں نے جمعہ کے روز ایک زانیہ عورت کو رجم کی سزا دی تو فرمایا: "میں نے اس عورت کو سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق رجم کیا۔"

(4)قال عمر بن عبد العزيز---أن النبي! رجم ورجم خلفاؤه بعده والمسلمون

(المغني لابن قدامة :٩/ ٣١٠، بہ تحقیق عبد اللہ بن عبد المحسن وغیرہ، طبع مصر)

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بلاشبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حد رجم نافذ کی اور آپؐ کے بعد آپؐ کے خلفا اور دوسرے مسلمان حکمرانوں نے بھی رجم کی حد نافذ کی۔"

(3) قال الجمهور أن رسول الله ! قد رجم --- وقد رجم الخلفاء الراشدون بعد النبي ! وصرحوا بأن الرجم حد

"جمہور کا کہنا ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کی حد جاری فرمائی اور آپؐ کے بعد خلفاے راشدینؓ نے بھی رجم کی حد جاری کی اور انہوں نے رجم کے حدِ شرعی ہونے کی صراحت کی۔"

(کتاب الفقہ علی المذاہب الأربعۃ:٥/ ٦٩)

ان تمام شواہد اور حوالوں سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ خلافت راشدہؓ کے دورِ مبارک میں بھی شادی شدہ محصن زانی کے لئے حدِ رجم کی سزا نافذ رہی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تحقیقی جائزہ

آرٹیکل کے مؤلف محمد رفیق چودھری ہیں اور احادیث کی تحقیق اور مضمون میں اضافہ کامران طاہر نے کیا ہے۔ اولاً مضمون کا تعارف ہے، اور دعوی ذکر کیا ہے۔ پھر اس دعوی پر شہ سرخی میں پہلے رسول اللہ ﷺ کے فرامین استشہاد کے لیے پیش کیے ہیں۔ اور پھر آپ ﷺ کے افعال نقل کیے ہیں۔ اور بعد میں تیسرے نمبر پر آثار صحابہ سے استدلال پیش کیا ہے۔ اولاً متن ذکر کرتے ہیں اور پھر اس کا ترجمہ۔ ان احادیث سے استدلال چونکہ واضح اور ملفوظ ہی ہے اس لیے انھیں عموما تجزیہ و تبصرہ کے بغیر ہی ذکر کرتے ہیں۔ البتہ دو جگہ انتہائی اختصار کے ساتھ حاشیہ آرائی کی ہے۔ مثال کے طور پر رقم طراز ہیں: "بعض لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ زنا کے وقوعہ کے چار گواہ ملنے ناممکن ہیں، جبکہ اس حدیث سے معلوم ہو رہا ہے کہ خود دورِ نبوی کے بعض واقعات میں چار عینی گواہ میسر آئے تھے۔"

حوالہ جات اکثر و بیشتر مصادر اصلیہ او رامہات الکتب سے نقل کیے ہیں۔ طریقہ کار اس حوالے سے یہ ہے کہ اولاً کتاب کا نام اور پھر، رقم الحدیث پر اکتفا کرتے ہیں۔ مثلا(صحیح مسلم:1690)۔ لیکن آثار نقل کرنے میں کہیں ثانوی مصادر سے بھی استفادہ کیا ہے۔

حدیث کی صحت پر تبصرہ انتہائی اختصار سے موجود ہے۔ عموما شیخ البانی رحمہ اللہ سے استفادہ کیا ہے۔ آخر میں ایک جگہ ضمنی اشکال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "یہ بھی واضح رہے کہ دورِ رسالت کے کسی ایک مقدمہ زنا کی روداد میں بھی یہ بات نہیں ملتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی ملزم کی 'غنڈہ گردی' پر رجم کی سزا آیتِ حرابہ کے تحت نافذ کی ہو اور نہ ایسی کوئی حدیث ملتی ہے جس میں آپ نے کسی کنوارے زانی کو اس کے 'غنڈہ' ہونے کی بنا پر رجم کی سزا دی ہو۔ کوئی ایک حدیث بھی اس بات کے ثبوت میں پیش نہیں کی جاسکتی جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی شادی شدہ زانی کو رجم کی بجائے صرف سو کوڑوں کی سزا دی ہو۔ اس سے یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ شادی شدہ زانی کیلئے حد رجم سنت کی نص سے ثابت ہے۔"

چونکہ موضوع کا تعلق انکار حدیث سے ہے اس لیے ہونا تو چاہیے تھا کہ انکار حدیث کے رد میں دلائل دیئے جاتے لیکن مؤلف موصوف کا مقصود شاید سنت سے ایسی مثالیں جمع کرنا ہی معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماحاصل/نتائج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ماحاصل / نتائج

اس موضوع پر تحقیقی کام کرنے سے میں نے درج ذیل نتائج اخذ کیے ہیں۔

۱۔ عصر حاضر میں عائلی مسائل میں روز افزوں اضافہ کا عمل جاری ہے۔ مغرب ہی نہیں بلکہ مشرق کو بھی اس مہیب دیو کا سامنا ہے جو لحہ بہ لحہ منہ کھولے عائلی زندگی کو نگل جانے کے درپے ہے۔

۲۔ عائلی تعلق کی خرابی کا اثر پورے معاشرے پر پڑتا ہے، معاشرہ کا حال ہی خراب نہیں ہوتا بلکہ مستقبل بھی داؤ پر لگ جاتا ہے۔ عائلی طور پر پریشان افراد معاشرے کے مفید کارکن نہیں بن سکتے۔ ان کی پریشان حالی انہیں آسودہ نہیں ہونے دیتی۔ یہ غیر مطمئن افراد دیگر افراد کے لیے پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔

۳۔ عائلی بگاڑ کا سبب صرف زوجین کا رویہ ہی نہیں بلکہ دیگر افراد خانہ بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ بعض اوقات زوجین خوش و خرم زندگی گزارنا چاہتے ہیں لیکن متعلقہ افراد انہیں مطمئن زندگی گزارنے نہیں دیتے۔ اور بعض اوقات یہی رویے عائلی زندگی کو اختتامی مراحل تک پہنچا دیتے ہیں۔

۴۔ زوجین میں باہم حسن سلوک کا فقدان پایا جاتا ہے۔ وہ محبت جو اس زندگی کا مقصود ہے نظر نہیں آتی۔ مجبوری کے بندھن میں بندھے بس اکٹھے زندگی گزار رہے ہوتے ہیں۔ ان کے لیے شریک حیات کا محض لفظی استعمال ہوتا ہے۔ اس پر عمل نہیں ہوتا۔ خاوند بیوی سے خوش نہیں اور بیوی خاوند سے شاکی ہے۔

۵۔ موجودہ عائلی سسٹم میں خرابیاں موجود ہیں۔ اس میں عورت کی مشکلات نسبتاً زیادہ ہیں۔

۶۔ زوجین میں سے ہر دو اپنی ذمہ داریوں سے کماحقہ واقف نہیں ہے۔ کم پڑھا لکھا طبقہ تو دور کی بات ہے اعلیٰ تعلیم یافتہ طبقہ بھی عائلی قوانین سے پوری طرح واقف نہیں ہے۔ تعلیمی نصاب میں مناسب رہنمائی موجود نہیں ہے۔ شادی کو محض زندگی گزارنے کا ایک طریقہ سمجھا جاتا ہے۔ اس کے مقام و مرتبہ اور اہمیت سے واقفیت حاصل نہیں کی جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ برسوں اکٹھے رہنے کے باوجود بھی زوجین دو مختلف منزلوں کے مسافر رہتے ہیں۔

۷۔ عورتوں کی ملازمت بھی گھریلو مسائل میں اضافے کا باعث بن رہی ہے۔ ملازمت نے عورت کے اوپر بہت زیادہ بوجھ ڈال دیا ہے۔ دفتری اور گھریلو امور کی مصروفیت میں عورت کی شخصیت پس کر رہ گئی ہے۔ اور اب تو مردوں نے ملازمت کو عورت کے اضافی خصائص میں شمار کرنا شروع کر دیا ہے۔ ضرورت رشتہ کے اشتہار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں حسن و دولت کے ساتھ ملازمت کا بھی اضافہ ہو چکا ہے۔ تھکی ہاری عورت اپنے شوہر کے لیے مرکز سکون نہیں بن سکتی۔ حالانکہ شوہر کو بیوی کے لیے اور بیوی کے لیے ایک مرکز سکون ہونا چاہیے۔ شوہر سارے دن کا تھکا ہارا جب گھر واپس لوٹے تو اسے بیوی کی شخصیت ایک پناہ گاہ اور اور ایک جائے سکون محسوس ہو۔ خاندان اور معاشرے کی تشکیل میں مرد کا جتنا کردار ہے اس سے کہیں زیادہ اہم عورت کا کردار ہے۔

۸۔ مرد کے حق قوامیت کے تصور میں بگاڑ پیدا ہو چکا ہے۔ عائلی زندگی میں انفاق مال کی بنا پر مرد کو بلند مقام دیا گیا ہے۔ اور اس قوامیت کا مقصد نگرانی، اصلاح اور نگہبانی ہے۔ بعض مردوں نے قوامیت کے حق کو عورت کے حقوق کے استحصال کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ مردوں نے معمولی باتوں پر یہاں تک کہ سالن میں نمک کم ہو جائے یا کوئی معمولی نقصان ہو جائے، یا پھر خدمت میں کوئی کمی رہ جائے تو نفرت و حقارت، طعن و تشنیع اور ہاتھ اور چھڑی کے ناروا استعمال کو اپنا شیوہ بنا لیا ہے۔ مرد آقا کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ جبکہ اکثر لوگ شادی کے بعد عورت کو اپنی ملکیت اور لونڈی تسلیم کرتے ہیں۔ وحشیانہ سزائیں اور جان لیوا تشدد معمول بنتا جارہا ہے۔

۹۔ دیگر اقوام کے ساتھ میل جول کی صورت میں ان کے رسوم ورواج نے ہمارے عائلی نظام کا حلیہ بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ بے شمار رسوم ورواج جنکا اسلامی تعلیمات سے دور دور تک تعلق نہیں ہمارے معاشرے میں گھر کر چکے ہیں۔

۱۰۔ نکاح میں تاخیر کا رجحان بڑھتا جارہا ہے جس کا سبب شادی کے لیے تقویٰ اور دینداری کی بجائے مال و دولت اور حسن کا بڑھتا ہوا معیار ہے۔ شادی پر اٹھنے والے بے پناہ اخراجات بھی تاخیر کا باعث بنتے ہیں۔ شادی کے بعد انہی اخراجات پر کیا ہوا اصراف کئی مالی مشکلات کو جنم دیتا ہے۔

۱۱۔ نکاح کے مقاصد کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ زوجین میں باہمی اتفاق اور محبت موجود ہو۔ اس لیے اسلام اس امر کا اہتمام کرتا ہے کہ زوجین کی رضامندی اور پسند اس نکاح میں ضرور شامل ہو۔ تاکہ دونوں اپنے فرائض خوش اسلوبی سے سرانجام دیں۔ ہمارے معاشرے میں بعض والدین جبری شادی کو اپنا حق سمجھتے ہیں۔ اور بعض بچے اپنے والدین کے تجربات اور فہم و فراست سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔ اور اپنا معاملہ محض اپنے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ یہ دونوں رجحان عائلی زندگی کے حقیقی مقاصد کا قلع قمع کر دیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۲۔ عائلی زندگی کے فرائض کے بارے میں تربیت کا اہتمام موجود نہیں ہے۔ ذرائع ابلاغ کے منفی پروگراموں اور مغربی فکر کے زیر اثر ادارہ خاندان اپنے اس فرض کو بخوبی ادا نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ دینی تعلیم کا بھی فقدان ہے۔ شادی سے پہلے اپنے حقوق و فرائض سے آگاہی نہیں ہوتی۔ انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ بہت بھاری ذمہ داری ہے۔ اور جب سر پہ پڑتی ہے تو اکثر ان کا رویہ منفی ہو جاتا ہے۔

۱۳۔ ان تمام مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے عائلی اصلاح بہت ضروری ہے۔ اگر عائلی مسائل سے غفلت برتی گئی اور بگاڑ کو جاری رہنے دیا گیا تو معاشرہ کا کوئی بھی پہلو بہتری اور بھلائی سے مالا مال نہیں ہو سکے گا۔ بلکہ تباہی کا اندیشہ ہے۔ ہمارا موجودہ معاشرہ اسلام کے اصولوں پہ صحیح طور پہ قائم نہیں رہا ہے اس لیے ہر دوسرے شعبے کی طرح ہمارے عائلی شعبے میں بھی اصلاح کی ضرورت ہے۔

۱۴۔ ہمارے ہاں اصلاحات کی کوشش کی گئی لیکن ان کا رخ درست نہیں تھا، اس لیے وہ اصلاح کی بجائے بگاڑ کا پیش خیمہ ثابت ہوئیں۔

۱۵۔ عائلی مسائل کے حل کے لیے 'ماہنامہ محدث لاہور' کی خدمات لائق اور قدر تحسین ہیں۔ 'محدث' نے عائلی مسائل کے حل کے لیے جو مضامین شائع کیے ہیں ان کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

۱۶۔ 'محدث' نے اپنے مضامین کے ذریعے بعض گراں قدر اور منفرد معلومات پیش کر کے امت مسلمہ کو عائلی مسائل کے حل کے لیے رہنمائی فراہم کی ہے۔ تاکہ اس پر عمل پیرا ہو کر امت مسلمہ اپنی عائلی زندگی کو مضبوط اور مستحکم بنا سکے۔

۱۷۔ ان مسائل کا جلد از جلد حل ہونا ہی نوع انسانی کی بقا اور معاشرے کے تحفظ کے لیے ضروری ہے۔ اس کا واحد، جامع اور قابل عمل حل صرف یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کو پورے طور پر نافذ کیا جائے اور ہر فرد اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سفارشات / آراء و تجاویز

'ماہنامہ محدث' کے مشمولات سے عائلی مسائل کے حل کے لیے گراں قدر خدمات سر انجام دی گئی ہیں۔ تاہم ان پر عمل پیرا ہونا عصر حاضر کی اہم معاشرتی ضرورت ہے۔ ذیل میں چند سفارشات پیش کی جاتی ہیں جو کہ امت مسلمہ کو درپیش عائلی مسائل کے حل کے لیے سود مند ہو سکتی ہیں۔

۱۔ 'ماہنامہ محدث لاہور' میں جملہ علوم اسلامیہ سے متعلق پھیلا ہوا دقیع علمی مواد اس بات کا متقاضی ہے کہ اسے جامعات میں کروائی جانے والی تحقیق کا حصہ بنایا جائے۔

۲۔ 'ماہنامہ محدث لاہور' کے مضامین کے تحقیقی اسلوب اور استنادی حیثیت کو سامنے رکھتے ہوئے یونیورسٹیز میں مجلہ مذکورہ کے مضامین کے مطالعہ کی ترغیب سود مند ثابت ہو سکتی ہے۔

۳۔ جامعات میں علوم اسلامیہ کے ہر سطح کے طلبہ کے لیے ماہنامہ 'محدث' کے عائلی مسائل سے متعلقہ مضامین کو بطور اسائنمنٹ تنقید و تبصرہ متعارف کروایا جا سکتا ہے۔

۴۔ اگر جامعات کے ذمہ داران مناسب سمجھیں تو ماہنامہ 'محدث' کے شائع شدہ منتخب مضامین کو مطالعاتی نصاب کا حصہ بنایا جا سکتا ہے۔

۵۔ علوم اسلامیہ کے طلبہ کی رہنمائی کے لیے ماہنامہ 'محدث' کے عائلی مسائل سے مضامین کے مصنفین سے نشستیں طلباء کے علمی اور تحقیقی ذوق کو جلا بخش سکتی ہیں۔

۶۔ ماہنامہ 'محدث' کے عائلی مسائل سے متعلقہ مضامین خالصتاً علمی، تحقیقی اور تجزیاتی نوعیت کے ہیں۔ جو کہ فی زمانہ الحاد و پسندی کے سامنے مضبوط بند کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ انہیں سرکاری طور پر بین الاقوامی سطح پر متعارف کروایا جائے تاکہ عالم اسلام میں اٹھنے والے بے شمار عائلی مسائل کی بیخ کنی ہو سکے۔ اور خاندان کو مضبوط اور مستحکم بنیادوں پر استوار کیا جا سکے۔

۷۔ ماہنامہ 'محدث' کے عائلی مضامین کے مختلف زبانوں میں تراجم کروا کے اسلامی ممالک میں انہیں پھیلایا جائے تاکہ دیگر اسلامی ممالک بھی ان علوم سے مستفید ہو سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۸۔ عصر حاضر میں معاشرہ میں بڑھتے ہوئے عائلی مسائل کے حل کی رہنمائی کے پیش نظر دیگر دینی جرائد و رسائل میں بھی عائلی مسائل سے متعلق ہونے والے کام پر مقالات کی ضرورت ہے۔

۹۔ برصغیر پاک وہند کے دینی رسائل و جرائد میں عائلی مسائل سے متعلق وقیع مواد موجود ہے۔لہٰذا اسے سرکاری مالی اعانت کے ساتھ شائع کیا جائے اور اسے مکمل طور پر سرکاری سرپرستی حاصل ہو۔

۱۰۔ اسلام کا عائلی و خاندانی نظام ہی اسلامی معاشرہ کہلاتا ہے۔درحقیقت دنیا میں جتنے بھی انسانی معاشرے پائے جاتے ہیں وہ ان کے خاندانی و عائلی نظام کی بنیادوں پر تعمیر ہوئے ہیں۔اور اس طرح ان کی حیثیت بنیادی اینٹوں کی ہے جن پر انسانی معاشرے کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوتی ہے۔اسی اہمیت کے پیش نظر اسلام نے خاندانی نظام کی سلامتی اور استحکام پر بہت زور دیا ہے۔اور اس کو کمزور کرنے والی باتوں کا سدباب کیا ہے۔اگر ہم اپنے رویے تبدیل کر لیں اور اپنے اعمال و کردار میں تبدیلی لے آئیں اپنی سوچ کو مثبت کر لیں تو ان عائلی مسائل سے چھٹکارا پانا ممکن ہو جائے گا۔

۱۱۔ عائلی مسائل کی بہتری کے لیے ضروری ہے کہ میاں بیوی کے درمیان تعاون، ہم آہنگی اور احترام ہو۔

۱۲۔ علوم شریعت سے واقفیت ،ان پر عمل خواندگی کی شرح میں اضافہ ،خدا خوفی ،لوگوں کی اخلاقی تربیت، تزکیہ نفس ،سیرت طیبہ کا مطالعہ ،زوجین میں باہمی مشاورت، معاشی ذرائع کی فراہمی، اسلامی ثقافت کی پیروی، مغربی ثقافت کی تردید، خواتین کے مقام کا تحفظ، اسلامی قوانین کا عملی نفاذ، حقوق و فرائض سے آگاہی، تعلیم نسواں، اسلاف کی عائلی زندگیوں کا تذکرہ، برداشت و تحمل، ذرائع ابلاغ کا مؤثر کردار، ان تمام مسائل سے نپٹنے کے لیے ضروری ہے۔

۱۳۔ خاندان کے افراد، علماء، فضلاء، اور ارباب فکر و نظر کو چاہیے کہ ان اقدامات کے لیے اپنی اپنی سطح پر بھرپور کوشش کریں۔

۱۴۔ ہماری سوچ اور رویے اگر مثبت سمت اختیار کر لیں تو عائلی زندگی خوشگوار ہو سکتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رسائل وجرائد

1. انصاف سنڈے سپیشل اتوار ۳ ستمبر ۲۰۰۰ء
2. روزنامہ خبریں، لاہور
3. روزنامہ پاکستان لاہور
4. روزنامہ آواز لاہور
5. روزنامہ جنگ لاہور
6. روزنامہ نوائے وقت
7. ماہنامہ بنات عائشہ کراچی
8. ماہنامہ ترجمان القرآن
9. مغرب کا فکری اور تہذیبی چیلنج اور علماء کی ذمہ داریاں، ماہنامہ افکار معلم لاہور، فروری ۲۰۰۶ء
10. جنگ سنڈے میگزین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہارس

- فہرست آیات
- فہرست احادیث
- فہرست اعلام
- فہرست اماکن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست آیات

آیات	صفحہ
وَأَصۡلِحُواْ ذَاتَ بَيۡنِكُمۡۖ	19
فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ	19
وَدُّواْ لَوۡ تُدۡهِنُ فَيُدۡهِنُونَ	24
وَإِذَا خَاطَبَهُمُ ٱلۡجَٰهِلُونَ قَالُواْ سَلَٰمٗا	26
ذَٰلِكَ أَدۡنَىٰٓ أَلَّا تَعُولُواْ	31
وَوَجَدَكَ عَآئِلٗا فَأَغۡنَىٰ	31
وَمِن كُلِّ شَيۡءٍ خَلَقۡنَا زَوۡجَيۡنِ لَعَلَّكُمۡ تَذَكَّرُونَ	33
وَقُلۡنَا يَٰٓـَٔادَمُ ٱسۡكُنۡ أَنتَ وَزَوۡجُكَ ٱلۡجَنَّةَ	40
وَمِنۡ ءَايَٰتِهِۦٓ أَنۡ خَلَقَ لَكُم مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَٰجٗا	40
هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفۡسٖ وَٰحِدَةٖ وَجَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا لِيَسۡكُنَ إِلَيۡهَا	40
هُنَّ لِبَاسٞ لَّكُمۡ وَأَنتُمۡ لِبَاسٞ لَّهُنَّۗ	41,45,146
وَهُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ مِنَ ٱلۡمَآءِ بَشَرٗا فَجَعَلَهُۥ نَسَبٗا وَصِهۡرٗاۗ	42,67
وَٱللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنۡ أَنفُسِكُمۡ أَزۡوَٰجٗا وَجَعَلَ لَكُم مِّنۡ أَزۡوَٰجِكُم بَنِينَ	42
وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِٱلۡأُنثَىٰ ظَلَّ وَجۡهُهُۥ مُسۡوَدّٗا	44

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَهُوَ كَظِيمٌ	
وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۗ	45
فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌۢ بِإِحْسَٰنٍ ۗ	57,149
وَمَن يَتَعَدَّ حُدُودَ ٱللَّهِ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلظَّٰلِمُون	58,149
وَعَاشِرُوهُنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ ۚ	46,58
ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ	59
وَقَرْنَ فِى بُيُوتِكُنَّ	61
وَهُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ مِنَ ٱلْمَآءِ بَشَرًا	42,67
حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَٰتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ	67
إِنَّ ٱلشَّيْطَٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِينٌ	68
يُفَرِّقُونَ بِهِۦ بَيْنَ ٱلْمَرْءِ وَزَوْجِهِ	69
فَٱنكِحُوا۟ مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ	75
ذٰلكَ وَمن يعظم شعـئرَ اللهِ فإنها من تقوَى القلوبِ	85
ٱلطَّلَٰقُ مَرَّتَانِ ۖ فَإِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌۢ بِإِحْسَٰنٍ	95,149
فَإِن طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُۥ مِنۢ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُۥ	95
وَمَن يَعصِ اللَّهَ وَرَسولَهُ وَيَتَعَدَّ حُدودَهُ يُدخِلهُ نارًا	107
تِلكَ حُدودُ اللَّهِ فَلا تَعتَدوها ۚ وَمَن يَتَعَدَّ حُدودَ اللَّهِ فَأُولـٰئِكَ هُمُ الظّـٰلِمونَ	107

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تِلكَ إِذًا قِسمَةٌ ضيزىٰ	108
يـٰأَيُّهَا النَّبِىُّ قُل لِأَزوٰجِكَ إِن كُنتُنَّ تُرِدنَ الحَيوٰةَ الدُّنيا وَزينَتَها فَتَعالَينَ أُمَتِّعكُنَّ وَأُسَرِّحكُنَّ سَراحًا جَميلًا	108
فَتَعالَينَ أُمَتِّعكُنَّ وَأُسَرِّحكُنَّ سَراحًا جَميلًا	108,109
وَإِن خِفتُم شِقاقَ بَينِهِما فَابعَثوا حَكَمًا مِن أَهلِهِ وَحَكَمًا مِن أَهلِها	111
اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ	115
وَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۫ وَ يُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا	115
يآيها النبيُّ إِذَا طلقتمُ النساءَ فطلقوْهنَّ لعدَّتهنَّ	116
اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ	118
لا يؤاخذُكمُ اللهُ باللغوِ فى أيمنكم	125
وَإِما ينزَغنكَ منَ الشيطـنِ نزغٌ فاستعذ باللهِ إِنهُ سميعٌ عليمٌ	125
يـأَيها الذينَ اٰمنوا لا تقرَبوا الصلوٰةَ وَأَنتم سكـرىٰ حتـىٰ تعلموا ما تقولونَ	127
هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ	41,45,146
وَهوَ الذِي خلقَ منَ الماءِ بشرًا فجعلهُ نسبا وَصهرًا ۗ وَكانَ رَبكَ قديرًا	158
فإِذَا نفخَ في الصورِ فلا أَنسابَ بينهمْ يوْمئذٍ وَلا يتساءَلونَ	158
وَاتقوا اللـهَ الذِي تساءَلونَ بهِ وَالأَرْحامَ	159
ادْعوهمْ لآبائهمْ هوَ أَقسطُ عندَ اللـهِ	160

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فلا وَرَبكَ لا يؤمنونَ حتىٰ يحكموكَ فيما شجرَ بينهم	181

فہرست احادیث

احادیث	صفحہ
ابدأْ بنفسكَ ثمَّ بمن تعولُ	31
كفى بالمرءِ إثماً أن يضيعَ من يقوت	42
والله إن كنا في الجاهلية ما نعد للنساء أمرا	44
الدُّنيا متاعٌ، وَخيرُ متاعِ الدُّنيا المرْأَةُ الصالحةُ	45
استوصوا بالنساء خيراً فإنما هن عوانٍ عندكم	58
لا يدخلُ الجنةَ دَيوثٌ	59
فهلا بكرا تلاعبها و تلاعبك	60
ما تركته حتى فرَّقتُ بينه وبين أهله	69
لا تباشرِ المرأةُ المرأةَ	72
لا نكاح إلا بولي وشاهدي عدل	78
والبكر يستأذنها أبوها في نفسها	80
لا يحرّم الحرام الحلال	82
ألا إن كلكم مناجٍ ربه	85
أعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد	85
وَرَأَيْتُ النَّارَ فَإِذَا أَكْثَرُ أَهْلِهَا النِّسَاءُ يَكْفُرْنَ قِيْلَ: أَيَكْفُرْنَ بِاللهِ؟	103
أَحَقُّ الشُّرُوطِ أَنْ تُوْفُوابِهِ مَا اسْتَحْلَلْتُمْ بِهِ الْفُرُوجَ	106

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اِشْتَرِيهَا فَأَعْتِقِيهَا وَدَعِيهِمْ يَشْتَرِطُوا مَاشَاؤُا	106
اَلْوَلَاءُ لِمَنْ أَعْتَقَ وَ إِنِ اشْتَرَطُوْا مِائَةَ شَرْط	107
مَابَالُ رِجَالٍ يَّشْتَرِطُوْنَ شُرُوْطًا لَيْسَتْ فِي كِتَابِ اللهِ؟	107
إنما الطلاق لمن أخذ بالساق	116
إن الله وضع عن أمتي الخطأ والنسيان وما استُكرهوا عليه	118
ثلاث جدهن جد، وهزلهن جد: النكاح والطلاق والرجعة	119
نفى لهم بعهدهم ونستعين الله عليهم	120
لا طلاق ولا عتاق في غلاق	121
كل طلاق جائز إلا طلاق المعتوه والمكره	121
طلاق السكران والمستكره ليس بجائز	121
إن الغضب من الشيطان	125
لا نذر في غضب و كفارته كفارة يمين	125
لا يقض القاض بين اثنين وهو غضبان	126
والله ما من أحد أغير من الله أن يزني عبده أو تزني أمته	160
إنا كنا نقرأ فيما نقرأ من كتاب الله أن لا ترغبوا عن آبائكم فإنه كفر بكم أن ترغبوا عن آبائكم من ادعى إلى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام	161
وإن كان من أَمة لم يملكها أو من حرة عاهر بها فإنه لا يلحق به ولا يرث	162
من ادّعى ولدًا من غير رِشدة فلا يرِث ولايورث	163
لا دَعوة في الإسلام،ذهب أمر الجاهلية،الولد للفراش وللعاهر الحجر	163

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الولد للفراش وللعاهر الحجر	163
وهو ولد زنا لأهل أمه من كانوا حرة أو أمة۔	164
حتى تضعي ما في بطنك	165
لعنَ اللهُ المحلِّ والمحللَ له	172
لعنَ رَسولُ الله □ آكلَ الرِّبا وَموكلهُ وَشاهدَهُ وَكاتبهُ	176
لعنَ رَسوْلُ اللهِ □ الرَّاشيَ والمرتشيَ	176
لعنَ رَسولُ الله □ الرَّجلَ يلبسُ لبسةَ المرْأَةِ وَالمرْأَةَ تلبسُ لبسةَالرَّجلِ	176
ثلاَثةٌ لاَ ينظرُ اللهُ عزَّ وَجل إِليهمْ يوْمَ القيامةِ: العاقُّ لوَالدَيهِ، وَالمرْأَةُ المترَجلةُ، وَالدَّيوثُ	182
فزِنا العينِ النظرُ، وَزِنا اللسانِ المنطقُ، وَالنفسُ تمنى وَتشتهي، وَالفرْجُ يصدِّقُ ذَلكَ كلهُ وَيكذِّبهُ	183
منْ رَاَى منكمْ منكرًا فليغيرْهُ بيدِهِ، فاِنْ لمْ يستطعْ فبلسانهِ، فاِنْ لمْ يستطعْ فبقلبهِ وَذٰلكَ اَضعفُ الايمانِ	189
أَلا كلكمْ رَاعٍ وَكلكمْ مسئوْلٌ عنْ رَعيتهِ	189
اَبغضُ الناسِ اِلى اللهِ ثلاثةٌ: ملحدٌ في الحرَمِ---	190
ما تركَتُ بعدِي فتنةً أَضرَّ على الرِّجالِ منْ النساءِ	192
الدُّنيا متاعٌ وَخيرُ متاعِ الدُّنيا المرْأَةُ الصالحةُ	193
دَعي هذِهِ وَقولي بالذِي كنتِ تقولينَ	195
لقد خشيت أن يطول بالناس زمان حتى يقول قائل: لا نجد الرجم في كتاب الله فيضلوا بترك الفريضة أنزلها الله	202

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست اعلام

اعلام	صفحہ
حضرت محمد ﷺ	56,160,174,200
حضرت آدم علیہ السلام	33,40
حضرت حوا علیہا السلام	33
حضرت عمر رضی اللہ عنہ	78,94,96,97,120
حضرت علی رضی اللہ عنہ	93,119,121
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ	82,110,122
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ	93,96,97,149
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا	85,88,106,107,108,121,126,166,195,200
حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ	60,92,201
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	142
حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ	193
حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ	200
علامہ ابن قیم رحمہ اللہ	80,81,88,93,97,98,100,118,122,124,126,153,154
مولانا مودودی رحمہ اللہ	33,34
حسن بصری رحمہ اللہ	84

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

امام قرطبی رحمہ اللہ	84
امام نووی رحمہ اللہ	84
علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ	7
حافظ ابن جوزی رحمہ اللہ	85
امام سفیان ثوری رحمہ اللہ	85
ابن تیمیہ رحمہ اللہ	88,98,151
امام طحاوی رحمہ اللہ	93,100
امام رازی رحمہ اللہ	93,100
امام شوکانی رحمہ اللہ	7,93,100,122
علامہ عینی رحمہ اللہ	93,100
عبدالحیی لکھنوی رحمہ اللہ	93
علامہ طحطحاوی رحمہ اللہ	100
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ	93
ابن اسحٰق رحمہ اللہ	93
امام شافعی رحمہ اللہ	118,119
امام ابن حزم رحمہ اللہ	26,133
پیر کرم شاہ الازہری	24
حافظ ابن حجر عسقلانی	44
ڈاکٹر محمود احمد غازی	71
زینب الغزالی	61
ڈاکٹر ذاکر نائیک	46
علامہ شبلی نعمانی	21

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفتی محمد عبدہ الفلاح	9
ابوالحسن علوی	20
حافظ صلاح الدین یوسف	9,11,26,102,130,172,179,197
حافظ حسن مدنی	15,16,158,168,186
مولانا عزیز زبیدی	9,11,14,15

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فہرست اماکن

اماکن	صفحہ
برصغیر	13,15,49,64,87,132,179,197,209
بھکر	15
پاکستان	3,4,5,6,13,25,50,51,102,134,153,179,181,184,186,211
جہلم	14,15
سعودی عرب	5,6,86
سوڈان	6,134
شیخوپورہ	14
کراچی	12,14,135,177,211
لاہور	4,5,9,10,11,12,13,14,15,16,67,131,186,209,211
مراکش	6,134

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مصادر و مراجع

1. ابن الھمام، کمال الدین محمد، فتح القدیر، مطبعہ مصطفی محمد مصر، بدون سن
2. ابن حجر عسقلانی، شھاب الدین احمد بن علی بن محمد، فتح الباری شرح صحیح بخاری، دارالمعرفۃ بیروت لبنان، بدون سنہ
3. ابن منظور افریقی، جمال الدین محمد بن مکرم، لسان العرب، دار صادر بیروت، ۱۳۷۳ھ
4. ابو یاسر، الشیخ، شادیاں ناکام کیوں؟ نعمانی کتب خانہ لاہور، ۲۰۰۶ء
5. اسرار احمد، ڈاکٹر، اسلام میں عورت کا مقام، مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور، بدون سنہ
6. اصلاحی، صدرالدین، اسلام ایک نظر میں، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۴ء
7. افضل الرحمٰن، دور جدید میں مسلمان عورت کا کردار، مترجم محمد ایوب منیر، فیروز سنز لاہور، بدون سنہ
8. الاستانبولی، محمود مہدی، تحفتہ العروس مترجم مولانا ابو یاسر اجمل، دارالاندلس لاہور ۲۰۰۵ء
9. السید السابق، فقہ السنۃ، دارالفکر بیروت ۱۹۷۷ء
10. الطیار، عبداللہ محمد بن احمد، جناتی اور شیطانی چالوں کا توڑ، ترجمہ حافظ محمد عباس گوندلوی، دارالبلاغ لاہور ۲۰۰۵ء
11. اندلسی، ابوحیان، البحر المحیط، مطبوعہ الریاض، بدون سنہ
12. بدخشانی، مرزا مقبول بیگ، تاریخ ایران، مجلس ترقی ادب لاہور، ۱۹۶۷ء
13. تفضیل، احمد ضیغم، جھگڑے کیوں ہوتے ہیں؟ مکتبہ قدوسیہ لاہور ۲۰۰۶ء
14. تھانوی، اشرف علی، مولانا، تحفہ زوجین ترتیب مفتی محمد زید صاحب طاہر سنز لاہور، بدون سنہ
15. حاصل پوری، محمد عظیم، تحفتہ النساء المعروف خواتین کا انسائیکلوپیڈیا، دارالقدس، بدون سنہ
16. رفیع اللہ شہاب، پروفیسر، اسلام کا ازدواجی نظام، سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، بدون سنہ
17. رضی الدین سید، ازدواجی الجھنیں اور ان کا حل، اذان سحر پبلیکیشنز لاہور ۲۰۰۵ء
18. زینب الغزالی، مسلمان عورت کا اصل مسئلہ، ترجمہ منیر احمد خلیلی، حسن البناء اکیڈمی، ۱۹۸۶ء
19. خانم، خالدہ ادیب، ترکی میں مشرق و مغرب کی کشمش، ص ۲۲۵، ادارہ المعارف منصورہ لاہور، بدون سنہ
20. خلیلی، منیر احمد، خاندانی نظام اس نشیمن کو بچانے کی فکر کیجیے، حسن البنا اکیڈمی، راولپنڈی ۲۰۰۷ء
21. سلیمی، محمد اسلم، اسلام میں خواتین کے حقوق و فرائض جدید یا فرسودہ، مکتبہ خواتین میگزین لاہور
22. سید قطب، فی ظلال القرآن، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور، بدون سنہ
23. شبیر حسین، روحانی مسرت جسمانی قوت، مکتبہ داستان لمٹیڈ لاہور ۱۹۸۱ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

24. شمس تبریز خان، مسلم پرسنل لاء اور اسلام کا عائلی نظام، مجلس نشریات اسلام کراچی
25. عابدہ علی، عورت قرآن وسنت اور تاریخ کے آئینے میں، اسلامک پبلیکیشنز لاہور، بدون سنہ
26. عثمانی، محمد تقی، مولانا، ہمارے عائلی مسائل، دارالاشاعت کراچی ۱۹۶۳ء
27. علی شریعتی، ڈاکٹر، مسلمان عورت اور دور حاضر کے تقاضے، مترجم پروفیسر دار نقوی، ادارہ احیاء التراث الاسلامی منصورہ لاہور ۱۹۸۸ء
28. عمری، جلال الدین عنصر، عورت اسلامی معاشرہ میں، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۸۶ء
29. فریڈرک اینگلس، خاندان، ذاتی ملکیت اور ریاست کا آغاز، بدیشی زبانوں کا اشاعت گھر ماسکو، بدون سنہ
30. قاسمی، مجاہد الاسلام، لڑکے اور لڑکیوں کے نکاح کا اختیار، ادارہ القرآن کراچی ۲۰۰۳ء
31. گستاولی بان، تمدن عرب، مترجم سید علی بلگرامی، حیدرآباد دکن ۱۹۳۶ء
32. لاہوری، غلام سرور، جامع اللغات، مطبوعہ منشی نول کشور لکھنؤ، نومبر ۱۹۰۸ء
33. لوئس معلوف، المنجد فی اللغت، المکتبہ الشرقیہ بیروت ۱۹۹۶ء
34. محمد ادریس، مولانا، مسلمان خاوند اور مسلمان بیوی، مکتبہ رحمانیہ لاہور، بدون سنہ
35. مظہر علی ادیب، خاتون خانہ، مکتبہ ذکریٰ رامپور انڈیا، ۱۹۷۹ء
36. محمد قطب، اسلام اور جدید ذہن کے شبہات، مترجم محمد سلیم کیانی، البدر پبلیکیشنز لاہور، ۱۹۸۱ء
37. مودودی، ابوالاعلیٰ، پردہ، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور ۲۰۰۲ء
38. مودودی، ابوالاعلیٰ، حقوق الزوجین، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۸۹ء
39. مودودی، ابوالاعلیٰ، مولانا، [1] تفہیم القرآن، ۳/۴۶-۷، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۸۰ء
40. نائیک، ذاکر عبدالکریم، ڈاکٹر، اسلام میں خواتین کے حقوق، جدید یافرسودہ، مترجم سید امتیاز احمد، دارالنوادر لاہور ۲۰۰۶ء
41. ندوی محمد شہاب الدین، اسلام کا قانون اطلاق، المکتبہ الاشرفیہ، لاہور ۱۹۸۸ء
42. وحید بن عبدالسلام بالی، جادو کا علاج کتاب وسنت کی روشنی میں، محمدی اکیڈمی لاہور ۱۴۱۱ھ
43. Field Enterprises Educational corporation Chicago,1957 The world book Encyclopaedia.
44. Encyclopedia Encarta online
45. Maudoodi Abdul Aala, Maulana, The Laws of Marriage and Divorce in Islam,Islamic Book Publishers,Safat Kuwait

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

46. Naik, Zakir Abdul Krim, Women,s rights in Islam, Beacon Books, Lahore 2007.
47. Oxford advanced Learners Dictionary of current English, Oxford University press, 1986.
48. The New Encyclopedia Britannica, Encyclopedia Britannic LTD London.